بسم اللہ الرحمن الرحیم

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں

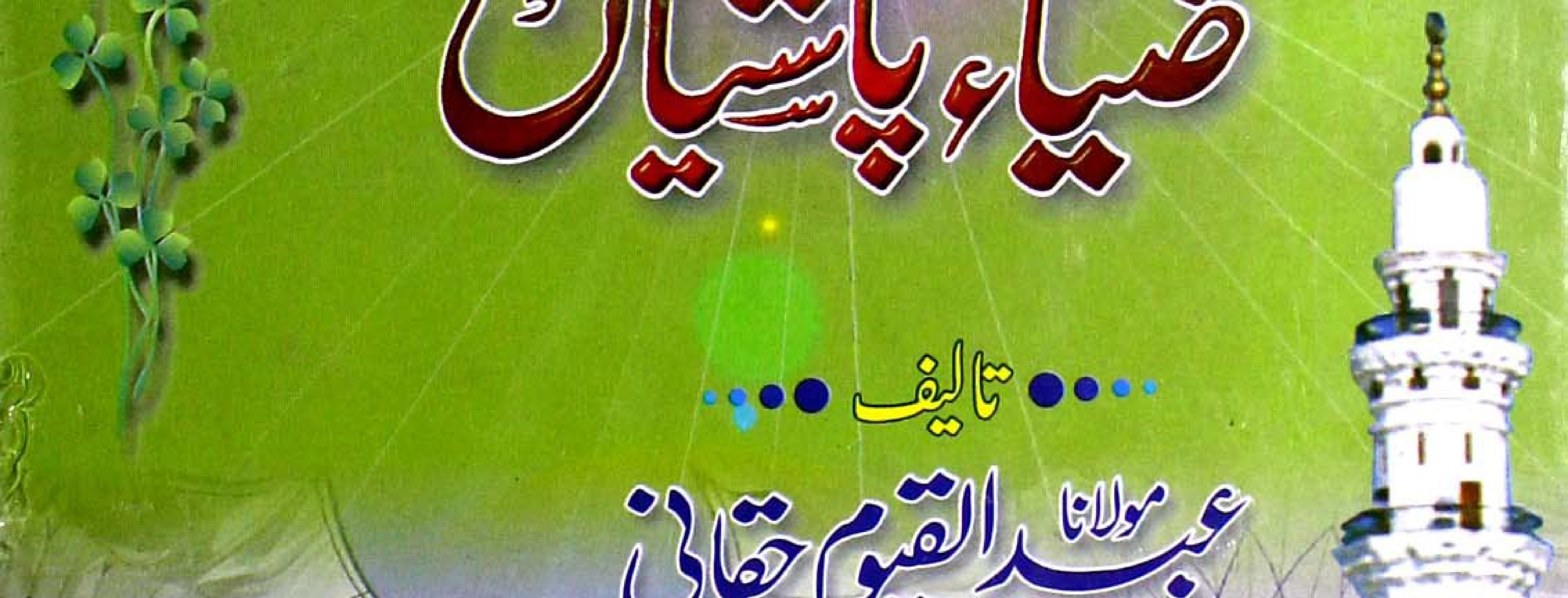

تالیف

مولانا عبدالقیوم حقانی

القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد-پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوھریرہ

خالق آباد • ضلع نوشہرہ • سرحد - پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آفتابِ نبوّت ﷺ
کی
ضیاء پاشیاں

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوھریرہ
خالق آباد ● ضلع نوشہرہ ● سرحد ۔ پاکستان

2005

Marfat.com

Marfat.com

سلسلہ: ۴

آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاپاشیاں

مولانا عبدالقیوم حقانی

حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن و روٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے و آداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت و مہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیّبات پر مشتمل شمائل ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح و توضیح

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون و فیکس ! (0923)630237---630094

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ''القاسم اکیڈمی'' محفوظ ہیں

نام	:	آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاپاشیاں
تصنیف	:	عبدالقیوم حقانی
ضخامت	:	202 صفحات
پروف ریڈنگ	:	استاذ العلماء مولانا محمد زمان صاحب مدظلہ
کمپوزنگ	:	مولوی گل رحمٰن رکن القاسم اکیڈمی
تاریخ اشاعت	:	جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ/ جولائی 2005ء
تعداد بارِاول	:	1100
قیمت	:	روپے
ناشر	:	القاسم اکیڈمی جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ

83969

ملنے کے پتے

=============

- صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۷۴۸۰۰
- مولانا سید محمد حقانی مدرس جامعہ ابوھریرہ خالق آباد نوشہرہ
- کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
- زمزم پبلشرز نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی
- مولانا خلیل الرحمٰن راشدی، جامعہ ابوھریرہ چنوں موم سیالکوٹ
- مکتبہ سید احمد شہید ۱۰ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
- اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

Marfat.com

تعارف

شرح شمائلِ ترمذی بڑی سائز کی تین جلدوں 1608 صفحات میں تکمیل پذیر ہوئی جو حدیث کے اساتذہ اور طلبۂ دورۂ حدیث کے علاوہ عامۃ المسلمین کے لئے بھی بے حد نافع ہے جس میں حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائلِ ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماء دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماء دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمال محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر آئے ہیں۔

مگر اس کے ضخیم و عظیم ہونے اور کثیر مصارف کے پیش نظر ہر ایک کی قوتِ خرید سے باہر ہونے کے سبب سب کے لئے اس کے حصول کی استطاعت اور دسترس ممکن نہ تھی اس لئے شرح شمائل ترمذی کو علیحدہ علیحدہ مستقل عنوان سے مختلف چھوٹے چھوٹے اجزاء میں بھی علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔

غالب خیال یہ ہے۔ یہ سلسلۂ اشاعت آٹھ اجزاء پر تکمیل پذیر ہوگا۔ مقصد یہی ہے کہ شمائل و خصائل نبوی کا کوئی نہ کوئی حصہ ہر مسلمان کی دسترس میں ہو، ہر گھر میں پہنچے، پیغام عام ہو اور مشن تام ہو۔

البتہ شمائل ترمذی کے رواۃ کا تذکرہ جو بڑی سائز میں شرح شمائل ترمذی کے ساتھ تیسری جلد کی صورت میں چھپ چکا ہے وہ علیحدہ بھی کتابی صورت میں اسی سائز میں چھاپ دیا جائے گا کہ مستفیدینِ طلبۂ حدیث اور فن رجال سے شغف رکھنے والے احباب کو اسے علیحدہ مستقل کتابی صورت میں حاصل کرنا آسان ہو چھوٹی سائز کے اب تک شائع شدہ اجزاء کا تعارف درج ذیل ہے۔

Marfat.com

(۱) ''جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر''

جس میں محبوبِ دو عالمؐ کا جلوۂ جہاں آراء، چہرۂ انور، جسمِ اطہر، تمام اعضاء واندام کے تناسب واعتدال، موزونیت، حسن وجمال، نورانیت اور اعجاز وکمال کا ایمان افروز تذکرہ شمائل ترمذی کی (۲۲) احادیث کی تشریح وتوضیح کی روشنی میں جمالِ محمدؐ کا حسین ودلربا منظر بیان کیا گیا ہے۔

(۲) ''روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں''

جس میں محبوبِ دو عالم ﷺ کی زلفیں، اقسام واحکام، مانگ، تیل، کنگھی، سرمے، لباسِ مسنون واعتدال، لباسِ فقر وفاخرہ میں فرق، گذرانِ اوقات، مجموعہ فقر وغنا اور روئے زیبا کے موضوع پر شمائلِ ترمذی کے اڑتالیس (۴۸) احادیث کی مفصل توضیح وتشریح کر دی گئی ہے۔

(۳) ''ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضَو افشانیاں''

جس میں حضور اقدس ﷺ کے موزے، جوتے، انگوٹھی، تلوار، زرہ خود، عمامہ ودستار، تہبند وازار، قناع، نشست تکیہ وسہارا اور رفتار اور مختلف محبت بھری اداؤں پر مشتمل ۶۰ احادیث کی عالمانہ محققانہ تشریح وتوضیح، دلفریب اور عشقِ رسولؐ سے لبریز تحریر۔

(۴) ''آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں''

حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن وروٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے وآداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت ومہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیّبات پر مشتمل شمائل ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح وتوضیح۔

Marfat.com

فہرستِ مضامین

آفتابِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیا پاشیاں

عنوان	صفحہ
تعارف ----------	۳
مقدمہ ----------	۱۳
باب ماجاء فی صفة اکل رسول اللہ ﷺ (حضورؐ کے کھانا کھانے کے بارے میں)	۱۷
لفظ "اکل" کی تشریح ------	۱۷
حضورؐ کے کھانے کا طریقہ ----	۱۸
کھانے میں تین انگلیوں کے استعمال اور چاٹنا	۱۹
انگلیوں کے چاٹنے کی کیفیت ---	۲۰
انگلیاں کب چاٹی جائیں ----	۲۰
انگلیاں چاٹنے کے برکات ----	۲۱
انگلیوں کے چاٹنے کو کراہت سے نہ دیکھا جائے	۲۲
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کا ارشاد	۲۳
ایک تعارض سے جواب ------	۲۴
تین انگلیوں سے کھانے کی مزید توضیح	۲۶
چمچوں کا استعمال ----------	۲۶
حضورؐ کا ٹیک لگا کر کھانا بوجہ عذر کے تھا	۲۷
باب ماجاء فی صفة خبز رسول اللہ ﷺ (حضورؐ کی روٹی کے بارے میں)	۲۹
لفظِ "ل" مقحم یا غیر مقحم --	۳۰

Marfat.com

عنوان	صفحہ
ایک اشکال کا جواب	۳۱
شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی توجیہات	۳۲
"الشبع" کی مضرتیں	۳۲
حضورؐ کے دستر خوان پر کچھ بھی نہ رہتا	۳۳
لفظِ "طاویاً" کا معنیٰ	۳۴
لفظِ "اھل" کی تشریح	۳۵
اظہارِ فقر سے اجتناب	۳۵
روٹی اکثر جو کی تناول فرماتے	۳۶
لفظِ "النقی" اور الحواری کی تشریح	۳۷
حضورؐ نے میدہ کبھی دیکھا بھی نہیں	۳۸
آٹا صاف کرنے کا طریقہ	۳۸
حضورؐ نے ساری عمر ان چھنا آٹا استعمال فرمایا	۳۹
چھلنی کی بدعت	۳۹
لفظِ "خوان" کی تشریح	۴۰
تپائی اور میز پر کھانا کھانے کا حکم	۴۱
چھوٹی پیالیوں اور چٹنی وغیرہ کے برتن	۴۱
میدہ کی روٹی	۴۲
"السفرۃ" کا معنیٰ و تشریح اور استعمال	۴۳
سیدۃ عائشہؓ نے مسروق کی ضیافت کی	۴۴

عنوان	صفحہ
حضرت عائشہ صدیقہؓ کا رونا	۴۵
رونے کی وجوہات	۴۵
آپؐ کو فقر پسند تھا	۴۶
مضمونِ حدیث کا خلاصہ	۴۷
باب ماجاء فی صفة ادام رسول الله ﷺ (حضورؐ کے سالن کے بیان میں)	۴۸
لفظِ ادام کی تشریح	۴۸
لحم "ادام" ہے یا نہیں	۴۹
سرکہ بہترین سالن	۵۰
فاتح عالمؐ، روٹی کے خشک ٹکڑے اور سرکہ	۵۰
کیا سرکہ افضل الادام بھی ہے	۵۱
اتباع رسول کی انگیخت	۵۳
باب سے مناسبت	۵۴
بعض الفاظ حدیث کی تشریح	۵۵
اجتماع احباب یا صحبتِ صالحؒ	۵۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
میزبان کا اخلاقی فرض -------	۵۶
اتباعِ رسولؐ ہی اصل فطرت ہے --	۵۷
شریعت، طبیعت پر مقدم ہے ---	۵۷
مرغی کے گوشت کے فائدے ---	۵۸
جلالہ کا مسئلہ ----------	۵۸
حباریٰ کا معنیٰ و تعین -------	۶۰
حباریٰ کی خصوصیات اور احادیث میں ذکر	۶۰
عمدہ کھانا عین سنت ہے ------	۶۱
حدیث کی تشریح --------	۶۳
ترجمۃ الباب سے مناسبت -----	۶۴
زیتون مبارک درخت ہے ---	۶۵
زیتون کے برکات ------	۶۵
قال ابو عیسیٰ ------	۶۷
حدیث مضطرب کی تعریف -----	۶۷
حضورؐ کو کدو پسند تھا -----	۶۸
کدّو کیوں پسند تھا -------	۶۹
طعام میں خدمت و ایثار -----	۷۰
سالن زیادہ پکا کے رکھنا -----	۷۱
امام ترمذیؒ کی وضاحت -----	۷۲
بعض الفاظِ حدیث کی تشریح ---	۷۳
مسلمان کدو سے محبت کریں ---	۷۴
دعوت قبول کرنی چاہیے ------	۷۴
حضورؐ کو حلوہ اور شہد پسند تھا ---	۷۵
گوشت آپ کی محبوب غذا تھی ---	۷۷
مسجد میں بیٹھ کر کھانے کا حکم ---	۷۸
لفظِ "ضفت" کا معنیٰ و تشریح ---	۸۰
حضورؐ کی تواضع و خدمت -----	۸۱
احادیث میں تعارض سے جواب --	۸۲
حضرت بلالؓ کو تنبیہ ------	۸۳
مونچھوں کا شرعی حکم ------	۸۳
اسبال کا حکم ---------	۸۵
گوشت، دانتوں سے نوچنا اور کھانا -	۸۶
گوشت نے خبر دی کہ میں مسموم ہوں	۸۷
یہودی عورت کا زہر کھلانا -----	۸۸
حدیث سے ماخوذ فوائد ------	۹۰
حضورؐ کے لئے ضیافت کا اہتمام --	۹۱
ایک اعتراض کا جواب ------	۹۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
آپؐ کا قسم کھانے کا انداز۔۔۔	۹۲	حضرت سلمیٰ کے پاس صحابہؓ کی حاضری	۱۱۱
معجزات کا وقوع کب ہوتا ہے۔۔۔	۹۳	یہ ہے حضورؐ کا پسندیدہ کھانا۔۔۔	۱۱۳
کھانے میں برکت کے معجزات۔۔	۹۴	بعضِ الفاظِ حدیث کی تشریح۔۔۔	۱۱۴
ذراع کا گوشت کیوں پسند تھا۔۔	۹۷	میزبان اور مہمان کے اخلاقی فرائض	۱۱۴
پیٹھ کا گوشت اطیب ہے۔۔۔۔۔	۹۸	ایک معجزہ کا بیان۔۔۔۔۔۔۔۔	۱۱۴
گردن کا گوشت بھی پسند تھا۔۔۔	۹۸	بعضِ الفاظِ حدیث کی تشریح۔۔۔	۱۱۶
بکری کے سات اجزاء مکروہ تحریمی ہیں	۹۹	استنباطِ مسائل۔۔۔۔۔۔۔۔	۱۱۶
ام ہانیؓ، خشک ٹکڑوں اور سرکہ سے ضیافت	۱۰۰	ایک اشکال سے جواب۔۔۔۔۔	۱۱۷
خورد و نوش وسیلہ ہے مقصد نہیں۔۔۔	۱۰۱	بعضِ الفاظِ حدیث کی تشریح۔۔۔	۱۱۹
ثرید کی فضیلت اور برکات۔۔۔۔	۱۰۲	کھڑے ہو کر کھانا۔۔۔۔۔۔۔	۱۱۹
سیدہ عائشہؓ کی فضیلت۔۔۔۔۔	۱۰۳	اسباب کی رعایت اور پرہیز۔۔۔	۱۲۰
فضیلت ثرید سے فضیلت عائشہ کی تمثیل	۱۰۳	بعضِ الفاظِ حدیث کی تشریح۔۔۔	۱۲۱
خواتین میں سب سے افضل کون؟۔	۱۰۴	نفلی روزے کی نیت کا وقت۔۔۔	۱۲۲
باب سے مناسبت کی توجیہ۔۔۔۔	۱۰۵	نفلی روزے کے توڑنے کا حکم۔۔۔	۱۲۲
بعض الفاظ حدیث کی تشریح۔۔۔۔	۱۰۷	جو کی روٹی اور سالن۔۔۔۔۔	۱۲۴
مامست النار سے وضوء کا حکم۔۔	۱۰۷	بعضِ الفاظِ حدیث کی تشریح۔۔۔	۱۲۵
وضوء اول وثانی کا محمل۔۔۔۔۔	۱۰۸	بچے ہوئے کھانے سے محبت۔۔۔	۱۲۶
الولیمۃ کا معنی اور تشریح۔۔۔۔	۱۰۹	تتمّہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۱۲۶
ولیمہ کا شرعی حکم۔۔۔۔۔۔	۱۱۰		

Marfat.com

عنوان	صفحہ
باب ماجاء فی صفة وضوء رسول اللہ ﷺ عندالطعام (حضورؐ کے کھانے کے وقت وضو کا بیان)	۱۲۸
لفظِ وضو کا معنیٰ و تشریح --------	۱۲۸
لفظِ طعام کی وضاحت --------	۱۲۹
کھانے سے قبل وضوء عرفی مسنون ہے	۱۳۰
وضو تو نماز کے لئے ضروری ہوتا ہے	۱۳۱
برکتِ طعام ہاتھ دھونے میں ہے --	۱۳۲
باب ماجاء فی قولِ رسول اللہ ﷺ (حضورؐ کے کلمات کے بیان میں)	۱۳۵
بسم اللہ کی برکتیں --------	۱۳۶
شیطان کا کھانا حقیقت پر محمول ہے۔	۱۳۷
ایک اشکال کا جواب -------	۱۳۷
جب تسمیہ بھول جائے ------	۱۳۹
اوّلہ و آخرہ کا تلفظ ------	۱۴۰
ایک اعتراض کا جواب -------	۱۴۰
کھانا کھانے کے تین آداب ---	۱۴۱
کھانا شروع کرتے وقت بسلمہ پڑھنا سنت ہے	۱۴۱
دائیں ہاتھ سے کھانے کی تاکید --	۱۴۲
اپنے سامنے سے کھانا --------	۱۴۳
ایک اشکال سے جواب ------	۱۴۴
کھانے سے فارغ ہونے کی دعا --	۱۴۵
لفظِ المائدة کا معنیٰ و تشریح ---	۱۴۶
دسترخوان اٹھائے جانے کے وقت دعا	۱۴۷
جب کسی دوسرے کے ہاں دعوت ہوتی	۱۴۸
عدم تسمیہ کی وجہ سے کثیر طعام میں بے برکتی	۱۴۹
بعضِ الفاظِ حدیث کی تشریح ----	۱۵۱
کھانے کے بعد ترغیبِ حمد و شکر --	۱۵۱
خلاصہ باب ---------	۱۵۱
تکملة ---------	۱۵۲

Marfat.com

عنوان	صفحہ
باب ماجاء فی قدحِ رسول اللہ ﷺ (حضورؐ کے پیالہ کے بیان میں)	۱۵۴
بعضِ الفاظِ حدیث کی تشریح	۱۵۵
کمالِ تواضع اور ترکِ تکلف	۱۵۶
نافع اشیاء کی حفاظت واصلاح مستحب ہے	۱۵۶
صحابہ کرامؓ کی والہیت	۱۵۷
پیالے کی ساخت	۱۵۷
باب ماجاء فی صفة فاکهة رسول اللہ ﷺ (حضورؐ کے پھلوں کے بیان میں)	۱۵۹
نخل اور رمان کا حکم	۱۵۹
ککڑی اور کھجور کا یکجا استعمال	۱۶۰
تربوز اور کھجور کا یکجا استعمال	۱۶۲
خربوزہ اور کھجور	۱۶۳
غذا میں اعتدال اور اصلاح ضرر کا اہتمام	۱۶۴
پہلا پھل حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا جاتا	۱۶۶
پہلے پھل کی دعا	۱۶۶
مدینہ منورہ کے لئے دعا	۱۶۷
صاع اور مد میں برکت کا معنیٰ	۱۶۷
مقامِ حلت ومحبت	۱۶۸
حضرت ابراہیمؑ کی دعا	۱۶۸
مدینہ منورہ کے حق میں دعا کی قبولیت	۱۶۹
بہترین جگہ، مکہ اور مدینہ	۱۶۹
چھوٹے بچوں پر شفقت	۱۷۰
بعضِ الفاظِ حدیث کی تشریح	۱۷۲
ککڑی اور کھجور کے تحفہ پر حضورؐ کا معاملہ	۱۷۳
ککڑی اور کھجور ملا کر کھانے میں فربہی کا فائدہ	۱۷۳
راوی کو تردد	۱۷۴
خلاصہ باب	۱۷۴
باب ماجاء فی صفةِ شراب رسول اللہ ﷺ (حضورؐ کے مشروبات کے بیان میں)	۱۷۶

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حضورؐ کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی مرغوب تھا	۱۷۷
ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے برکات	۱۷۷
تشریح حدیث	۱۸۰
تقدیم الایمن مستحب ہے	۱۸۰
ابن عباسؓ کی محبت وعشق رسولؐ	۱۸۱
قربات میں ایثار کا مسئلہ	۱۸۱
ایک فائدہ	۱۸۲
جب مطعومات مل جائیں تو یہ دعا پڑھیں	۱۸۲
جب دودھ ملے	۱۸۳
باب ماجاء فی صفةِ شرب رسول اللہؐ (حضورؐ کے پینے کے طریق کار کے بیان میں)	۱۸۴
تمہید وتلخیص	۱۸۴
بیٹھ کر کھانا پینا مسنون ہے	۱۸۵
بعض استثنائی حالات	۱۸۵
روایات میں تطبیق	۱۸۶
کھڑے ہو کر پینے کے نقصانات	۱۸۷
شرب قائماً وقاعداً کی توضیح	۱۸۸
ابن العربیؒ کا ارشاد	۱۸۸
شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی توجیہات	۱۸۹
شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ کا ارشاد	۱۸۹
رحبة کا معنیٰ تشریح اور تعیین	۱۹۱
حضرت علیؓ کا ہلکا سا وضو	۱۹۲
وضو کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پینا	۱۹۲
شارحینِ حدیث کی بعض توجیہات	۱۹۲
تین سانس میں پانی پینا	۱۹۳
برتن میں سانس لینے کی مضرتیں	۱۹۴
پانی پینے میں دوبار سانس لینا	۱۹۵
کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم	۱۹۶
حضرت کبشہؓ کی ایک محبانہ ادا	۱۹۷
تعارض سے جواب	۱۹۷
محبوبِ دوعالم کا ممسوس مبارک	۱۹۸
حضرت ام سلیمؓ کا قصہ	۲۰۰
شرب قائماً کی توجیہات	۲۰۱
خلاصہ باب	۲۰۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ

Marfat.com

مُقدّمۃ

حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ کبیر ''البدایہ والنہایہ'' میں شیخ عماد الدین واسطی کی نسبت لکھتے ہیں کہ ابتدا میں ان کا مسلک دوسرا تھا، لیکن پھر دوسرا رنگ چڑھ گیا۔ ان کی نشو ونما فقہائے متکلمین کی جماعت میں ہوئی تھی۔ اس لئے جدل وخلاف اور کلام ورائے کا اثر غالب تھا۔ مصر سے بغداد گئے، تو وہاں خیالات میں توسیع ہوئی۔ اپنی حالت کا محاسبہ کیا تو یقین وطمانیت سے قلب کو خالی پایا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فقہائے متکلمین کے طریق سے دل برداشتہ ہو گئے۔ تصوف کی طرف توجہ ہوئی لیکن عامہ متصوفین کی صحبتوں کا جو رنگ ڈھنگ نظر آیا، اس سے طبیعت اور زیادہ مکدر ہو گئی۔ بالآخر دمشق آئے اور امام ابن تیمیہؒ کی صحبت میں داخل ہوئے۔

خود شیخ عماد الدین واسطی کا بیان ہے کہ میں دمشق پہنچا تو امام ابن تیمیہؒ سے بھی ملا۔ کہتے ہیں کہ جب پہلی مرتبہ ان کی صحبت درس میں حاضر ہوا تو عجیب اتفاق ہے کہ علم کلام کی نسبت گفتگو تھی اور امام موصوف فرمارہے تھے، دنیا میں متکلمین وفلاسفہ سے بڑھ کر مضطرب ومحروم اور اطمینان وسرور کی لذت سے یک قلم نا آشنا اور کوئی گروہ نہیں۔ پھر مشاہیر فلاسفۂ قدما اور اربابِ مقالات کے چند اقوال سنائے۔ جن میں انہوں نے خود اپنے وجود پر مجہولیت ونامرادی اور بدحالی وبے بصیرتی کی شہادت دی تھی۔

غرض شیخ موصوف کہتے ہیں کہ ایک ہی صحبت میں شکوک واضطراب کے سارے پردے اٹھ گئے اور میرے دل نے حلاوت، ایقان ولذت اور طمانیت پالی، پھر جب امام موصوف میرے حالات سے آگاہ ہوئے تو وصیت فرمائی۔

''ساری چیزیں چھوڑ کر صرف سیرۃ نبویہ کے معاملے اور تدبر وفکر کو اپنے اوپر لازم ٹھہرالو۔ یقین وایمان کی تمام بیماریوں کے لئے یہی نسخۂ شفا ہے''۔

Marfat.com

چنانچہ میں نے اسی کو حرزِ جان بنالیا اور جو کچھ پایا اسی کے وسیلے سے پایا۔ بہر حال اس واقعے میں قابلِ غور وہ عشق وشغف ہے جو امام موصوف (ابن تیمیہؒ) کو خصوصیت کے ساتھ سیرۃِ نبویہؐ سے تھا۔ ایک سرسری نظر رکھنے والا تو اس واقعے کو معمولی سی بات سمجھ کر مُعرضانہ آگے بڑھ جائے گا، لیکن صاحبِ نظر و بصیرت اسی ایک بات سے امام موصوف کے تمام علوم واعمال کا محور ومرکز معلوم کرسکتا ہے۔

انہوں نے ایک ایسے صاحبِ علم، مگر مریض شک واضطراب کو جو مدعیانِ علم وحکمت کی دانش فروشیوں کے ہاتھوں اپنا یقین واطمینان ضائع کرچکا تھا، یہ وصیت کی کہ ساری چیزیں چھوڑ کر صرف حیاتِ طیبۂ نبوت کے مطالعہ وتفکر میں لگ جاؤ، گویا اس طرح بتلا دیا کہ علم وبصیرت کا اصل سرچشمہ صرف حیاتِ نبوت اور منہاج مقامِ رسالت ہے، جسے قرآن حکیم نے ''الحکمۃ'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (بقرہ: ۲۶۹)

(جسے حکمت مل گئی تو یقین کرو اس نے بڑی ہی بھلائی پالی)

کیونکہ دنیا میں حکمتِ صادقہ کا اس حکمت سے الگ کوئی وجود ہی نہیں۔ ''حکمت یا تو منہاج سنت نبوت ہے، یا علم وعمل کی ہر وہ بات جو اس سے ماخوذ اور صرف اسی پر مبنی ہو، یہی ''خیر کثیر'' مبدأ جمیع خیرات وبرکاتِ ارض ونوع ہے اور صرف اسی نسخۂ شفا سے دل اور روح کی ساری بیماریاں دور ہوسکتی ہیں۔ خواہ شکوک وارتیاب کی بیماری ہو، خواہ اوہام وافکار کی، خواہ اِدّعا سے ادریت کا ہیجان ہو، خواہ حیرانی وسرگردانی لاادریت کا خمار! کوئی بیماری ہو دوا صرف ایک ہی ہے، یحییٰ کاشی کہتے ہیں۔

دوا یکے است بہ دارالشفائے میکدہ ہا
زہر مرض کہ بنالد کسے، شراب دہند

(میکدے کے دارالشفاء سے ہر مرض کے لئے بس ایک ہی دوا تجویز کی جاتی ہے جو کہ شراب ہے (یا جس مرض سے بھی جو شخص فریاد کرے، میکدہ کے دارالشفاء سے اس کو بطورِ دوا شراب دی جاتی ہے)

Marfat.com

غرض امام ابن تیمیہؒ نے ایسی حقیقت جو طبیعت کو جوار بابِ ظن ورائے کی صحبتوں سے وادی شک واضطراب میں حیران کن وسرگرداں ہوگئی تھی، ان ساری باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں کہی جو اور لوگ کہہ سکتے تھے، بلکہ صرف یہ وصیت کی کہ سیرتِ طیّبہ نبویہ کا مطالعہ کرو، یہی نسخۂ شفا شک وریب کے سارے دکھوں کا واحد علاج ہے، پھر قولاً بھی اپنے تمام مصنفات میں اسی چیز کو بنیاد و منبعِ ہر گونہ علم وایقان بتلاتے ہیں۔

شرح شمائل کا یہ چوتھا جزء ''آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاپاشیاں'' بھی اسی ہدف کے حصول اور بارگاہِ نبوت سے تعلقِ خاطر کا ارتباط ہے۔ جس میں حضور اقدس ﷺ کے پسندیدہ کھانے، محبوب غذا، سالن وروٹی، پسندیدہ پھل، مرغوب مشروبات، کھانے پینے کے مسنون طریقے وآداب، دسترخوان، پیالے، روٹی، ضیافت ومہمان نوازی، بعض معجزات، کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونے، آغاز میں بسملہ اور اختتام میں دعا اور کلماتِ طیبات پر مشتمل شمائل ترمذی کے (۱۷۷) احادیث کی سلیس، جامع اور دلنشین تشریح وتوضیح کردی گئی ہے۔

موضوع کی اہمیت کے متعلق عرفی جو کچھ کہہ گیا ہے، اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

(اے عرفی! عجلت سے کام نہ لو، کیونکہ یہ نعت (نبیؐ) کا راستہ ہے کوئی صحرا نہیں آہستہ چلو کہ یہ تلوار کی نوک پر قدم رکھنا ہے)

صحرا کی وسعت و پہنائی میں انسان جہاں چاہے قدم رکھے، جس طرف چاہے نکل جائے، پوری عمر بھی نئے نئے راستے اختیار کرنے کی کوششوں میں گزار دے تو حیاتِ مستعار ختم ہوجائے گی اور دامنِ صحرا کی پہنائی بدستور بے پایاں رہے گی، پھر تلوار کی دھار پر کون چل سکتا ہے؟ دھار پر پاؤں دھرتے ہی اس کے دو ٹکڑے ہوجائیں گے اور چلنے والا

Marfat.com

معذور ہو کر بیٹھ جائے گا۔ عرفی اس حقیقت سے ناواقف نہ تھا، مگر اس نے راستے کی مشکلات کا زیادہ سے زیادہ جامع اور مؤثر تصور پیدا کرنے کی کوشش میں یہ اسلوب اختیار کیا اور حق یہ ہے کہ مشکلات کا اس سے دل نشیں تر خاکہ کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

علم و عمل کی کوئی قابلِ ذکر متاع دامن میں ہے ہی نہیں کہ دعویٰ سے کچھ کہا جا سکے اور ہوتی بھی تو آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس کے آستانہ مبارکہ پر پہنچ کر کوئی دعویٰ زبان پر لانے یا دل میں رکھنے کا یارا کیسے ہو سکتا ہے؟ عشق و محبت سے روح و قلب سرشار سہی، لیکن جب اپنے غیر شایان اعمال پر نظر پڑتی ہے تو یہ سرشاری بھی سراسر بے حیثیت ہی رہ جاتی ہے۔

کتاب میں جو کچھ بھی ہے۔ احادیث ہی کا ترجمہ و تشریح ہے۔ تشریح و توضیح میں بھی اکابر محدثین اور مشائخ و اساتذہ کی نقل ہی نقل ہے۔ ترتیب و تالیف اپنی ہے اور اس میدانِ عشق و محبت میں اس کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں دردمندانہ التجا ہے کہ اگر میری تحریر کا کوئی بھی حصہ کسی دل میں حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ کی لو کسی قدر بھی تیز کر سکے تو وہ صاحب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس روسیاہ کی عاقبت بخیر ہو۔

جہاں جہاں لغزشیں اور خطائیں، خامیاں اور افتادگیاں نظر آئیں، ہاتھ اٹھائیں کہ خدائے عرش عظیم اپنے لطفِ عمیم اور فضل جسیم سے اس خطاکار کے گناہ بخش دے۔ ان میں قصد و نیت کا کوئی دخل نہ تھا۔ **انه هو يبدی ويعيد وهو الغفور الودود ذو العرش المجيد ، فعال لما يريد ۔**

عبدالقیوم حقانی

٢٠ جولائی ٢٠٠٥/١٤ جمادی الثانی ١٤٢٦ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ اَکْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے کے طریقے کے بیان میں

بعض نسخوں میں "باب صفة أكل رسول الله صلى الله عليه وسلم" (باب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی صفت کے بیان میں) منقول ہے۔ مگر پہلی عبارت بہتر ہے ، لان المقصود بيان الأخبار الواردة فی صفة اكله صلى الله عليه وسلم (مواہب ص ۱۱۲) (اس لئے کہ اصل مقصود ان احادیث کا بیان ہے جو حضور ﷺ کے کھانے تناول فرمانے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں)

لفظ "الاکل" کی تشریح :

الاکل: کی دو تعریفیں کی گئیں ہیں :

(۱) ادخال شئی من الفم الی البطن بقصد الاغتذاء (کسی چیز کا بہ ارادہ غذا حاصل

Marfat.com

کرنے منہ کے ذریعے پیٹ میں ڈالنا) مگر یہ تعریف درست نہیں ہے کیونکہ میوہ جات وغیرہ کا کھانا اس تعریف سے نکل جاتا ہے کہ انکا کھانا تفکّھًا (لذت اور مزہ کے لئے) ہوتا ہے۔ اغتذاء (غذا کے لئے) نہیں۔

(۲) ادخال الطعام الجامد من الفم الی البطن سواء کان بقصد التغذی اوغیرہ کالتفکہ. (مواہب ص ۱۱۲) (منجمد کھانے کو منہ کے ذریعہ پیٹ میں ڈالنا خواہ بہ ارادہ غذاء ہو یا غیر غذا یعنی تلذذ وغیرہ کے لئے۔ (مواہب ص ۱۱۲) لذت اور مزہ کے لئے لفظ جامد کی قید سے ''المائع'' نکل گیا، کیونکہ مائع چیز کا منہ میں ادخال، اکل نہیں بلکہ شرب ہے، کیونکہ شرب : ادخال المائع فی الفم (کسی بہنے والی چیز کو منہ میں ڈالنا) کو کہتے ہیں۔ اس میں پانی، چائے، دودھ، شربت اور اس قسم کی سب سیال اشیاء شامل ہیں۔

البتہ الاکل : (بالضم) فاسم لما یوکل (مواھب ص ۱۱۲) (الاکل (ہمزہ کے ساتھ) ہر کھائی جانے والی چیز کا نام ہے) والاکلۃ : للمرۃ و اکیلۃ الاسد فریسۃ التی یا کلھا. (مناوی ص ۲۳۱) (اور لفظ الاکلۃ ایک دفعہ کھانے کو اور اکیلۃ الاسد کے معنی شیر کا اپنے شکار کردہ چیز کو کھانا)

حضور اقدس ﷺ کے کھانے کا طریقہ :

اس باب میں مصنفؒ نے پانچ احادیث کی تخریج کی ہے، جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کا بیان ہے۔ جس سے آپ ﷺ کے کھانے کے طریقہ پر واضح روشنی پڑتی ہے کہ آپ ﷺ کس طرح بیٹھ کر اور دائیں ہاتھ سے اور پھر اس کی کن انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے، پھر کھانا کھا کر انگلیوں کو صاف فرماتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے اور پھر کسی کپڑے سے ہاتھ صاف کر لیا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے فلا یمسح یدہ حتی یَلْعَقُھَا اَوْیُلْعِقُھَا یعنی اپنا ہاتھ کھانا کھانے کے بعد نہ پونچھتے۔ جب تک اس کو چاٹ نہ لیتے یا کسی دوسرے کو چٹوا نہ دیتے۔ جناب وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کھانے کے بعد تولیہ سے ہاتھ پونچھنا سنت ہے۔ (لغات الحدیث ج ۵ ص ۴۱)

Marfat.com

(۱۳۲/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ يَلْعَقُ اَصَابِعَهُ ثَلَاثًا قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَرَوٰى غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَالَ يَلْعَقُ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں اس حدیث کو محمد بن بشار نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبدالرحمٰن بن مہدی نے سفیان کے حوالے سے بیان کی، انہوں نے یہ روایت سعد بن ابراہیم سے اخذ کی، اور انہوں نے یہ روایت کعب بن مالک کے فرزند سے حاصل کی، جو اپنے باپ کعبؓ صحابی رسول سے نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ محمد بن بشار کے علاوہ جو اس حدیث کی روایت کرتے ہیں، تو فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹتے تھے۔

راویان حدیث (۳۲۷) سعد بن ابراہیمؒ (۳۲۸) ابن کعب بن مالکؒ اور (۳۲۹) عن ابیہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

کھانے میں تین انگلیوں کا استعمال اور چاٹنا:

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یلعق اصابعہ ثلثا، حضرت کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد تین مرتبہ اپنی انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے تاکہ انگلیوں کے ساتھ لگا ہوا کھانے کا معمولی سا حصہ بھی ضائع نہ ہونے پائے۔ قال ابو عیسٰی ... الخ، سے امام ترمذیؒ اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ بعض نسخوں میں لفظِ ثلاثا کے بجائے الثلاث نقل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ثلاثاً مرات کی صفت نہیں بلکہ تین انگلیاں مراد ہیں، انگوٹھا، انگشتِ شہادت اور درمیان والی انگلی، ای الابہام و المسبحۃ والوسطیٰ (جمع ص ۲۳۳) کہ ان تینوں کے ساتھ آپؐ نوالہ کھایا کرتے تھے اور پھر ان کو چاٹ لیا کرتے تھے، جیسا کہ اسی باب کی حدیث نمبر ۴ میں اس کی

Marfat.com

تصریح کردی گئی ہے۔ فیہ اشارۃ خفیۃ الی انہ کان یاکل باصابعہ الثلاث (جمع ص ۲۳۲) (اس میں ایک مخفی اشارہ اس طرف ہے کہ آپؐ اپنے تین انگلیوں مبارک سے کھانا تناول فرماتے)

انگلیوں کو چاٹنے کی کیفیت :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنے کی ابتداء وسطی انگلی سے، پھر سبابہ اور پھر ابہام کو چاٹتے تھے جیسے کہ ملا علی قاریؒ نے حدیث نقل کر کے اس کی حکمت بیان فرمائی۔ کعب بن عجرہؓ فرماتے ہیں: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل باصابعہ الثلاث الابہام والتی تلیھا والوسطی ثم رأیتہ یلعق اصابعہ الثلاث قبل ان یمسحھا الوسطیٰ ثم التی تلیھا ثم الابہام و کان السرفیہ ان الوسطیٰ اکثر تلویثا لانھا اطول........اولان الذی یلعق الاصابع یکون بطن کفہ الیٰ جھۃ وجھہ فاذا ابتدأ بالوسطیٰ انتقل الی السبابۃ الی جھۃ یمینہ ثم الی الابہام ۔ (جمع ص ۲۳۳) میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ اپنی تین انگلیوں انگوٹھے اور اسکے ساتھ والی (انگشت شہادت) اور درمیان والی انگلی سے کھاتے تھے۔ پھر آپؐ کو دیکھا کہ اپنی تینوں انگلیوں کو پونچھنے سے پہلے چاٹ لیا کرتے پہلے درمیانی انگلی پھر اس کے ساتھ والی (انگشت شہادت) پھر انگوٹھے کو اور اس طریقے پر چاٹنے میں یہ راز ہے کہ درمیانی انگلی بوجہ لمبے ہونے کے زیادہ ملوث ہوتی ہے اور یا پھر اسلئے کہ جو شخص انگلیاں چاٹتا ہے تو اسکی ہتھیلی کا اندرونی حصہ اسکے چہرے کی طرف ہوگا پس جب ابتدا درمیانی سے کریگا تو پھر اسے دوسری انگلی سبابہ کی طرف انتقال دائیں جانب ہوگا اور پھر انگوٹھے کے لئے بھی اسی طرح (تو گویا چاٹنے میں بھی دایاں جانب ملحوظ رہا)

انگلیاں کب چاٹی جائیں :

یہ چاٹنا بھی کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ کھانے کے دوران نہیں اور یہی سنت ہے ای بعد الفراغ لافی الاثناء قال ابن حجر فیسن قبل المسح او الغسل

Marfat.com

اوبعد الفراغ من الاکل لعقها لروایة مسلم و یلعق یده قبل ان یمسحها محافظة علی البرکة وتنظیفًا لها (جمع ص۲۳۲) یعنی کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نہ کہ کھانے کے دوران علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں پس انگلیوں کا چاٹنا پونچھنے یا دھونے سے پہلے یا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سنت ہے مسلم شریف کی اس روایت کی بناء پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کھانے کے بعد) ہاتھوں کی انگلیوں کو پونچھنے سے پہلے اس لئے چاٹتے تھے تاکہ انکی صفائی اور برکت کا تحفظ ہو جائے) اصل بات یہ چل رہی تھی کہ تین انگلیاں چاٹنا سنت ہے یا تین مرتبہ؟ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ چاٹنا مستقل ادب ہے کہ اس سے مکمل صفائی حاصل ہو جاتی ہے اور تین انگلیاں چاٹنا مستقل ادب ہے، جیسا کہ اسی باب کی چوتھی روایت میں آرہا ہے۔ (خصائل)

ایک روایت کے مطابق چاٹنا بھی سنت ہے اور چٹوانا بھی، مگر چٹوانا وہاں مناسب ہے جہاں سامنے والا اسے بے تکلفی، محبت' شفقت' سنت اور برکت سمجھے۔ مثلاً مخلص خادم ہو، شاگرد رشید ہو، اپنی اولاد ہو، اہلیہ ہو، یحبون و یتلذذون بذلک منه (جمع ص۲۳۲) کہ وہ چاٹنے والے بھی اسکے چٹوانے کو پسند اور اسمیں لذت محسوس کریں) مگر ایسے لوگ جو متکبر ہوں، جن کے دماغ میں تہذیب مغرب کی رعونت ہو، جو سرمایہ دار اور مترفین ہوں اور جنہیں خیر و برکت اور محبت وخلوص کے اس عمل سے کراہت ہو، وہاں نہیں چٹوانا چاہیے۔ خلافاً لمن کره من المترفین لعق الاصابع استقذاراً (مواھب ص۱۱۲) بخلاف متکبرین مالدار قسم کے لوگ جو انگلیوں کو چاٹنے سے نفرت اور گھن محسوس کریں۔

انگلیاں چاٹنے کے برکات :

ایک روایت میں انگلیاں چاٹنے کی علت بھی بیان کی گئی ہے، وہ یہ کہ جب تم میں سے کوئی آدمی کھانا کھالے، تو اسے کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں۔ فانه لا یدری فی ایتهن البرکة (مواھب ص۱۱۲) (کیونکہ اسے کیا خبر کہ کھانے کے کونسے جزء میں خیر و برکت ہے)۔ اسی طرح برتن کا چاٹنا بھی سنت ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے کسی برتن میں کھایا، پھر اسے چاٹ لیا ...... استغفرت له القصعة (مواھب ص۱۱۲) تو وہ

Marfat.com

برتن اس کے لئے استغفار پڑھتا ہے۔

احیاء العلوم میں ہے جس نے برتن چاٹ لیا، پھر اسے دھویا اور وہی پانی پی لیا، کان لہ کعتق رقبۃ (مواھب ص۱۱۳) اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ نیز یہ بھی آیا ہے کہ جس نے دستر خوان پر گرے پڑے کھانے کے ٹکڑے کھالئے یا جو پلیٹ سے گرا اسے اٹھا کر کھالیا۔ امن من الفقر والبرص والجذام وصرف عن ولدہ الحمق، تو وہ فقر، برص اور جذام سے مامون رہے اور اس کی اولاد حماقتوں سے محفوظ رہے گی۔ الدیلمی میں ہے کہ جس نے دستر خوان پر گرنے والے ٹکڑے کھائے، خرج ولدہ صبیح الوجہ و نفی عنہ الفقر، اس کو اللہ پاک خوبصورت اولاد دے گا اور وہ فقر سے محفوظ رہے گا۔ اور جامع صغیر میں ہے، جس نے کھانے کے بعد پلیٹ چاٹ لی اور پھر انگلیاں چاٹ لیں، اشبعہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ (مواھب ص۱۱۳) اس کو اللہ پاک دنیا و آخرت میں بھوک سے محفوظ رکھے گا اور پیٹ بھر کر رزق عنایت فرماوے گا۔

(۲/ ۱۳۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلٰثَ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث حسن بن علی خلال نے بیان کی۔ اُن کے پاس یہ روایت عفان اور ان کے پاس حماد بن سلمہ نے بیان کی۔ انہوں نے ثابت سے اور ثابت نے یہ حدیث صحابی اور خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ سے سماعت کی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے، تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

راویان حدیث (۳۳۰) الحسن بن علی الخلالؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

83969

انگلیوں کے چاٹنے کو کراہت سے نہ دیکھا جائے :

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم...... الخ، مضمون حدیث اور متعلقہ ضروری

Marfat.com

بحث پچھلی حدیث میں عرض کردی ہے۔ شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں ان لوگوں پر رد ہے، جو انگلیاں چاٹنے کو "استقذارا" (بطورِنفرت) ناپسند کرتے ہیں۔ امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ بعض بے وقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند اور قبیح سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ تو عقل کی بات ہے اور انہیں سمجھنی چاہیے کہ انگلیوں پر جو کھانا لگا ہوا ہے، یہ وہی تو ہے جو اتنی دیر سے کھایا جا رہا تھا۔ اس میں کیا نئی چیز آ گئی کہ اس سے نفرت ہونے لگی اور اس میں کراہت آ گئی (ان کے اپنے الفاظ اس طرح ہیں)۔ قال الخطابی عاب قوم افسد عقولهم الترفه لعق الاصابع واستقبحوه کانهم ماعلمو ان الطعام الذی علق بهاو بالصحفة جزء من الماکول واذالم یستقذر کله فلا یستقذر بعضه ولیس فیه اکثر من مصها بباطن الشفة . (مناوی ص ۲۳۴) ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے فعل کو قبیح سمجھے یا کسی بھی انسان کے فعل کو، اس میں تو کلام ممکن ہے، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی بھی فعل اور کسی بھی سنت کو قباحت کی طرف منسوب کرنا اندیشۂ کفر ہے۔

جیسا کہ علامہ ملا علی قاریؒ نے یہی بات ان الفاظ سے تعبیر کی ہے۔ قال ابن حجرؒ: واعلم ان الکلام فیمن استقذر ذلک من حیث هو لا مع نسبته للنبی ﷺ والا خشی علیه الکفر اذ من استقذر شیئًا من احواله مع علمه بنسبته الیه صلی الله علیه وسلم کفر. (جمع ص ۲۳۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں:

"درحقیقت ایسے امور میں عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے، جن کو عادت ہوتی ہے، ان کو التفات بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر کسی کو کراہت طبعی اپنے اس فعل سے ہو بھی تب بھی عادت کی کوشش کرنا چاہیے۔ بندہ جب حجاز گیا تھا، تو وہاں کے بعض احباب نے جو ہندوستان کبھی نہیں آئے تھے۔ مجھ سے نہایت ہی تعجب اور بڑی حیرت سے یہ پوچھا تھا، ہم نے سنا ہے کہ ہندوستان میں کوئی پھل آم کہلاتا ہے۔ اس کے متعلق ایسی گندی بات سنی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس کو منہ میں لے کر چوسا جاتا ہے، پھر باہر نکالا جاتا ہے، پھر اس کو منہ میں لے کر چوسا جاتا ہے، پھر باہر نکال کر دیکھتے ہیں، پھر منہ میں لے لیتے ہیں۔

Marfat.com

غرض اس انداز سے وہ گھناوٹ سے تعبیر کر رہے تھے، جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو اس تذکرہ سے قے ہو جائے گی۔

لیکن کسی ہندی کو کراہیت کا خیال بھی نہیں آتا۔ ایک اسی پر کیا موقوف ہے فیرنی کا چمچہ سارا منہ میں لے لیا جاتا ہے، پھر اس لعاب کے بھرے ہوئے کو رکابی بھی ڈال دیا جاتا ہے، پھر دوبارہ اور سہ بارہ۔ اسی طرح اور سینکڑوں مناظر ہیں کہ ان کے عادی ہونے کی وجہ سے کراہیت کا واہمہ بھی نہیں ہوتا'' (خصائل ص ۸۳)

(۱۳۴/۳) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَزِيْدَ الصُّدَائِيُّ الْبُغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِسْحٰقَ الْحَضْرَمِيُّ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ ابْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا اَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا.

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْاَقْمَرِ نَحْوَهٗ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسین بن علی بن یزید صدائی بغدادی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یعقوب بن اسحٰق حضرمی نے روایت کیا۔

انکو یہ حدیث شعبہ سے سفیان ثوری کی وساطت سے پہنچی، انہوں نے علی ابن اقمر سے اور انہوں نے علی صحابی رسول حضرت ابوجحیفہؓ سے نقل کیا ہے۔ ابوجحیفہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

راویان حدیث (۳۳۱) حسین بن علی بن یزید الصدائیؒ اور (۳۳۲) یعقوب بن اسحٰق الحضرمیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک تعارض سے جواب:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَمَّا اَنَا فَلَا آکل مُتَّکِئًا، اس حدیث کی تشریح گذشتہ صفحات میں حدیث (۱۲۷/۳) باب ما جاء فی التکاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم میں تفصیل سے گذر چکی ہے۔

اور ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے جو یہ روایت نقل کی ہے کہ انہ اکل مرۃ مُتّکِئًا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ٹیک لگا کر کھانا کھایا تھا۔

علامہ البیجوریؒ اس کی متعدد توجیہات کرتے ہیں۔

(۱) فلعلہ لبیان الجواز۔ (شاید کہ صرف بیان جواز کے لئے ہو)

(۲) او کان قبل النھی، (یا یہ آپؐ کے منع کرنے سے پہلے کا واقعہ ہو) جس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے ابن شاہین نے حضرت عطاء سے نقل کیا ہے کہ ان جبرئیل رأی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یاکل متکِئًا فنھاہ (مواھب ص۱۱۳) کہ بیشک جب جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ تکیہ لگا کر کھا رہے ہیں تو اس کو منع کر دیا۔

(۳) ٹیک لگا کر کھانے سے طعام بہ سہولت نیچے نہیں اترتا اور نہ اسے معدہ بہ سہولت قبول کرتا ہے اور بعض اوقات اس سے تکلیف بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تو تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔

(۴/ ۱۳۵) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْحٰقَ الْهَمْدَانِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ ابْنِ لِکَعْبِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ بَاَصَابِعِهٖ الثَّلَاثِ وَ یَلْعَقُهُنَّ.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہارون بن اسحٰق ہمدانی نے بیان کی۔ انکے پاس اسے عبدۃ بن سلیمان نے ہشام بن عروۃ کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت کعب بن مالکؓ کے فرزند سے سُنی۔ جنہوں نے اسے اپنے باپ حضرت کعبؓ کے حوالے سے پیش کیا۔ کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ کی عادت شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔

Marfat.com

تین انگلیوں سے کھانے کی مزید توضیح :

قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یاکل باصابعہ الثلاث ویلعقھن. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیوں سے کھانا نوش فرماتے تھے اور ان کو چاٹ لیتے تھے۔

پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ پانچ انگلیوں سے کھانا حریص قسم کے لوگوں کا کام ہے۔ علامہ البیجوریؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت نقل کرتے ہیں کہ "الأکل باصبع اکل الشیطان وباصبعین اکل الجبابرۃ وبالثلث اکل الانبیاء (کہ ایک انگلی کیساتھ کھانا شیطان کے کھانے اور دو انگلیوں کیساتھ متکبرین اور بڑے لوگوں کے کھانے اور تین انگلیوں کے ساتھ نبیوں کے کھانے کا طریقہ ہے) (مواھب ص ۱۱۴)

حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد ہے "الأکل باصبع واحد مقت وباثنتین تکبر وبالثلثۃ سنۃ و بمازید شرۃ"۔ (کہ ایک انگلی سے کھانا مبغوض اور قابل نفرت اور دو انگلیوں سے تکبر ہے اور تین انگلیوں سے سنت ہے اور اس سے زیادہ انگلیوں کے ساتھ کھانا حرص اور ہلکا پن ہے)۔

بعض روایات میں پانچ انگلیوں سے کھانا بھی ثابت ہے، تو وہ بوجہ ضرورت کے ہے۔ کوئی ایسی چیز ہو، جس کو تین انگلیوں سے کھانے میں دقت ہو، تو پھر پانچوں سے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے۔ تاہم اس سے حتی الوسع پرہیز کیا جائے کہ لقمہ کے بڑا ہونے کی وجہ سے بسا اوقات فمِ معدہ پر بوجھ اور حلق میں اٹک جانے کا سبب بھی ہو جاتا ہے اور کبھی اس سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ وربما سدّ المجریٰ فمات فوراً. (مواھب ص ۱۱۴)

چمچوں کا استعمال :

بعض صالحین نے چمچوں کے استعمال سے بھی پرہیز کیا ہے، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تین انگلیوں سے کھانا کھانا ثابت ہے۔

ہارون رشید کے بارے میں آیا ہے۔ جب ایک مرتبہ ان کے سامنے طعام لایا گیا، تو انہوں نے چمچ طلب فرمائی۔ اس وقت امام ابو یوسفؒ ان کے ہاں تشریف فرما تھے، انہوں

Marfat.com

نے ہارون رشید سے عرض کی۔

حضور! جاء فی تفسیر جدک ابن عباس فی تفسیر قوله تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم جعلنا لهم اصابع یاکلون بها فأحضرت الملاعق فردها وأکل باصابعه (مواھب ص ۱۱۴)

یعنی تمہارے دادا جان حضرت ابن عباسؓ نے تفسیر آیۂ کریمہ ولقد کرمنا بنی آدم کے ضمن میں فرمایا ہے:

"جعلنا لهم اصابع یاکلون بها (کہ ہم نے ان کو انگلیاں دیں جن سے وہ کھاتے ہیں) تو ہارون الرشید نے چمچوں کو واپس کر دیا اور انگلیوں سے کھانا کھایا۔

(۵/ ۱۳۶) حَدَّثَنَا اَحمَدُ بنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا الفَضلُ بنُ دُکَینٍ حَدَّثَنَا مُصعَبُ بنُ سُلَیمٍ قَالَ سَمِعتُ اَنَسَ بنَ مَالکٍ یَقُولُ اُتِیَ رَسُولُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ بِتَمرٍ فَرَاَیتُهٗ یَاکُلُ وَهُوَ مُقعٍ مِنَ الجُوعِ.

ترجمہ: "امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن منیع نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت فضل بن دکین سے اخذ کی۔ انہوں ے یہ روایت مصعب بن سلیم سے سنی اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نوش فرما رہے تھے اور اس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے، بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹیک لگا کر کھانا بوجہ عذر کے تھا:

یقول اتی رسول اللہ علیه وسلم بتمر فرأیته یاکل وهو مقع من الجوع. حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں، تو میں نے دیکھا کہ وہ تناول فرما رہے ہیں اور بھوک کی وجہ سے سہارا لیئے ہوئے تھے۔

مقع، اقعاء سے ہے، وهو ان یستند الانسان الی ماوراءه من الضعف

Marfat.com

(اتحافات ص ۲۰۰) (اور وہ یہ کہ انسان کسی چیز کو ضعف اور کمزوری کیوجہ سے اپنے پیچھے تکیہ کیلئے کھڑا کرے)۔ اکڑوں بیٹھنے، دونوں سرینوں پر بیٹھنے اور دونوں پنڈلیوں کو کھڑا کر کے کسی چیز کا پیٹھ پیچھے سہارا لینے کو اقعاء کہتے ہیں۔ احادیث میں ٹیک لگا کر کھانا ممنوع ہے۔ حدیث باب میں جو **اقعاء** کا ذکر ہے، یہ بوجہ عذر و ضرورت کے تھا، یعنی بھوک تھی اور ضعف تھا۔ علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں۔ **ولیس فی ھذا مایدل علی ان الاستناد من اٰداب الاکل لانہ انما فعلہ لضرورۃ الضعف** (مواھب ص ۱۱۴) (اور اس حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں جو یہ دلالت کرے کہ ٹیک لگانا یہ کھانے کے آداب و سنن میں ہے کیونکہ آپؐ نے تو یہ فعل بوجہ عذر کمزوری اور ضعف کیا تھا)

لہٰذا نہ تو اس روایت پر ان احادیث کا اشکال ہو سکتا ہے، جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلا عذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ثابت ہو سکتا ہے۔

==========================

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ خُبْزِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کے بیان میں

گذشتہ باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے اور اس کی کیفیت کا بیان تھا۔ اس باب میں آپ ﷺ کی کھائی جانے والی روٹی کا بیان ہے کہ وہ گندم کی ہوتی تھی یا جو کی، میدے کی ہوتی تھی یا چھنے ہوئے آٹے کی، پراٹھے بھی ہوا کرتے تھے یا نہیں۔ میدہ کی روٹی کا آپؐ سے کھانا ثابت نہیں۔ میدہ کی روٹی مالداروں کی غذا تھی، گندم تو کاشت ہی نہیں ہوتی تھی، دور دراز علاقوں شام وغیرہ سے منگوائی جاتی تھی۔ حضور اقدسؐ کو بالعموم جو کی سادہ روٹی میسر آتی تھی، جسے آپؐ تناول فرماتے اور خدا کا شکر ادا کرتے۔ پراٹھہ پکنے کا ذکر تو روایت میں ملتا ہے، مگر کھانے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ روایات نقل کی ہیں، ای باب بیان صفة خبز رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (مواھب ص۱۱۴) یعنی باب حضورؐ کی روٹی کے اوصاف کے بیان میں۔

والخبر (بالضم) الشیء المخبوز من نحو بروهو المراد هنا (مواھب ص۱۱۴) خبز بضم الخاء سے مراد ایسی چیز جو گندم وغیرہ سے پکائی ہوئی ہو۔ اور یہاں بھی یہی مراد ہے۔

هو ما یخبز من برّ او شعیرٍ وغیرهما (اتحافات ص۲۰۲) جو گندم یا جو وغیرہ سے پکائی جائے۔

(۱/۱۳۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ یَزِیْدَ یُحَدِّثُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ یَوْمَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ حَتّٰی قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

Marfat.com

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن مثنیٰ اور محمد بن بشار نے یہ روایت بیان کی، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں اسے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کو شعبہ نے ابواسحٰق کے واسطہ سے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن ابن یزید کو اسود بن یزید سے روایت بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے یہ روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اخذ کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدسؐ کی وفات تک حضورؐ کے اہل وعیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

راویان حدیث (۳۳۳) عبدالرحمٰن بن یزیدؒ اور (۳۳۴) اسود بن یزیدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ ''آل'' مقحم یا غیر مقحم :

ماشبع ال محمد...... الخ، شبع کا معنیٰ شکم سیر ہونا۔ من باب طرب (مواھب ص ۱۱۴) اس روایت میں لفظِ ''ال'' اگر مقحم زائد ہو، تو مراد آپؐ کی ذات مبارک ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ خود سرورِ عالمؐ نے مسلسل دو روز تک گندم کی روٹی، تو اپنی جگہ جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور اگر لفظِ ''ال'' مقحم نہ ہو، تو آپؐ کی ذات بمع اہل خانہ کے مراد ہے۔ یعنی آپؐ کے حینِ حیات آپؐ کے اہل خانہ نے بھی مسلسل دو روز تک جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

والمراد بالآل هنا ازواجه والذين كان ينفق عليهم ويعولهم ويحتمل ان يكون لفظ ''ال'' زائداً فيكون المراد ماشبع رسول الله صلى الله عليه وسلم (اتحافات ص ۲۰۲) اور یہاں آل سے مراد آپؐ کی ازواج مطہرات اور جن پر آپؐ خرچ کیا کرتے یعنی اہل وعیال اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں لفظ آل زائد ہو تو پھر مراد یہ ہوگا کہ خود حضورؐ سیر نہیں ہوتے تھے۔ الخ)

اس سلسلہ میں مختلف احادیث منقول ہیں۔ ایک حدیث میں ہے ''ماشبع آل محمد من طعام ثلثة ايام (کہ حضورؐ کے اہل وعیال نے تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا) اور ایک دوسری روایت ہے ''ماشبع آل محمد من خبز مادوم (محمدؐ کے اہل وعیال

Marfat.com

سیر نہیں ہوئے ایسی روٹی سے جو سالن کے ساتھ ہو) ایک اور حدیث میں ہے ، ما شبع ال محمد یومین الا واحد هما تمر (کہ پیٹ بھر کر نہیں کھائی حضورؐ کے گھرانے نے مسلسل دو دن مگر ان میں سے ایک دن کھجور ہوتی تھی)۔ گویا ایک دن کھانا ایک دن فاقہ ہوتا تھا۔ سخاوت، بخشش اور جود وعنایت آپؐ اور آپؐ کے خاندان کا امتیازی وصف تھا۔ فقیروں، عاجزوں، مسکینوں اور غریبوں کی پرورش آپ کی شفیق طبیعت تھی، اس لئے ایک روز آپؐ اور آپؐ کے اہل بیت روٹی سالن کھالیا کرتے تھے۔ دوسرے روز کھجور پر گذارا کر کے غریبوں، فقراء اور محتاجوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ دنیاوی عیش وعشرت اور فارغ البالی کو ان مقدس وجودوں نے پسند ہی نہیں فرمایا، بلکہ فقر وفاقہ کی زندگی کو تمام لذتوں پر ترجیح دے کر پیارے محبوبؐ کے نقش قدم پر چلنے کو باعثِ فخر سمجھتے۔

ایک اشکال کا جواب :

بعض روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضور اقدسؐ اپنے اہل بیت کو ایک ایک سال کا نفقہ عنایت فرمادیا کرتے تھے۔ دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے۔ علماء نے اس کے متعدد جوابات بیان کئے ہیں۔

(۱) اس حدیث میں لفظ "اهل" مقحم یعنی زائد ہے۔ مراد خود ذاتِ اقدسؐ ہے اور آپؐ نے اپنی ذات کے لئے کبھی بھی ذخیرہ نہیں کیا۔

(۲) حضور اقدسؐ تو اپنی ازواج مطہرات کو سال کا ذخیرہ حوالہ کر دیا کرتے تھے، مگر ازواج مطہرات شوقِ ثواب میں سب کچھ فقراء مساکین اور محتاجوں میں صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔ ولا ینا فی ذلک انه کان یدخر فی آخر حیاته قوت سنة لعیاله لأنه کان یعرض له حاجة المحتاج فیخرج فیها ما کان یدخره. (مواهب ص ۱۱۵) اور یہ آپؐ کی گذشتہ حالت کے منافی اور مخالف نہیں کیونکہ آپؐ تو اپنی آخری زندگی میں اپنے اہل وعیال کے لئے پورے سال کا غلہ ذخیرہ فرمادیتے تھے لیکن جب کوئی محتاج اپنی حاجت آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیتا۔ تو پھر ذخیرہ شدہ میں سے اس کی حاجت کے لئے نکال لاتے۔

(۳) حضور اقدسؐ اور ازواج مطہرات کا فقر اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا، کیونکہ آپؐ

Marfat.com

خود کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔ اور ازواج مطہرات اپنے نفقات کا صدقہ کرلیا کرتی تھیں۔ فقرِ اختیاری کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) گھر میں سب کچھ موجود ہے۔ مگر کھاتے نہیں، یہ فقرِ مذموم ہے۔

(۲) جو مل جائے تناول کرلیا جائے، نہ ملے تو صبر کرلیا جائے۔ بظاہر یہ فقر اضطراری ہے، مگر آپؐ کے حق میں اسلئے اختیاری ہے کہ آپؐ دعا سے متمول بن سکتے تھے۔ اُحد پہاڑ سونے کا بنانے کی پیش کش کی گئی، مگر آپؐ نے اختیاراً فقر کو ترجیح دی، بلکہ ہمیشہ دعا فرمایا کرتے تھے، اللھم احینی مسکینًا واَمتنی مسکینًا واحشرنی فی زمرۃ المساکین ۔(اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مجھے موت بھی مسکینی میں دے اور آخرت میں مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھائیے)۔ فقر اختیاری کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپؐ کے پاس جتنا مال بھی آجاتا تھا، آپؐ اس کو راہ خدا میں فوراً خرچ کر دیتے اور آپؐ کے پاس کچھ باقی نہ رہتا۔

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی توجیہات :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے بھی اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں' فرماتے ہیں۔

(۱) یہ کہ سال بھر کا نفقہ اس حساب سے ہو کہ مسلسل دو دن کی روٹی کا حساب نہ بیٹھتا ہو، بلکہ کبھی روٹی، کبھی کھجوریں اور کبھی فاقہ۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ نفقہ کیا عجب ہے کہ کھجوریں ہی ہوں۔ اس حدیث میں اس کی نفی نہیں بلکہ یہاں تو صرف روٹی کی نفی ہے۔

"الشبع" کی مضرتیں :

علماءؒ نے اس پر تنبیہ کی ہے' جو شبع (پیٹ بھر کر کھانا) معدہ میں فساد پیدا کرے اور پیٹ بڑھائے وہی "منھی عنہ" یعنی ممنوع ہے اور حق بھی یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا اعضاء کو عبادت میں بوجھل بنا دیتا ہے۔ انسان میں فطری اور طبعی نشاط کو ختم کر دیتا ہے۔

Marfat.com

نیند کی کثرت اور سستی وغفلت کا باعث بنتا ہے، صاحبِ اتحافات بھی یہی نقل کرتے ہیں:
والحق ان الشبع يثقل الاعضاء عن العبادة، ويقلل نشأط المرء و يكثر من نومه وتثاؤبه.
(اتحافات ص۲۰۲)

(۱۳۸/۲) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا حَرِیْزُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ سُلَیْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ الْبَاهِلِیَّ یَقُوْلُ مَا کَانَ یَفْضُلُ عَنْ اَهْلِ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِیْرِ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عباس بن محمد دوری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یحییٰ بن ابی بکیر نے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کو حریز بن عثمان نے سلیم بن عامر کے واسطے سے بیان کیا۔ سلیم کہتے ہیں کہ میں نے ابوامامہؓ باہلی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔

راویانِ حدیث (۳۳۵) یحییٰ بن ابی بکیرؒ (۳۳۶) حریز بن عثمانؒ (۳۳۷) سلیم بن عامرؒ اور (۳۳۸) ابوامامۃ الباھلیؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کچھ بھی نہ رہتا:

ما کان يفضل عن اهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم خبز الشعير:

فضل کا معنی باقی رہنا، بچنا اور زیادہ ہو جانا، آتا ہے۔ ای یزید (یفضل کا معنی یزید ہے) (جمع ص ۲۳۸) یعنی دسترخوان پر جب کھانا چنا جاتا ہے، وہ اتنا ہی ہوتا تھا کہ سارا کھالیا جاتا تھا، بمشکل اس سے شکم سیری ہوتی ہے۔ یعنی آپؐ کے گھر میں اشیاء خورد ونوش بہت قلیل ہوا کرتے تھے کہ جو کی سادہ روٹی بھی بمشکل میسر تھی۔ اس کے فاضل بچے رہنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ میرکؒ فرماتے ہیں ''ای کان لا یبقی فی سفرتهم فاضلاً عن ماکولهم'' (یعنی ان کے دسترخوان میں کھائے گئے کھانے سے زائد نہیں بچتا تھا) سیدہ عائشہؓ کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ قالت مارفع عن مائدته کسرة خبز حتی قبض (آپؐ کے دسترخوان سے آپؐ کی وفات تک کوئی بچا ہوا ٹکڑا نہیں اٹھایا گیا) وقد ورد عن

Marfat.com

عائشۃؓ ایضاً انہا قالت توفی صلی اللہ علیہ وسلم ولیس عندی شیء یاکلہ ذو کبد الاشطر شعیر فی رف أی نصف وسق فاکلت حتی طال علی فکلتہ ففنی۔ (مناوی ص ۲۳۸) (اوراسی طرح حضرت عائشہؓ سے یہ بھی منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپؐ کی جب وفات ہوئی تو میرے پاس کسی جگر والے یعنی ذی روح کے لئے کھانے کو کچھ بھی موجود نہ تھا مگر آدھے وسق کی مقدار میں جو میں اس سے کھایا کرتی کافی مدت تک پھر میں نے جب اس کو ماپ لیا تو پھر ختم ہو گئے)

(۱۳۹/۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مُعَاوِیَۃَ الْجُمَحِیُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ ھِلَالِ بْنِ خُبَابٍ عَنْ عِکْرَمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبِیْتُ اللَّیَالِیَ الْمُتَتَابِعَۃَ طَاوِیًا ھُوَ وَاَھْلُہٗ لَا یَجِدُوْنَ عَشَاءً وَکَانَ اَکْثَرُ خُبْزِھِمْ خُبْزَ الشَّعِیْرِ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبداللہ بن معاویہ جمحی نے بیان کی۔ اُنکے پاس یہ روایت ثابت بن یزید نے ہلال بن خباب کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عکرمۃ سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سُنی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اور آپؐ کے گھر والے کئی کئی رات پے در پے بھوکے گذار دیتے تھے کہ رات کو کھانے کے لئے کچھ موجود نہیں ہوتا تھا، اور اکثر غذا آپ ﷺ کی جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (گو کبھی کبھی گیہوں کی روٹی بھی مل جاتی تھی)۔

راویان حدیث (۳۳۹) عبداللہ بن معاویہ الجمحیؒ اور (۳۴۰) ہلال بن خبابؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظ ''طاویاً'' کا معنی :

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبیت .....الخ، طاویاً: طوی سے ہے۔ باب ضرب بمعنی لپیٹنے کے، اگر باب علم سے ہو تو، بمعنی بھوکا رہنے کے ہے۔ طاوی

Marfat.com

کا معنی مجازاً بھوکا ہونا آتا ہے۔ای خالی البطن جائعاً وطوی (بالفتح) اذا جوّع نفسه قصداً (جمع ص ۲۳۸) یعنی خالی پیٹ (بھوکا) اور طوی (فتح کیساتھ) کا معنی یہ ہے کہ جب اپنے آپ کو قصداً بھوکا رکھے۔

عشاء ! عین کے فتح کے ساتھ وھو مایو کل عند العشاء (بالکسر) (جمع ص ۲۳۹) جو چیز رات کو عشاء کے وقت کھائی جائے۔

لفظ ''اھل'' کی تشریح :

اھلہ ! مراد عیال ہیں، زوجہ سے بھی کنایہ ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، وسار باھله (کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ چلے) وتاھل بمعنی تزوّج کے ہے۔علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں: والمراد باھله عیاله الذین فی نفقته وفی المغرب اھل الرجل امرأته وولده والذین فی عیاله ونفقته وکذا کل أخ وأخت وعم وابن عم وصبی یقوته فی منزله (مواھب ص ۱۱۵) اور اہل سے مراد گھرانے کے وہ افراد ہیں جن کا نان نفقہ اسکے ذمہ ہو اور لغت کی کتاب مغرب میں ہے کہ ایک شخص کے اہل اس کی بیوی اولاد اور گھرانے کے وہ لوگ جن کا خرچ وخوراک اس کے ذمہ ہو اور اسی طرح ہر بہن اور بھائی چچا اور چچا زاد بھائی اور دیگر چھوٹے بچے جو اس گھر میں پلتے ہوں (وہ سب اس کے اہل کہلاتے ہیں)

اظہار فقر سے اجتناب :

مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔یہ تو حضور اقدسؐ اپنی شرافتِ نفس وعظمتِ منصب اور رفعتِ مقام کی وجہ سے اپنے صحابہ کرامؓ سے بھی اس کیفیتِ فقر وافلاس کو چھپائے رکھتے تھے۔علامہ البیجوریؒ کے الفاظ میں یبالغ فی ستره ذلک عن اصحابه ، آپؐ اپنے صحابہؓ سے اس کو چھپانے کی انتہائی کوشش فرماتے تھے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو آپؐ کے اور اہل بیتِ اطہار کے فقر وافلاس کا علم ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ دو دو تین تین روز فاقہ سے گذر رہے ہیں اور وہ خاموش رہیں اور تعاون نہ کریں، مگر آپؐ نے اور آپؐ کے اہل بیت نے اپنے فقر واحتیاج کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

Marfat.com

اس میں بھی تعلیم امت مقصود تھی کہ غربت و افلاس اور فقر و فاقہ کے باوصف دستِ سوال نہیں پھیلانا چاہیے۔ وھذا یدل علی فضل الفقر و التجنب عن السؤال مع الجوع (مواھب ص ۱۱۵) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر و فاقہ کے باوجود یہ عمل دستِ سوال سے بچنے کی فضیلت پر دلالت کر رہا ہے۔

روٹی اکثر جو کی تناول فرماتے:

وکان اکثر خبزھم خبز الشعیر: حضور اقدس کی روٹی اکثر جو کی ہوا کرتی تھی اور اگلی روایت میں آ رہا ہے کہ جو کا موٹا آٹا ہوتا تھا۔ چھلنی بھی نہ ہوتی، پھونکوں سے تنکے اڑا دیئے جاتے تھے۔

(۱۴۰/۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ ابْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ الْحَنَفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَھُوَ ابْنُ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّہٗ قِیْلَ لَہٗ اَکَلَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ یَعْنِی الْحُوَّارَیَّ فَقَالَ سَھْلٌ مَارَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ حَتّٰی لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی فَقِیْلَ لَہٗ ھَلْ کَانَتْ لَکُمْ مَنَاخِلُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا کَانَتْ لَنَامَنَاخِلُ فَقِیْلَ کَیْفَ کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِیْرِ قَالَ کُنَّا نَنْفُخُہٗ فَیَطِیْرُ مِنْہُ مَاطَارَ ثُمَّ نَعْجِنُہٗ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت ہمیں عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی اُن کے پاس بیان کیا عبیداللہ بن عبدالمجید حنفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبدالرحمٰن نے بیان کی، جو کہ ابن عبداللہ بن دینار تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو حازم نے صحابی رسول حضرت سہل بن سعدؓ کے حوالے سے بیان کی۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حضورؐ کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا، پھر سائل نے پوچھا کہ حضورؐ کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں، انہوں نے فرمایا کہ نہیں تھیں۔ سائل نے پوچھا پھر جو کی روٹی کو کیسے پکاتے تھے (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے

Marfat.com

ہیں) سہلؓ نے فرمایا کہ اس کے آٹے میں پھونک مارلیا کرتے تھے، جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اُڑ جاتے تھے، باقی گوندھ لیتے تھے۔

راویان حدیث (۳۴۱) عبداللہ بن عبدالمجید الحنفیؒ (۳۴۲) عبدالرحمٰن یعنی عبداللہ بن دینارؒ (۳۴۳) ابوحازمؒ اور (۳۴۴) سہل ابن سعدؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظ ''النقیّ'' اور ''الحواری'' کی تشریح :

اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النقی یعنی الحواریّ : النقیؔ چھنا ہوا آٹا اور میدہ اس کو الحواری بھی کہتے ہیں۔ یہاں پر ہمزۂ استفہام محذوف ہے۔ وھی ثابتة فی نسخة (مواھب ص۱۱۶) (اور یہ ھمزہ ایک نسخہ میں موجود ہے)۔ النقیؔ: اس لئے کہتے ہیں کہ وہ چھلنی سے صاف ہوکر آتا ہے۔ لنقائه من النخالة قال :

یطعم الناس اذا ما امحلوا من نقی فوقه ادمه

شاعر کہتا ہے کہ (میرا ممدوح) لوگوں کو کھلاتا ہے جب وہ قحط زدہ ہوتے ہیں میدہ کی روٹی سالن کے ساتھ۔

الحواری : النقی کی تفسیر ہے، جو راوی کا ادراج ہے' ھو الذی نخل مرة بعد مرة من التحویر والتبییض وھو تفسیر ملرج. (اتحافات ص۲۰۵) (حواری وہ میدہ اور آٹا ہے جو کئی بار چھانا جائے یہ تحویر اور تبییض (سفیدی کے مادہ سے ہے اور نقی کی تفسیر حواری ہے یہ راوی کا ادراج ہے۔

حواری مخلص دوست کو کہتے ہیں، قال الحواریون نحن انصار اللہ (صف ۱۴) مخلص دوستوں نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک مخلص دوست ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت سہلؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپؐ نے اپنی زندگی میں کبھی چھنے ہوئے آٹے سے پکی ہوئی روٹی بھی کھائی ہے۔

Marfat.com

حضورؐ نے میدہ کبھی دیکھا بھی نہیں :

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ کھانا تو کجا، ما رأى رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم النقیّ، آپؐ نے زندگی میں چھنا ہوا آٹا یا میدہ دیکھا بھی نہیں ولکن سهلاً لم ینف الأکل فقط بل نفی الرؤیة کذالک (اتحافات ص ۲۰۵) یہاں حضرت سہلؓ نے صرف میدہ کی روٹی کھانے کی نفی نہیں کی بلکہ دیکھنے تک کی بھی کردی۔ حتی لقی اللّٰه۔ یہ وصال مبارک سے کنایہ ہے کیونکہ موت اللہ کی ملاقات کے اولین مقدمات میں سے ہے۔ ظاہرِ روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے چھنا ہوا آٹا اور میدہ نہ تو بعثت سے قبل دیکھا تھا اور نہ بعد میں، لم یرا النقی قبل البعثة ولا بعدها (اتحافات ص ۲۰۵) حضرت سہلؓ سے ایک دوسرے طریق سے روایت منقول ہے، ما رأى رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم منخلاً من حین ابتعثه الله حتی قبضه (جمع ص ۲۴۰) (نبی کریمؐ نے بعثت سے لے کر وصال تک کبھی چھانی کو دیکھا بھی نہیں)

حضرت سہلؓ سے مزید پوچھا گیا هل کانت لکم مناخل علی عهد رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم (کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھانیاں ہوتی تھیں) مناخل، منخل کی جمع ہے، وهو آلة النخل وهو معروف (وہ چھاننے کا ایک آلہ ہوتا ہے جو لوگوں میں مشہور ہے) (اتحافات ص ۲۰۵) جسے ہم اردو میں چھانی کہتے ہیں۔

جب سوال بصیغہ جمع ہے، یعنی هل کانت لکم (معشر الصحابة من المهاجرین و الانصار) (اے جماعت صحابہؓ! (مہاجرین وانصار) کیا تمہاری چھانیاں ہوتی تھیں) (مواھب ص ۱۱۶) تو اس کا جواب بھی جمع کے صیغے میں دیا گیا۔ ما کانت لنا مناخل (ہماری چھانیاں نہیں تھیں)۔

آٹا صاف کرنے کا طریقہ :

سامعین نے روایت پر اور قصہ پر تعجب کیا، اس لئے پھر سوال کیا گیا' کیف کنتم تصنعون بالشعیر (تو پھر جو (پسے ہوئے) کیسا تھ تم کیا معاملہ کرتے تھے)، تو

Marfat.com

جواب میں حضرت سہلؓ نے فرمایا، کنا ننفخه یعنی جو کا آٹا پیس کر اوپر سے پھونک مارتے تھے جس سے موٹا موٹا چھلکا اڑ جاتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ''النفخ'' کی تفسیر ''نقول اف'' (کہ ہم اس پر اف کرتے) سے بیان کی گئی ہے۔ فیطیر منه ماطار کالتبن ویبقی الدقیق (اتحافات ص ۲۰۵) تو جس چیز (تنکے وغیرہ) نے اڑنا ہوتا وہ اڑ جاتی (اور اسکا آٹا رہ جاتا)۔ ثم نعجنه، پھر اسے ہم گوندھ لیا کرتے تھے اور وہی پکا کر کھایا کرتے تھے۔ عجین اس آٹے کو کہتے ہیں، جو پانی میں گوندھا گیا ہو، عجن کا معنی گوندھنا۔

حضور اقدس ﷺ نے ساری عمر اَن چھنا آٹا استعمال فرمایا :

خلاصہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بے چھنے آٹے (گیہوں یا جو) کی روٹی نوش فرماتے رہے۔ طبی نقطۂ نگاہ سے بھی اَن چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم ہوتی ہے اور میدہ کی روٹی معدہ پر ثقل اور گرانی پیدا کرتی ہے۔

چھلنی کی بدعت :

بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی بدعت در آنے والی چھلنیوں کی ترویج ہے۔ ولذا قیل المنخل اول بدعة فی الاسلام (جمع ص ۲۴۰) تاہم یہ ملحوظ رہے کہ یہاں بدعت سے مراد وہ بدعت نہیں جو سنت کے مقابلہ میں ہے اور مذموم ہے بلکہ جدید اقدام اور جدید طریقۂ رائج کرنے کے اعتبار سے بدعت کہا گیا ہے۔ تاہم اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے، وقد نقل المناوی عن الغزالی وهذا لا یقتضی ان اتخاذ المناخل لنخل الطعام منهی عنه، لأن القصد من النخل تطیب الطعام وهو مباح مالم یؤد الی التنعم المفرط . (اتحافات ص ۲۰۵) اور تحقیق علامہ مناویؒ نے امام غزالیؒ سے نقل کیا ہے۔ کہ اس روایت سے آٹا چھاننے کے لئے چھاننیاں بنانے کا عدم جواز معلوم نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ آٹا وغیرہ کو چھاننے سے کھانے کی اصلاح اور اچھا بنانا مقصود ہوتا ہے اور یہ ایک مباح اور جائز امر ہے اگر انتہائی عیش پرستی کے لئے نہ ہو۔ (واللہ اعلم)

Marfat.com

(۱۴۱/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یُوْنُسَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا اَكَلَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی خِوَانٍ وَلَا فِیْ سُكُرُّجَةٍ وَلَا خُبِزَلَهٗ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلٰی مَا كَانُوْا یَاْكُلُوْنَ قَالَ عَلٰی هٰذِهِ السُّفَرِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ یُوْنُسُ هٰذَا الَّذِیْ رَوٰی عَنْ قَتَادَةَ هُوَ یُوْنُسُ الْاِسْكَافُ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی معاذ بن ہشام نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت میرے باپ نے یونس کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے اس کو قتادہ سے نقل کیا اور قتادہ نے یہ روایت حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا، نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا، نہ آپؐ کے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ یونس کہتے ہیں کہ میں نے قتادہؒ سے پوچھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھ کر نوش فرماتے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ یہی چمڑے کے دستر خوان پر۔

لفظ ''خِوان'' کی تشریح:

ما اکل نبی الله صلی الله علیه وسلم ...الخ، خوانٍ (خا کے کسرہ کے ساتھ) اس کی جمع خُوْن آتی ہے، جو خُون سے مخفف ہے۔ خوان (خا کے ضمہ کے ساتھ) بھی ایک لغت میں آتا ہے، وہ اونچی شئی جس پر اہل امصار کھانا کھاتے ہیں، جس کے نیچے پائے ہوں، میز اور تپائی وغیرہ۔ ھو الشیء المرتفع الذی یاکل علیه اهل الامصار (اتحافات ص ۲۰۶) قیل وسمی خوانا لانه یتخون ما علیه ای ینتقص۔ (جمع ص ۲۴۱) اور اسے خوان اس لئے کہتے ہیں کہ جو چیز اس پر ہوتی ہے وہ کھانے سے کم ہوتی جاتی ہے۔ اس میں ایک تیسری لغت بھی منقول ہے اور وہ اخوان (ہمزہ کا کسرہ اور خاء ساکن) کے ساتھ ہے لعلها سمیت بذالک لا جتماع الاخوان والا صحاب عندها وحولها (جمع ص ۲۴۱) (اور شاید اسکی وجہ تسمیہ یہ بھی ہو کہ بھائی اور ساتھی اسکے پاس اور اردگرد جمع ہو جاتے ہیں)۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ لفظ اسم عجمی ہے، معرب ہے۔

Marfat.com

تپائی اور میز پر کھانا کھانے کا حکم :

اس کا استعمال عموماً مترفین کرتے ہیں۔ یہ صنیع الجبارین ہے، لئلا یفتقروا الی خفض الرأس عند الاکل (جمع ص ۲۴۱) (یہ متکبرین اور بڑے مالداروں کا طریقہ ہے کہ انکی تو خواہش ہوتی ہے کہ کھانے کی وقت سر جھکانے کی بھی ضرورت نہ ہو)۔ متکبرین، مترفین اور جبارین کی متکبرانہ اور شنیعہ عادت ہونے کے پیش نظر آپ ﷺ کو پسند نہ تھی۔ اس لئے کبھی بھی اسے اختیار نہ فرمایا۔ اس لئے مناویؒ، ملاعلی قاریؒ اور علامہ الیجوریؒ سب نے لکھا ہے۔ فالا کل علیه بدعة لکنها جائزة (جمع ص ۲۴۱) پس اس (میز تپائی وغیرہ) پر کھانا بدعت ہونے کے باوجود جائز ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، وجاء النهی عنه اذا قصد الأکلون تکبرا فان لم یقصدو اذلک فلا جناح (اتحافات ص ۲۰۶) (اوران پر کھانے کی ممانعت اس وقت ہے جبکہ ان پر کھانے والوں کے ارادے تکبر اور بڑائی کے ہوں اگر ان کا مقصد یہ نہ ہو تو پھر صرف ان پر کھانے میں گناہ نہیں۔ کوکب دری میں ہے کہ ہمارے زمانے میں میز پر کھانا کھانا نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہے۔ اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔ تاہم ضرورت، مجبوری، ماحول اور بعض ایسے حالات جہاں تکبر اور تشبہ کا احتمال نہ ہو میز اور تپائی کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔

چھوٹی پیالیوں اور چٹنی وغیرہ کے برتنوں کا استعمال :

سُکُرُّجَة: چھوٹا برتن، چھوٹی پلیٹ، چھوٹی طشتری اور چھوٹی پیالی وغیرہ، جس میں چٹنی، اچار، مربہ اور سلاط وغیرہ رکھی جاتی ہے۔ ابن العربیؒ فرماتے ہیں، اناء صغیر یوضع فیه الشیء القلیل المشهی للطعام الهاضم له کالسلطة والمخلل (مواهب ۱۱۷) کھانے کے ساتھ دستر خوان پر جو متعلقات رکھی جاتی ہیں، چٹنیاں اور مربے وغیرہ، جن سے کھانے میں لذت پیدا ہوتی ہے۔ اشتھاء کھلتی ہے اور زیادہ کھایا جاسکتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ ان چیزوں سے احتراز فرمایا۔ اس لئے ان کے لئے استعمال ہونے والے برتن

Marfat.com

بھی استعمال نہیں کیے، بلکہ آپؑ تو پیٹ بھر کا کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔ اس لئے ہاضم اشیاء کے استعمال کی ضرورت بھی نہ ہوتی تھی، بل کان لا یاکل الا لشدة الجوع ولانها اوعیة الالوان ولم تکن الالوان من شان العرب (بلکہ آپؑ تو انتہائی بھوک کی وجہ سے کھانا کھاتے تھے نیز یہ برتن متنوع اشیاء کے رکھنے کے لئے ہوتے ہیں اور عرب میں متنوع اور مختلف قسم کے کھانوں کا رواج نہیں تھا)۔ بلکہ عربوں کا محبوب کھانا ثرید ہوتا تھا، جس پر گوشت کے ٹکڑے پڑے ہوتے تھے، انما کان طعامهم الثريد على مقطعات اللحم (مواھب ص ۱۱۷) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے سکرجة اس لئے بھی استعمال نہیں فرمایا کیونکہ اکثر متکبرین، خیلاء اور جبارین اسے استعمال کرتے ہی۔ او انه من علامات البخل، و الاظهر انه من دأب المترفين و عاده الحريصين على الاكل المفرطين. (جمع ص ۲۴۱) (اور یا یہ (چھوٹے برتنوں کا) استعمال بخل کی علامت ہے۔ البتہ زیادہ واضح بات یہی ہے کہ بیشک یہ طریقہ عیش پرست اور انتہائی زیادہ کھانے والے حریص لوگوں کی عادت ہے۔

میدہ کی روٹی :

ولاخبز له مرقق ، اور نہ ہی آپؑ کے لئے کبھی میدہ کی چپاتی پکائی گئی۔ مرقق باریک اور پتلی روٹی، ای

(۱) ملیّن محسن کخبز الحواری

(۲) وقیل الخبز المرقق هو الرغیف الواسع الرقیق ویقال له الرُقاق (اور بعض نے خبز مرقق کی تعریف یہ کی ہے کہ پتلی اور چوڑی روٹی جسے رقاق کہا جاتا ہے)۔

(۳) وقیل هو السمید مایصنع من الکعک وغیرہ۔ (اور بعض نے کہا کیک وغیرہ قسم کی روٹی جو میدہ سے بنائی جاتی ہے)

ترقیق کا معنی تلیین ہے اور ظاہر ہے کہ آپؑ اور آپؑ کے صحابہؓ کی روٹی اکثر جو سے ہوا کرتی تھی، جبکہ پتلی باریک روٹی (رُقاق) گندم کے میدہ سے پکتی ہے اور بظاہر وہ آپؑ کو میسر نہ تھا اور نہ آپؑ اسے پسند فرماتے تھے۔

Marfat.com

ترقیق الخبز بھی تو متکبرین اور مترفین کا وتیرہ ہے اور ارباب تکلف کا کام اور یہ تو بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ ذاتِ اقدس ؐ تکلّف اور تنعّم سے بری تھی، بلکہ آپ ؐ زندگی بھر ان تکلفات وتنعّمات کے قریب بھی نہیں پھٹکے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے، ما اعلم ان النبیؐ رأی رغیفا مرققا حتی لحق باللہ و شاۃً سمیطا بعینہٖ حتی لحق باللّٰہ (جمع ص ۲۴۲) (کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ نبی کریم ؐ نے وفات تک پتلی روٹی (چپاتی وغیرہ) یا سالم بکری بھنی ہوئی دیکھی ہو) اور اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ میدہ قابض، ثقیل، دیر ہضم اور مسدد ہے۔ میدہ کھانے والے اکثر قولنج، بد ہضمی اور نفخ کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں، انہیں بواسیر اور قبض کی شکایت اکثر رہتی ہے۔

"السفرۃ" کا معنی وتشریح اور استعمال :

فقلت لقتادۃ ... الخ، جناب یونس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ ؓ سے دریافت کیا۔ فعلی ما کانوا یاکلون پھر کس چیز پر کھانا رکھ کر تناول فرماتے، انہوں نے جواب میں فرمایا، علی ھذہ السفرۃ' اپنے اسی دسترخوان پر۔

السُفر: سفرۃ کی جمع ہے۔ اسے سفرۃ بھی اس لئے کہتے ہیں کہ جب بچھایا جاتا ہے تو اس پر چنا ہوا کھانا سب کا سب' سب کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ کما ان السفر یسمّی سفراً لاسفارہ من اخلاق الرجال (اتحافات ص ۲۰۷) جیسے کہ سفر کو اس لئے سفر کہا جاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے اخلاق (اچھے یا بُرے) کو ظاہر کر دیتا ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ والسفرۃ : جلد مستدیر ولہ معالیق وتضم و تنفرج ، السفرۃ اخص من المائدۃ وھی مایمد ویبسط لیؤ کل علیہ سواء کان من الجلد او من الثیاب (اتحافات ص ۲۰۷) (کہ سفرہ ایک گول قسم کا چمڑہ جس میں معالیق (لٹکانے کے آلات) ہوں جو سمیٹے جاتے ہیں اور کھلتے بھی ہیں (پھر انکی نسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ سفرہ خاص ہے مائدہ سے کیونکہ مائدہ ایسا دسترخوانِ جسے اس لئے بچھایا جائے تاکہ اس پر کھانا کھایا جائے وہ چمڑے کا ہو یا کپڑے کا)

ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ طعام کو میز اور تپائی پر رکھ کر کھانا، متکبرین اور مترفین کا

Marfat.com

طریقہ ہے اور زمین پر رکھ کر کھانا، سوءِ ادب ہے........ وفسادله. (اور اسکو خراب کرنا ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان کا طریقۂ اعتدال اختیار فرمایا: حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: میز یا تپائی پر کھانا بادشاہوں کا عمل ہے، رومال پر کھانا اہل عجم کا عمل ہے اور السفرة پر کھانا عرب کا عمل ہے اور وہ سنت ہے۔ جسے علامہ بیجوریؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وقال الحسن البصری الاکل علی الخوان فعل الملوک وعلی المندیل فعل العجم وعلی السفرة فعل العرب وهو سنة. (مواهب ص ۱۱۷)

(۶/ ۱۴۲) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادِ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ مَا اَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَاَشَاءُ اَنْ اَبْكِيَ اِلَّا بَكَيْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ اَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا وَاللّٰهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن منیع نے بیان کی۔ ان کو یہ روایت عباد بن عباد مہلبی نے مجالد کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت شعبی سے اور انہوں نے مسروق سے روایت کی۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے میرے لئے کھانا منگایا اور یہ فرمانے لگیں کہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی، مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے۔ پس رونے لگتی ہوں۔

مسروق نے پوچھا کہ کیوں رونے کو دل چاہتا ہے، آپ نے فرمایا کہ مجھے حضورؐ کی وہ حالت یاد آجاتی ہے، جس پر ہم سے مفارقت فرمائی ہے کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت یا روٹی سے پیٹ بھرنے کی نوبت نہیں آئی۔

راویانِ حدیث (۳۴۵) عباد بن عباد المهلبیؒ (۳۴۶) المجالدؒ اور (۳۴۷) الشعبیؒ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سیدة عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسروقؒ کی ضیافت کی:

قال دخلت علی عائشةؓ ..الخ ' حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں ام المومنین سیدہ

Marfat.com

عائشہؓ کے پاس گیا۔ فدعت لی بطعامٍ یعنی انہوں نے میرے لئے کھانا منگوایا،ای امرت خادمھا ان یقدمه الی ؔ(یعنی اپنے خادم کو کہا کہ وہ میرے پاس کھانا لائے) مقصد یہ ہے کہ انہوں نے میری ضیافت کی۔فرمانے لگیں،ما اشبع من طعام ، میں سیر ہو کر کبھی بھی کھانا نہیں کھاتی جو کچھ میرے پاس ہوتا ہے، وہ سیر ہو کر نہیں کھایا جاتا۔ابن حجرؒ فرماتے ہیں کھانے سے مراد روٹی اور گوشت ہے،ای خبز ولحم۔(یعنی روٹی و گوشت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا

فاشاء ان ابکی الا ابکیت ،یعنی میں اپنے سے رونا نہیں روک سکتی، رونا بہر صورت آیا ہی چاہتا ہے جملے کا مفہوم واضح ہے۔حضرت ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ جب بھی میں سیر ہو کر کھانا کھاتی ہوں،تو رونے کو جی چاہتا ہے۔پس میں رو پڑتی ہوں۔اصل ترکیب یوں ہے۔ ماا شبع الا ابکیت ،لفظی ترجمہ یوں بنتا ہے کہ میں نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا، مگر رو پڑتی ہوں۔ما نافیہ کے بعد الاؔ آیا ہے۔اس لئے یہی مفہوم بنتا ہے۔درمیان میں فاشاء کا لفظ واقع ہے۔یہ فا دو قسم پر ہوسکتی ہے۔

(۱) تاکیدیہ اس صورت میں معنی ہوگا کہ جب بھی سیر ہو کر کھانا کھایا،تو رونے کو جی چاہا ہے۔

(۲) اور اگر فاسببیہ مان لیا جائے،تو پھر معنٰی ہوگا کہ پیٹ بھر کر کھانا رونے کا سبب بن جاتا ہے۔

رونے کی وجوہات :

رونا کیوں آتا تھا،اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) آپؐ کی تنگدستی کا موازنہ جب دورِ فراخی سے کیا جاتا تھا تو اس دور کی عُسرت اور حضور اقدسؐ کے فقر و ناداری پر سیدہ عائشہؓ کو رونا آجاتا تھا،مگر یہ توجیہ راجح نہیں کہ آپؐ کا فقر اختیاری تھا اور اس پر آخرت میں انعامات موعود تھے۔(۲) سیدۃ عائشہؓ کو رونا اس لئے آتا تھا کہ آپؐ کے وجود مسعود میں فقر و فاقہ میں جو مستی و لذت تھی اور جو اجر و ثواب

Marfat.com

موعود تھا۔ آپؐ کی رحلت کے بعد وہ ان سے محروم ہوگئی۔ اس احساسِ محرومی ثواب پر انہیں رونا آتا تھا۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں، ای تحزنًا لتلک الشدة التی قاستها الحضرة النبوية او تأسفًا علی فوت تلک المرتبة العلية المرضية ۔ (یعنی یہ غمگینی اور رونا یا تو اس تنگدستی اور سختی پر جو حضورؐ نے برداشت کی تھی اور یا پھر ان مراتب عالیہ (اجر و ثواب) سے محرومی کے سبب جو اسوقت حاصل ہوتے تھے) (جمع ص ۲۴۳)۔

شیخ عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، کان الشبع عند السيدة عائشة يثير حزنها، ويسيل دمعها لصلة قلبها بحبيبها وخشيتها من ربها ۔ (حضرت عائشہؓ کے پاس کسی کا پیٹ بھرے کھانا اس کے غم کو ابھارتا اور اسکے آپؐ سے قلبی تعلق و محبت اور اللہ تعالیٰ کے خوف کیوجہ سے آنسو جاری ہوجاتے)۔ (اتحافات ص ۲۰۷)

(۱۴۳/۷) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيْدَ يُحَدِّثُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ اُن کے پاس اسے ابوداؤد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث شعبہ نے ابواسحٰق کے واسطہ سے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یزید سے سُنا جو کہ اسود بن یزید سے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی بیان کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے تمام عمر میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن پے در پے پیٹ نہیں بھرا۔

آپ ﷺ کو فقر پسند تھا :

قالت ماشبع...الخ، شروع باب میں حدیث کی تشریح کی جاچکی ہے، مگر تھوڑا سا فرق ہے۔ وہاں سب گھر والوں آلِ محمد کا ذکر ہے اور یہاں صرف ذات والا ستودہ صفات کا ذکر ہے۔ دونوں احادیث کا مضمون ایک ہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے

Marfat.com

خاندان کو فقر پسند تھا اور الفقر فخری (فقر اور مسکینی تو میرا فخر ہے) آپؐ کی شانِ امتیاز تھا، بلکہ اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں، جو کچھ میسر ہوتا، وہ حاجتمندوں، غرباء اور فقراء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

(۱۴۴/۸) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَا اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا اَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰى مَاتَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ ان کو عبداللہ بن عمر اور ابو معمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبدالوارث نے سعد بن ابی عروبہ کے واسطے سے بیان کیا، انہوں نے قتادہ سے اور قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ نے کبھی اخیر عمر تک میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور نہ کبھی چپاتی نوش فرمائی۔

راویانِ حدیث (۳۴۸) عبداللہ بن عمرو ابو معمرؒ اور (۳۴۹) عبدالوارثؒ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مضمونِ حدیث کا خلاصہ :

حدیثِ زیرِ بحث کا مضمون بابِ ھذا کی پانچویں حدیث کے ہم معنیٰ ہے۔ روایات بھی دونوں حضرت انسؓ سے منقول ہیں۔ حالتِ فقر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خود پسندیدہ تھی۔ اسی لئے اللہ پاک نے بھی اسی حالت میں رکھا، پھر آپؐ کے کھانے میں علماء کے دو قول ہیں۔

(۱) آپؐ کو آپؐ کی پسند کے مطابق میسر ہی اتنا ہی آتا تھا، جو بقدر کفاف تھا، جس کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔

(۲) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا میسّر تو ہوتا تھا، مگر تواضعاً پیٹ بھر کر تناول نہیں فرماتے تھے اور تقسیم فرمادیتے تھے۔

Marfat.com

بَابُ مَا جَآءَ فِیْ صِفَةِ اِدَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کے بیان میں

لفظِ ادام کی تشریح :

اِدام: سالن کو کہتے ہیں۔ ہر وہ جامد شئی جیسے گوشت وغیرہ اور مائع چیز جو روٹی کے ساتھ لگا کر کھائی جاتی ہے۔ ادام کہلاتی ہے۔ ما یؤ تدم بہ ویو کل بہ الخبز من خل وتمر و زیت ونحوہ۔ یعنی جس چیز کیساتھ روٹی کھائی جائے چاہے سرکہ ہو یا کھجور اور یا پھر زیتون وغیرہ کا تیل (اتحافات ص ۲۰۹)۔ اس کی جمع اُدم اور ادمۃٌ آتی ہے۔ ادام کے استعمال سے کھانا مرغوب اور زود ہضم بن جاتا ہے۔

شیخ البیجوریؒ اِدام کی تعریف میں لکھتے ہیں، ما یساغ بہ الخبز ویصلح بہ الطعام، ہر وہ چیز جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے اور کھانا لذیذ ہو جائے۔ اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف چیزوں کے ساتھ روٹی کھانے کا بیان ہے۔ اس لئے بعض نسخوں میں، وما اکل من الالوان کا اضافہ بھی نقل ہوا ہے، مراد انواع الاطعمۃ (کھانے کی مختلف قسمیں) ہیں۔ آپؐ نے ایک غذا کا تعین اپنی ذات مبارکہ پر نہیں فرمایا تھا بلکہ جو میسر آتا، تناول فرمالیتے تھے۔

کان یا کل ما تیسر من لحم وفاکھتوتمر وغیرھا (مواھب ص ۱۱۹) (آپؐ کو جو کھانا میسر ہو جاتا کھالیتے تھے چاہے گوشت ہو یا میوہ اور کھجور وغیرہ) وکذلک کان ھدیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و سیرتہ فی الطعام، لا یرد موجودا ولا یتکلف مفقودا فما قرب الیہ شیء من الطیبات الااکلہ الا ان تعافہ نفسہ فیترکہ من غیر تحریم، وما عاب

Marfat.com

طعاما قط ان اشتهاه اكله والاتركه. (زادالمعادج اص ۵۳)(اور یہی حضورؐ کے کھانے کا طریقہ اور عادت تھی کہ موجودہ چیز کو واپس نہ کرتے اور غیر موجود کے تلاش کی فکر نہ ہوتی اور نہ اسکے لئے کوئی تکلف فرماتے تھے بلکہ آپؐ کے سامنے حلال اور صاف ستھرے کھانے میں سے جو چیز بھی پیش کی جاتی تو اس کو بخوشی کھالیتے ہاں اگر کھانے کو دل نہ چاہتا تو اسکو (بغیر حرام کئے) چھوڑ دیتے اور آپؐ نے کبھی کسی کھانے کو معیوب نہیں سمجھا اگر اسکو دل چاہتا تناول فرمالیتے ورنہ اسکو چھوڑ دیتے)۔

لحم ''ادام'' ہے یا نہیں :

البتہ گوشت کے بارے میں ائمہ کرامؒ کا اختلاف ہے کہ وہ ادام کہلایا جائے گا یا نہیں، تو اس کا دارومدار بھی عرف پر ہے، جن علاقوں میں گوشت کو ادام سمجھا جاتا ہے اور بطور ادام استعمال ہوتا ہے۔ وہاں اس پر ادام کا حکم ہوگا اور جن علاقوں میں بطور ادام کے استعمال نہیں ہوتا ہے۔ وہاں ادام نہیں کہلائے گا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ جو لحم کو ادام نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے بلاد کا اعتبار کرتے ہیں کہ وہاں یہی عرف عام تھا۔

گوشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، چنانچہ ارشاد ہے : سيد ادام اهل الدنيا و الآخرة اللحم وسيد الشراب فى الدنيا والآخرة الماء وسيد الريا حين فى الدنيا والآخرة الفاعية اى ورق الحناء گوشت دنیا و آخرت میں رہنے والے لوگوں کے سالنوں کا سردار اور دنیا و آخرت میں پیئے جانے والی اشیاء کا سردار پانی اور دنیا و آخرت میں خوشبودار چیزوں کی سردار مہندی ہے (جمع ص ۲۴۵) اس باب میں امام ترمذیؒ نے تینتیس (۳۳) روایات جمع کی ہیں۔

(۱۴۵/۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ فِيْ حَدِيْثِهٖ نِعْمَ الْاُدُمُ اَوِ الْاِدَامُ الْخَلُّ.

Marfat.com

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن سہل بن عسکر اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یحییٰ بن حسان نے بیان کیا، ان کے پاس یہ روایت سلیمان بن بلال نے نقل کی، ان کے پاس ہشام بن عروۃ نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔

سرکہ بہترین سالن :

نعم الادم الخل : لفظ الخل، خ کے فتح کے ساتھ ہے بمعنیٰ سرکہ کے، بعض اس کو الخل، خ کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، جس کا معنیٰ مخلص دوست کے ہیں۔ اسے سرکہ کے لئے بولنا درست نہیں ہے۔ حضور اقدسؐ نے سرکہ کو نعم الادام قرار دیا ہے۔ یعنی اچھا سالن، سرکہ قدرے ترش، مگر لذیذ ہوتا ہے بے حد نافع اور مفید چیز ہے۔ ہاضم بھی ہے اور پیٹ کے کیڑوں کے لئے ہالک بھی۔ بقول ابن حجرؒ کے قامع للصفراء ونافع لابدان (جمع ص ۲۴۶) (کہ سرکہ صفراء کو ختم کرنے والا اور بدن کو نفع دینے والا) وذکر انه يقطع الحرارة السموم۔ (مواهب ص ۱۱۹) (اسکے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ لُو کی گرمی کو ختم کردیتا ہے)

فاتح عالمؐ نے روٹی کے خشک ٹکڑے اور سرکہ تناول فرمایا :

اس موقع پر ملا علی قاریؒ نے مختلف روایات جمع کی ہیں۔

(۱) مسلم میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ سے ادام طلب فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا ما عندنا الا الخل، ہمارے پاس تو صرف سرکہ ہے۔ آپؐ نے اسے طلب فرما کر کھانا کھایا اور کھانے کے دوران بار بار فرماتے رہے، نِعم الادام الخل سرکہ اچھا سالن ہے اسی سے ملا علی قاریؒ استخراج کر کے لکھتے ہیں، وفی الحدیث استحباب التحدیث علی الاکل تانیسًا لِلاٰکلین (اور حدیث سے کھانے کے وقت کھانے والوں کی خوش طبعی کے لئے بات چیت کرنے کا استحباب معلوم

Marfat.com

ہوتا ہے)

(۲) حضرت ام سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں، نعم الادام الخل، اللھم بارک فی الخل۔ (اچھا سالن سرکہ ہے اے اللہ سرکہ میں برکت فرمادیں)

(۳) وفی روایۃ انہ کان ادام الانبیاء من قبلی. (ایک روایت میں ہے کہ یہ مجھ سے پہلے پیغمبروں کا سالن تھا)۔

(۴) وفی حدیث لم یقفر بیت فیہ خل. (اور ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ خالی نہیں یعنی سالن سے)

کیا سرکہ افضل الادام بھی ہے ؟

اس میں شک نہیں کہ سرکہ اچھی، عمدہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ سالن ہے۔ اچھا ہے بعض نے کہا منافع کے لحاظ سے اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں تکلیف نہیں کرنا پڑتی اور خرچہ بھی کم ہوتا ہے اور بعض نے اس توجیہ کو ترجیح بھی دی ہے، مگر کیا سرکہ سالن کی تمام انواع میں افضل بھی ہے، کہ نہیں؟

ظاہر حدیث سے تو تمام اداموں پر اس کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، مگر اہل علم کہتے ہیں۔ حدیث تو صرف مدح الادام بالخل (سرکہ کو ادام بنالینے کی مدح اور تعریف) کا فائدہ دیتی ہے۔ اس سے اس کی افضیلت معلوم اور ثابت نہیں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو آپؐ کی خدمت میں سرکہ پیش کرنے والوں کی دل جمعی، دلجوئی اور پاسِ خاطر کے لئے یہ جملہ ارشاد فرمایا کیونکہ میزبانوں کے گھر میں اس کے سوا کچھ تھا ہی نہیں۔

قال ذلک تطییباً لخاطر من قدمو لہ، ولانہ لم یکن عندھم غیرہٗ (اتحافات ۲۰۹)

اور تفصیلی واقعہ ام ہانیؓ کی روایت میں بھی نقل ہوا ہے۔ ام ہانیؓ آپؐ کی چچازاد بہن تھیں۔ ان کا گھر بیت اللہ کے بالکل جوار میں تھا، جس روز آپؐ نے مکۃ المکرمۃ فتح فرمایا، اسی روز حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے، جہاں آپؐ نے غسل فرمایا اور چادر لپیٹ کر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ فتح مکہ پر شکریہ ادا کیا۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ حضرت فاتح عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت ام ہانیؓ سے پوچھا کھانے کو کچھ ہے۔ جواب میں

Marfat.com

بتایا گیا کہ روٹی کے چند سوکھے ٹکڑے ہیں، وہی طلب فرمائے، پانی میں بھگو کر نرم کیئے، پھر ادام یعنی سالن کا دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا سالن تو نہیں ہے۔ البتہ کچھ سرکہ موجود ہے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نعم الادام الخل، پھر نمک منگوایا، سرکہ میں ڈالا اور اس کے ساتھ روٹی تناول فرمائی۔

یہ تاریخ کا اعجوبہ اور سیرت کا انوکھا باب ہے کہ سرورِ عالم فاتح عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں اور انہیں کھانے کے لئے خشک روٹی کے چند ٹکڑے بمشکل سرکہ کے ساتھ میسر آتے ہیں، جنہیں وہ بھگو کر بقدر کفاف گذر اوقات کر لیتے ہیں، مگر آج فاتحین کے جو کردار ہیں خدا پناہ، حال ہی میں امریکی سامراج نے جو طالبان کے افغانستان اور عراق پر فاتحانہ یلغار کی اور پھر مظالم ڈھائے۔ دنیائے انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔۔۔ ع ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

(۱۴۶/۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ اَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَّشَرَابٍ مَاشِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بَطْنَهٗ.

ترجمہ: ”امام ترمذیؒ“ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ نے بیان کی۔ انہیں یہ روایت ابو الاحوص نے سماک بن حرب کے حوالے سے نقل کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا، کیا تم لوگ کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں نہیں ہو، حالانکہ میں نے حضور اقدسؐ کو دیکھا کہ معمولی قسم کی کھجوروں کی بھی اتنی مقدار نہ ہوتی تھی کہ جس سے شکم سیر ہو سکے۔ پیٹ بھر کھانے کے لئے خشک کھجوریں بھی میسر نہ تھیں۔

الستم فی طعام وشراب....الخ، مضمون حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ الدقل، خشک کھجور کو کہتے ہیں۔ دراصل الدقل بچا کھچا وہ مال ہے جو دکاندار سے عمدہ مال بک جانے کے بعد ردی مال باقی رہ جاتا ہے۔ ردی التمر و یابسہ

Marfat.com

فضلاً عن افضل منه ۔خشک ردی اور بیکار کھجور چہ جائیکہ اس سے کوئی اچھی ہو۔(مناوی ص ۲۴۷)

مقصد یہ ہے کہ آج جب فراخی آگئی اور تم لوگ عیش و تنعم میں پڑ گئے ہو، قسم قسم کی نعمتیں اور لذائذ کھا رہے ہو' ای الستم متنعمین فی طعام وشراب مقدار ما شئتم من التوسعة والافراط فیه یہاں استفہام انکاری ہے۔(جمع ص ۲۴۶) مقصد توبیخ ہے۔ وَالْقَصْدُ بِهِ الحث علی الاقتصار فی الطعام و الشراب علی اقل ما یکفی کما کان ذلک شعار المصطفیٰ ۔(دراصل اس سے مقصد کھانے پینے کی کم مقدار جو کافی ہو پر اکتفا شعاری پر برانگیختہ کرنا ہے جیسے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار اور عادت مستمرہ تھی)(مواھب ص ۱۱۹)

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ردی قسم کی بچی کھچی کھجوریں بھی پیٹ بھر کر کھانے کے لئے میسر نہ تھیں۔آپ کی زہد، قناعت اور ریاضت ومجاہدہ کی زندگی پوری امت کے لئے نمونہ عمل ہے۔اب جبکہ ہر طرح کشادگی اور وسعت ہے اور اللہ کی نعمتیں عام تام ہیں، تو ہمیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر کا بہترین اور عملی طریقہ یہی ہے کہ لذائذِ اور خواہشاتِ نفسانی میں مگن ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور خفگی مول نہیں لینی چاہیے۔

اتباعِ رسول کی انگیخت :

لقد رایت نبیکم: میں مخاطبین سے کہا گیا ہے کہ تمہارا نبی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مخاطبین کی طرح مخاطِب کے بھی نبی ہیں، شارحینِ حدیث کہتے ہیں کہ اس سے مقصد ترغیب وتنبیہ ہے کہ جب تم نبی کے امتی اور اس کی محبت کے دعویدار ہو، تو دیکھو انہوں نے کس طرح زندگی گذاری اور تم کیا کر رہے ہو۔الزاماً لھم وتبکیتاً وحثاً علی التأسی به فی الاعراض عن الدنیا ولذاتها ما امکن ۔(مواھب ص ۱۱۹)(اور امت کو ابھارنے کے لئے کہ جتنا ممکن ہو سکے آپ لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دنیاوی لذات سے اعراض اور روگردانی کرنے کی پوری کوشش کریں)

Marfat.com

باب سے مناسبت :

اس روایت کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ بعض حالات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ادام بھی میسر نہ ہوتا تھا اور آپؐ بھی اس کی پرواہ کئے بغیر خشک اور ادنیٰ کھجوروں پر اکتفا کر لیتے تھے اور بھی بقدر کفاف' کہ پیٹ بھر کر کھانے کو میسر نہ ہوتے تھے۔

(۱۴۷/۳) حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبدہ بن عبداللہ خزاعی نے بیان کی۔ ان کے پاس اسے معاویہ بن ہشام نے بیان کیا۔ انہوں ے یہ روایت سفیان سے محارب بن دثار کے واسطہ سے روایت کی اور انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنی۔ حضرت جابرؓ نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔ نعم الادام الخل، اس حدیث کی تشریح باب کی پہلی حدیث کے ضمن میں کی جا چکی ہے۔ یہ حدیث مسلم، احمد اور تینوں ائمہ نے نقل کی ہے، وھو حدیث مشھور کاد ان یکون متواتراً۔ (مواھب ص ۱۲۰) (یہ حدیث مشہور بلکہ متواتر کے قریب ہے)

(۱۴۸/۴) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِيْ مُوْسٰى فَاُتِيَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ فَتَنَحّٰى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَالَكَ قَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُهَا تَاْكُلُ شَيْئًا نَتْنًا فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا اٰكُلَهَا قَالَ اُدْنُ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ھناد نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت وکیع نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت سفیان اور اس نے ایوب سے اور انہوں

Marfat.com

نے ابوقلابہ سے سنی۔ انہوں نے یہ روایت زہدم جرمی سے روایت کی، جو کہتے ہیں کہ میں ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تھا، ان کے پاس کھانے میں مرغی کا گوشت آیا۔ مجمع میں سے ایک آدمی پیچھے ہٹ گیا۔ ابوموسیٰ نے اس سے ہٹنے کی وجہ دریافت کی، اُس نے عرض کیا کہ میں نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا تھا۔ اس لئے میں نے مرغی کھانے سے قسم کھا رکھی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ آؤ اور بے تکلف کھاؤ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نوش کرتے دیکھا ہے۔ اگر ناجائز یا ناپسند ہوتی، تو حضورؐ کیسے تناول فرماتے۔

راویان حدیث (۳۵۰) ابوقلابہؒ اور (۳۵۱) زھدمؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

قال کنا عند ابی موسیٰ فاتی بلحم دجاج........الخ، اُتِیَ مجہول کا صیغہ ہے۔ بمعنی جئی کے، دجاج کی دال پر تینوں حرکتیں جائز ہیں، لیکن زیادہ صحیح دال کا فتح ہے اور یہی مشہور ہے، معنی مطلقاً جنس مرغ ہے۔ خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ ونقل میرک عن الشیخ ان الدجاج اسم جنس وھو مثلث الدال (جمع ص ۲۴۷) بعض نے کہا کہ دال کے ضمہ کے ساتھ ضعیف ہے، بعض نے کہا دجاج (کسرہ کے ساتھ) صرف مذکر کے لئے بولتے ہیں، جس کی واحد دیک ہے، دجاج (فتح کے ساتھ) صرف مونث کے لئے بولتے ہیں جس کی واحد دجاجۃ آتی ہے۔ یہ دج یدج، باب نصر سے ہے، اذا بالغ فی السیر سریعا (جب جلدی سے چلنے میں مبالغہ ہو) (جمع ص ۲۴۷) وسمی بہ لاسراعہ فی الاقبال والادبار (اور اس کو دجاج اس لئے کہتے ہیں کہ آنے اور ہٹنے میں جلدی کرتا ہے) (مناوی ص ۲۴۷)

حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس طعام لایا گیا، جس میں مرغی بھی تھی، والمعنیٰ انہ اتی بطعام فیہ دجاج (جمع ص ۲۴۷)

اجتماع احباب یا صحبتِ صالح :

کنا عند ابی موسیٰؓ سے یہ بھی مدلول ہوتا ہے کہ قوم کے چند افراد اور احباب

Marfat.com

ایک مہربان و مخلص کے پاس جمع ہوں، یا شاگرد استاد کے پاس یا مرید شیخ کے پاس، غرض افادہ واستفادہ اور باہمی محبت ہو، تو یہ جائز ہے، وفیہ مشروعیة اجتماع القوم عند صدیقھم. (مناوی ص ۲۴۷) (اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی مقصد کے لئے دوست واحباب کا اجتماع جائز اور مشروع ہے)

فتنحی رجل من القوم: تنحّی نحو سے ہے بمعنی طرف کے، ای صار الی طرف من القوم و تباعد' یہ ایک طرف کھسک کر دور ہو گیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ رجل سے مراد خود زھدم ہیں مگر اکثر محدثین نے اس توجیہ کو مرجوح قرار دیا ہے۔

قال مالک: تو حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ استفھام متضمن للانکار ہے یعنی ایسی کونسی چیز ہے یا باعث ہے، جس نے تجھے تنحّی (دُوری) پر مجبور کر دیا ہے۔ تو اس کے جواب میں کہا کہ انی رأیتھا ای جنسھا او عینھا او شخصھا' یعنی میں نے خود اسے یا اس کی نوع کو قاذورات (گندگی) کھاتے دیکھا ہے۔ تأکل شیئا ای من القاذورات اور بعض نسخوں میں نتنًا کی تصریح ہے، جو شیئًا سے بدل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے وقت کسی کے پاس چلا جانا ممنوع نہیں ہے، جب یہ معلوم ہو کہ جس کے پاس جا رہا ہوں، وہ خوش ہو گا۔

میزبان کا اخلاقی فرض:

اور صاحبِ طعام کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ مہمان سے پوچھے کہ تم کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہو۔ فحلفت ان لا اکلھا، پس میں نے قسم کھالی کہ مرغی نہیں کھاؤں گا اور ظاہر ہے کہ یہ قسم طبعی کراہت کی وجہ سے تھی، نہ یہ کہ مرغی حرام ہے" لا لتوھم حرمة "اور ظاہر ہے کہ یہ صاحب تابعین سے تھے، خیر القرون کا دور تھا۔ صحابہ کرامؓ حیات تھے، یہ سب اس بات کے قطعی قرائن ہیں کہ بغیر دلیل کے وہ کیسے حلال چیز کو حرام قرار دے سکتے ہیں، مع ان الطعام مطبوخ فی بیت ابی موسیٰ۔ (جمع ص ۲۴۸) باوجود یکہ وہ کھانا ابو موسیٰ اشعریؓ کے گھر پکایا گیا تھا۔

Marfat.com

اتباع رسولؐ ہی اصل فطرت ہے :

قال ادن ،حضرت ابو موسیٰؓ نے فرمایا، قریب آجایئے، الدنو سے امر ہے، ای قرب وخالف طبعک وتابع شرعک، (یعنی نزدیک ہو جائے اور شریعت کی تابعداری کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی طبیعت کی مخالفت کیجئے) فانی رأیت..... الخ ،یعنی میں نے خود حضور اقدس ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ لہٰذا اتباع ھویٰ کے بجائے آپؐ کی اتباع ہی انسب ہے۔ لقوله صلی الله علیه وسلم لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعًا لما جئت به . (یعنی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے خواہشات اس دین اسلام کے تابع نہ ہوں جسکے ساتھ میں آیا ہوں) اسی طرح آپؐ کا یہ بھی ارشاد ہے، جسے امام نوویؒ نے اربعین میں نقل کیا ہے۔ اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرها خیرا منها فأت باالذی هو خیر و کفر عن یمینک رواه الشیخان . (یعنی اگر تو کسی کام کی قسم اٹھالیں پھر اسکے علاوہ میں بہتری ہو تو پھر وہی کام کریں جس میں بھلائی ہے اور اپنی قسم (توڑنے) کا کفارہ دیں یہ بخاری اور مسلم دونوں کی روایت ہے) مقصد یہ کہ مومن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مقصود ہے۔ صاحب اتحافات کے الفاظ یہ ہیں۔ المطلوب من المومن ان یکون هواه تبعًا لما جاء به نبیّه. (اتحافات ص ۲۱۰)

شریعت' طبیعت پر مقدم ہے :

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے طبعی کراہت کی وجہ سے کسی چیز کے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے اور وہ شئی شرعًا مکروہ نہیں ہے، تو اسے اپنی قسم توڑ دینی چاہیے۔ علامہ مناویؒ اس کا تذکرہ اس عبارت میں فرما رہے ہیں۔ وینبغی حنث من حلف علی ترک شئی اعتادت نفسه کراهته لامر غیر مکروه شرعًا . (مناوی ص ۲۴۸) البتہ اگر کسی نے طلاق کا حلف لیا ہے، تو اسے حنث کی سعی نہیں کرنی چاہیے۔ خاص کر جب کہ وہ تیسری طلاق ہو، اسی طرح اگر کسی نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کا حلف لیا ہے، تو اسے

Marfat.com

حائث ہونے سے بچنا چاہیے۔ خاص کر جب وہ اس سے خدمت لینے کام کاج اور دیگر امور میں محتاج ہو۔

مرغی کے گوشت کے فائدے :

مرغی کے بارے میں ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ ولحم الدجاج حار رطب فی الاولیٰ خفیف علی المعدۃ سریع الھضم جید الخلط یزید فی الدماغ والمنی ویصفی الصوت ویحسن اللون ویقوی العقل ویولد دماً جیدًا وھو مائل الی الرطوبۃ ویقال ان ادامۃ اکلہ یورث النقرس (ھو ورم یحدث فی مفاصل القدمین) ولا یثبت ولحم الدیوک اسخن مزاجاً واقل رطوبۃ (مناوی ص ۲۴۸) اور مرغی کا گوشت ابتداءً گرم مرطوب ہے معدہ پر ہلکا اور زود ہضم ہے دماغی قوت اور منی بڑھاتا ہے اور آواز کی خوبصورتی اور رنگ نکھارتا ہے عقل کو قوی مضبوط اور اچھا خون پیدا کرتا ہے قدرے مرطوب ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے دائمی طور پر کھانے سے نقرس کی بیماری (یعنی قدموں کے جوڑوں میں ورم پیدا ہو جانا) پیدا ہوتی ہے اور مرغوں کا گوشت مزاجاً سخت گرم اور رطوبت میں کمی ہے۔

جلالہ کا مسئلہ :

یہاں ایک اور مسئلہ کی وضاحت بھی ضروری ہے، جسے فقہ اور شروحاتِ حدیث میں ''جلالہ'' کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے، اگر کوئی بڑا جانور مثلاً بکری بھیڑ، دنبہ اور گائے وغیرہ کو گندی نجس اور غلیظ اشیاء کھانے کی لت پڑ جائے، تو اس کا گوشت کھانا مکروہ ہو جاتا ہے۔ نجس اور غلیظ اشیاء کھانے والے جانوروں کی قوتِ شامہ نجس ہو جاتی ہے اور انہیں پاک، صاف، ستھری اور عمدہ اور اچھی خوراک پسند ہی نہیں آتی، بلکہ وہ ہمیشہ گندی اشیاء اور نجس چیز میں منہ مارتے پھرتے ہیں۔ ایسے جانوروں کو ''جلالۃ'' کہتے ہیں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں ذبح سے قبل دس روز تک محبوس رکھا جائے اور پاکیزہ خوراک کھلائی جاتی رہے۔ اس عرصہ میں ان کے جسم میں نجاست اور گندگی زائل ہو جائیں گے۔ جلالیت (جلالہ ہونا) ختم ہو جائے گا اور ان کے گوشت سے کراہت کا حکم بھی سلب ہو جائے

Marfat.com

گا اور اگر وہ چھوٹا جانور ہے، مرغی وغیرہ تو ان کو بھی تین روز تک محبوس رکھ کر گندی اور غلیظ اشیاء کے کھانے سے روک دیا جائے اور پاکیزہ غذا دی جاتی رہے، تو اس سے بھی کراہت زائل ہو جاتی ہے اور تین روز بعد بلا کراہت کے جائز ہے۔ تاہم یہ بھی یاد رہے کہ مرغی بالعموم جلالہ کے حکم میں نہیں آتی۔ لہذا اس کا گوشت بھی بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ ایسی مرغی جو گندگی کھانے کی عادی ہوگئی ہو، یا غلاظت ہی پر چھوڑ دی گئی ہو، تو وہ جلالہ ہے اور اس کو تین روز تک محبوس رکھنا مامور بہ ہے۔ حضرت موسیٰ اشعریؓ نے بھی اُن صاحب کو عملاً یہی مسئلہ بتایا کہ مرغی کا گوشت بالعموم بلا کراہت کے جائز ہے اور ہر مرغی جلالہ کے حکم میں نہیں ہے۔ وما ورد من انه صلی اللہ علیه وسلم کان اذا ارادان یاکل دجاجة امر بها فربطت ایاما ثم یأکلها بعد ذلک انما هو فی الجلالة فکان یقصرها حتی یذهب اسم الجلالة عنها (مواهب ص ۱۲۰) اور وہ جو حدیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ جب کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو پھر اسکو چند دن باندھ کر رکھنے کا حکم فرماتے پھر اسکو (ذبح کرنے کے بعد) تناول فرماتے تو آپ کا یہ ارشاد جلالہ مرغی کے متعلق تھا (نہ کہ ہر مرغی کے لئے) چنانچہ اسے چند دن بند کر دیئے تاکہ جلالہ کا نام اس سے زائل ہو جائے)۔

(۱۴۹/۵) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْاَعْرَجُ الْبَغْدَادِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِیٍّ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِیْنَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ اَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰی.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث فضل بن سہل اعرج بغدادی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ابراہیم بن عمر بن سفینہ سے ان کے باپ (عمر) اور دادا کے حوالے سے روایت کی۔ حضرت سفینہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا ہے۔

Marfat.com

راوی حدیث (۳۵۱) سفینہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں

حباریٰ کا معنی وتعیین :

اکلت مع رسول اللہ علیہ وسلم لحم حباریٰ: حباریٰ ایک پرندہ ہے۔اس کے ترجمہ میں علماء مختلف ہوئے ہیں۔بعض نے تعذری کیا ہے،بعض نے بٹیر اور بعض نے سرخاب اور بعض مترجمین نے چکا چکوئی کہا ہے۔محیط اعظم میں لکھا ہے کہ حباریٰ کو فارسی میں ہوبرہ اور شوات اور شوال کہتے ہیں ترکی میں تعذری اور ہندی میں چرز کہتے ہیں۔جنگلی پرندہ ہے،جس کا رنگ خاکی اور گردن بڑی اور پاؤں لمبے اور چونچ میں تھوڑی سی لمبائی ہوتی ہے۔بہت تیز اڑتا ہے۔

جیسے علامہ ملاعلی قاریؒ بھی یہ لکھتے ہیں کہ هو طائر كبير العنق رمادي اللون في منقاره الطول، لحمه بين لحم البط والدجاج وهو اخف من لحم البط (جمع ص ۲۴۹) اُس کو جرج بھی کہتے ہیں۔یونانی لوگ اس کو غلوفس کہتے ہیں،جثہ میں کونج اور مرغابی کے درمیان ہوتا ہے۔صاحب لغات الصراح نے بھی حباریٰ کا ترجمہ شوات لکھا ہے اور مظاہر حق میں تعذری لکھا ہے۔حباری کا ترجمہ اور حضرات نے بھی تعذری اور چرز لکھا ہے۔نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو سُرخاب بھی کہتے ہیں،لیکن صاحب محیط نے سُرخاب جس کو چکوہ بھی کہتے ہیں،دوسرا پرندہ لکھا ہے اور صاحب نفائس نے چکوہ اور سُرخاب کی عربی نحام لکھی ہے۔اس لئے اقرب یہی ہے کہ سُرخاب دوسرا جانور ہے۔(خصائل ص ۸۸)

حباریٰ کی خصوصیات اور دیگر احادیث میں ذکر :

وقال ابن القيم ولحم الحبارىٰ حار يا بس بطئى الانهضام نافع لا صحاب الرياضة والتعب. (علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حباری پرندے کا گوشت گرم خشک اور دیر ہضم ہے البتہ محنت مزدوری اور تھکے ماندے لوگوں کے لئے مفید ہے)(مناوی ص ۲۴۹) شیخ عبدالروٴفؒ کہتے ہیں کہ زین الحافظؒ فرماتے ہیں۔کہ مصنفؒ نے اس باب ذکرِ حباریٰ میں صرف ایک روایت حضرت سفینہؓ کی نقل کی ہے۔وفيه عن انس رواه ابن عدی فی

الکامل قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطیر حباریٰ فقال اللھم ائتنی برجل یحب اللہ ورسولہ اویحبہ اللہ ورسولہ فاذا علی یقرع الباب فقال انس رسول اللہ مشغول ثم اتی الثانیۃ فقال رسول اللہ مشغول ثم اتی الثالثۃ فقال یا انس ادخلہ فقد عنیتہ۔ (مناوی ص ۲۴۹) (حالانکہ اس سلسلہ میں تو حضرت انسؓ سے بھی ایک روایت ہے جسے ابن عدی نے (اپنی کتاب) الکامل میں ذکر کیا ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حباری پرندہ لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ کوئی ایسے آدمی کو لے آئیں جسکو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کے ساتھ محبت ہو یا پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو اسکے ساتھ محبت ہو۔ تو اچانک اس دوران حضرت علیؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت انسؓ نے اسکو فرمایا کہ حضورؐ (اس وقت) مشغول ہیں پھر وہ دوبارہ آئے تو حضرت انسؓ نے کہا کہ آپؐ مشغول ہیں پھر جب تیسری بار آئے تو حضورؐ نے فرمایا اے انس اسکو داخل ہونے کی اجازت دے دیجئے اب تو اسکو تھکا دیا ہے)

عمدہ کھانا عین سنت ہے :

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ عمدہ کھانا جب اللہ نے دیا، خلاف سنت نہیں ہے بلکہ عین سنت ہے' جبکہ شکر کے ساتھ کھایا جائے۔ بعض لوگ اللہ کے دیئے ہوئے کے باوجود' سب کچھ ہونے کے باوجود' مرچ اور نمک اور پانی کا شوربا بنا کر کھاتے اور کھلاتے ہیں۔ یہ نعمت باری تعالیٰ کی توہین ہے اور واما بنعمۃ ربک فحدث (اور جو نعمت تیرے پروردگار کی ہے پس بیان کر) کے خلاف ہے، یہ تصوف نہیں بلکہ من گھڑت اعمال ہیں۔ تصوف وہ معتبر ہے' جو شریعت کے عین مطابق ہو۔

قرآن مجید اور احادیث میں کثرت سے اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا تذکرہ ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس سلسلہ میں چند استشہادات کا ذکر کیا ہے، جن کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں' قل من حرم زینۃ اللہ اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق، وقال عزوجل یا ایھاالرسل کلوا من الطیبات واعملو صالحاً ومن دعائہ علیہ السلام اللھم اجعل حبک احب الی من الماء البارد و قال السید ابو الحسن الشاذلیؒ الذی یشرب

Marfat.com

الماء البارد ویحمد اللہ من وسط قلبه اتم من حالة الصبر وقد کان سفیان الثوری اذا سافر حمل معه فی سفرته اللحم المشوی والفالوذج انتهی نعم اذا لم یوجد فمقامه الصبر وبهما یتم مقام الرضا بالقضا وهو باب اللہ الاعظم وقد قال تعالی ورضوان من اللہ اکبر (جمع ص ۲۵۰)

(اے نبی تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے پیغمبرو تم نفیس (ستھری) چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہوا کرتی کہ اے اللہ اپنی محبت کو میرے لئے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنادے اور سید ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ٹھنڈا پانی پی کر اللہ تعالیٰ کی حمد وتعریف دل کی گہرائی سے کرتا ہے۔ یعنی شکر کا مرتبہ صبر کے مرتبہ سے کمال میں زیادہ ہے اور سفیان ثوریؒ جب سفر پر جاتے تو اپنے سُفرہ (دستر خوان) میں بھنا ہوا گوشت اور فالودہ بھی ساتھ لے جاتے تھے (یعنی کھانے کی ضروری اشیاء کے علاوہ تلذذ کی چیزیں بھی ساتھ ہوتیں) ہاں اگر کوئی چیز بھی (کھانے کی) موجود نہ ہو تو پھر تو مقام صبر کے سوا چارہ ہی نہیں اور ان دونوں (صبر وشکر) ہی کیساتھ رضا بالقضاء کا مقام ومرتبہ پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے اور در حقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا بڑا باب ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سے رضامندی بھی بہت بڑی چیز ہے)

(۱۵۰/۶) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِیْمِیِّ عَنْ زَهْدَمِ الْجُرْمِیِّ قَالَ کُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ فَقُدِّمَ طَعَامُهٗ وَقُدِّمَ فِیْ طَعَامِهٖ لَحْمُ دَجَاجٍ وَفِی الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَیْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ کَاَنَّهٗ مَوْلٰی قَالَ فَلَمْ یَدْنُ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰی اُدْنُ فَاِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکَلَ مِنْهُ قَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یَاْکُلُ شَیْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا اَطْعَمَهٗ اَبَدًا۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت علی بن حجر نے بیان کی۔ اُن کے پاس

Marfat.com

اسمٰعیل بن ابراہیم نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ایوب سے اور انہوں نے قاسم تمیمی سے روایت کی۔ وہ یہ روایت زہدم جرمی سے نقل کرتے ہیں۔ زہدم کہتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس تھے، ان کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت بھی تھا۔ مجمع میں ایک آدمی قبیلہ بنو تیم اللہ کا بھی تھا، جو سُرخ رنگ کا تھا۔ بظاہر آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا۔ اُس نے یکسوئی اختیار کی۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے اُسے متوجہ ہونے کو کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرغی تناول فرمانے کا ذکر کیا۔ اس نے عذر کیا کہ میں نے اس کو کچھ ایسی ہی چیز کھاتے دیکھا، جس کی وجہ سے مجھے اس سے کراہت آتی ہے، اس لئے میں نے اسے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔

راوی حدیث (۳۵۳) القاسم التمیمیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث کی تشریح :

یہ حدیث پہلے بھی اسی باب میں چوتھے نمبر پر بیان ہو چکی ہے۔ صرف سند میں قدرے اختلاف ہے۔ تاہم دونوں میں اصل راوی زھدم جرمیؒ ہیں۔ گذشتہ روایت میں مرغی کے گوشت کے کھانے سے کراہیت کرنے والے کا نام نہیں بتایا گیا تھا۔ یہاں اشارةً توضیح کی گئی ہے کہ وہ سرخ رنگ کا آدمی تھا، جس کا تعلق تیم اللہ سے تھا۔ اور وہ کسی کا آزاد کردہ غلام معلوم ہوتا تھا۔ وكل ما اضيف فى هذه الرواية تحديد للرجل الذى تنحى وهو من بنى تيم الله، وهو حى من بكر، ومعنى تيم الله عبدالله (اور جو کچھ اس روایت میں بیان ہوا وہ دراصل اس شخص کی تحدید و تعین کرنا ہے جو (مرغی کھاتے کراہت کرتے ہوئے) یکسو ہو گیا تھا اور وہ بنی تیم اللہ کے قبیلہ سے تھا اور وہ بنو بکر میں سے ایک قبیلہ ہے اور تیم اللہ کا معنی عبداللہ ہے)۔ (اتحافات ص ۲۱۲)

(۱۵۱/۷) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عِيْسٰى عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الشَّامِ يُقَالُ لَهٗ عَطَاءٌ عَنْ اَبِىْ اُسَيْدٍ

Marfat.com

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت ابو احمد زبیری اور ابو نُعیم نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس یہ روایت سفیان نے اور ان کے پاس عبد اللہ بن عیسیٰ نے بیان کی۔ وہ یہ روایت اہل شام میں سے ایک شخص عطاء کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اور انہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت ابو اسیدؓ سے روایت کی تھی۔ ابو اسید کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو اور مالش میں بھی۔ اس لئے کہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔

راویان حدیث (۳۵۴) عبد اللہ بن عیسیٰؒ (۳۵۵) عطاء الساحلیؒ اور (۳۵۶) ابی اسیدؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ الباب سے مناسبت:

كلوا الزيت وادهنو به فانه من شجرة مباركة: ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے کہ زیتون کو روٹی کے ساتھ استعمال کیا جائے اور یہی ادام ہے، المرادهنا اكل الزيت مع الخبز فهو الادام (اتحافات ص ۲۱۲) زیت پھل کو بھی کہتے ہیں اور اس کے تیل کو بھی۔ لہٰذا یہ اعتراض وارد نہ ہوگا کہ زیتون تو مائع ہے، اسے کھانے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں ومناسبة الحديث للباب ان الامر باكله يستدعى أكله صلى الله عليه وسلم وما احب الاكل منه. (اور باب سے حدیث کی مناسبت بایں معنی ہوئی کہ آپؐ کا زیت کو کھانے کا حکم اس امر کا مقتضی ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھایا ہوگا یا یہ کہا جائیگا کہ ترجمہ الباب سے ہر اس چیز کی معرفت مقصود ہے جس سے آپؐ نے یا تو کھایا ہو یا اس سے کھانے کو پسند کیا ہو۔ (جمع ص ۲۵۲) وادّهنو ابه : ادّهان سے امر ہے، وهو استعمال الدهن یعنی تیل وغیرہ کا استعمال کرنا۔ (جمع ص ۲۵۱) یہ امر استحباب کے لئے ہے اور مستحب بھی اس شخص

Marfat.com

کے لئے ہے جو زیتون کے استعمال پر قادر ہو۔

زیتون' مبارک درخت ہے :

فانہ من شجرة مبارکة ' جیسا کہ قرآن میں ہے۔ زیتونة لاشرقیة ولا غربیة یکاد زیتھا یضئی ولولم تمسسہ النار (وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف قریب ہے اسکا تیل کہ روشن ہو اگرچہ نہ لگی ہو اس میں آگ) زیتون کے تیل کو برکت سے موصوف کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ شجرہ مبارکہ سے نکلتا ہے اولا نھا تنبت بالارض المقلسة التی بورک فیہ (مناوی ص ۲۵۲) اور یا اس لئے کہ زیتون' ایک مقدس اور پاک زمین جس میں برکت ڈال دی گئی تھی پیدا ہوتی ہے۔

ملک شام جہاں کم وبیش ستر (۷۰) انبیاءِ کرام مبعوث ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کا قدوم میمنت لزوم ہے۔ ان ہی حضرات کی وجہ سے یہ زمین مقدسہ کہلائی اور وہاں کا معروف اور مشہور درخت ''زیتون'' بھی بابرکت اور مبارک کہلایا۔ زیتون پہلا درخت ہے جو دنیا میں سب سے پہلے پیدا ہوا۔ و اول شجرة نبتت بعد الطوفان ۔ (یہ زیتون وہ پہلا درخت ہے جو طوفان نوح کے بعد پیدا ہوا۔ (مواھب ص ۱۲۲) انبیاءِ کرامؑ نے اس کے لئے برکت کی دعا کی منھم ابراھیم علیہ السلام ومنھم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فانہ قال اللھم بارک فی الزیت والزیتون مرتین کنا فی التفسیر القرطبی ۔ (مواھب ص ۱۲۲) ان ہی میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں آپؐ نے فرمایا اے اللہ برکت نازل فرما زیت اور زیتون میں یہ کلمات آپؐ نے دو دفعہ ارشاد فرمائے اسی طرح تفسیر قرطبی میں ہے۔

زیتون کے برکات :

اس میں ادام کی صلاحیت بھی ہے اور تدھّن کی بھی، شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں۔ لان الدھن بہ فی البلاد الحارة من اسباب حفظ الصحة واما البلاد الباردة فضار. (اور گرم ملکوں میں اسکے تیل کا استعمال صحت کا محافظ ہے البتہ جو ٹھنڈے ملک ہیں تو

Marfat.com

ان میں اسکا استعمال مضر اور نقصان دہ ہے) (اتحافات ص ۲۱۳) البتہ سردیوں میں سر کی مالش سے بینائی کو نقصان ہوتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ زیتون میں بہت منافع ہیں۔ اس کا تیل جلانے کے کام آتا ہے، کھایا جاتا ہے، مَلا جاتا ہے، دباغت میں استعمال ہوتا ہے، ایندھن جلانے کا کام آتا ہے، حتی الرماد یغسل به الابریشم (المواهب ص ۱۲۲) انتہا یہ کہ اسکی راکھ میں بھی یہ فائدہ کہ اس کے ساتھ ابریشم دھویا جاتا ہے۔

زیتون کا درخت ہر لحاظ سے بابرکت ہے۔ اس کی ہر چیز کارآمد ہے۔ اس کا سایہ بھی پھیلا ہوا اور گھنا ہوتا ہے۔ چالیس سال کے بعد پھل لاتا ہے۔ بعض کی عمر ہزار برس ہوتی ہے۔ اُن میں بعض درخت اڑھائی ہزار سال کی لمبی عمر پائے ہوئے ہیں۔ یونانیوں کے زمانہ کے لگائے ہوئے بعض درخت اب تک موجود ہیں۔ اسکے پھل کھانوں میں ڈال کر انہیں مزید مرغوب اور خوش ذائقہ بنا دیتے ہیں۔ زیتون کا تیل انسانی پٹھوں کے لئے نافع، فالج کے مریضوں اور بڑی عمر کے لوگوں کے لئے اس کی مالش مفید ہے۔ ابونعیم نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے، فان فیه شفاء من سبعین داء منها الجذام (جمع ص ۲۵۲) (یعنی زیتون کے تیل میں ستر بیماریوں کی شفا ہے۔ ان میں سے ایک جذام بھی ہے)

(۱۵۲/۸) حَدَّثَنَا يَحْيىٰ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَكَانَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ يَضْطَرِبُ فِي هٰذَا الْحَدِيْثِ فَرُبَّمَا اَسْنَدَهٗ وَرُبَّمَا اَرْسَلَهٗ.

حَدَّثَنَا السِّنْجِيُّ وَهُوَ اَبُوْ دَاوٗدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدِ الْمَرْوَزِيُّ السِّنْجِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ عُمَرَ.

Marfat.com

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبد الرزاق کے ذریعے پہنچی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے معمر نے بیان کیا اور انہوں نے زید بن اسلم سے ان کے باپ کے حوالے سے نقل کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھاؤ اور مالش میں استعمال کرو۔ اس لئے کہ وہ ایک مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح و توضیح گذشتہ حدیث میں آ گئی ہے کہ دونوں کے الفاظ ایک ہیں۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ رواہ الترمذی عن عمر، ورواہ احمد والترمذی والحاکم عن ابی اسید، ورواہ ابن الماجۃ والحاکم عن ابی ہریرۃؓ ولفظہ کلوا الزیت وادھنو بہ فانہ طیب مبارک. (جمع ص ۲۵۲) اسکو امام ترمذیؒ نے حضرت عمرؓ سے اور احمد اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابی اسید سے اور ابن ماجہ اور حاکم نے ابوھریرہؓ سے جسکے الفاظ کلو الزیت وادھنو فانہ طیب مبارک. (کہ زیتون کو کھاؤ بھی اور مالش بھی کرو یہ مبارک خوشبو ہے)

قال ابو عیسیٰ ! اس حدیث کی سند میں امام ترمذیؒ اور امام عبد الرزاق اس روایت کو کبھی مسنداً اور کبھی مرسلاً بیان کرتے ہیں۔ جس سے ایک گونہ اضطراب سا معلوم ہوتا ہے۔ تاہم انہوں نے اس روایت کو قبول کیا ہے۔ اسی حدیث کے ہم معنیٰ دوسری حدیث کی روایت بھی امام ترمذیؒ نے نقل کی ہے، مگر اسی کی سند میں حضرت عمر کا نام ذکر نہیں ہوا۔ یہ گویا اس کی سند پر دوسری جرح ہے۔

حدیثِ مضطرب کی تعریف :

اعلم ان المضطرب ھو الذی یختلف الرواۃ فیہ فیرویہ بعضھم علی وجہ وبعضھم علی وجہ آخر مخالف لہ ویقع الاضطراب فی الاسناد تارۃ وفی المتن اخریٰ وفیھما اخری من راوٍ واحد او اکثر ثم ان امکن الترجیح بحفظ رواۃ احدی الروایتین او کثرۃ صحبۃ المروی عنہ اوغیر ذلک فالحکم للراجح ولا اضطراب حینئذٍ والا فمضطرب یستلزم الضعف . (جمع ص ۲۵۲)

Marfat.com

(جاننا چاہیے کہ حدیث مضطرب وہ ہے جس میں راوی حضرات مختلف طرق سے روایت کریں پس ان میں بعض تو اسکی روایت ایک طریقہ سے کریں اور دوسرے پہلے کے مخالف کس دوسرے طریقے پر کریں پھر یہ اضطراب کبھی صرف سند ہی میں ہوتا ہے اور کبھی متن سند میں اور کبھی دونوں میں نیز کبھی ایک راوی سے اور کبھی اس سے زیادہ راویوں سے اب اگر وہاں دو روایتوں میں سے ایک روایت کے راویوں کے حفظ و یاداشت کاملہ کی وجہ سے یا چونکہ اس راوی کی مروی عنہ سے کثرت صحبت ہوئی یا کسی دوسری وجہ سے ترجیح دینا ممکن ہو تو پھر اصل حکم اسی راجح روایت کا ہوگا اور گویا اسوقت اضطراب ہی نہ رہا اور اگر یہ وجوہ ترجیح نہ ہوں تو پھر حدیث مضطرب اور ضعیف ہوگی۔

(۱۵۳/۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّآءُ فَاُتِيَ بِطَعَامٍ اَوْ دُعِيَ لَهٗ فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُهٗ فَاَضَعُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا اَعْلَمُ اَنَّهٗ يُحِبُّهٗ.

ترجمہ: "امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشارؒ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے محمد بن جعفر اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا، وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت شعبہ نے قتادہ سے اور انہوں نے خادمِ رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو مرغوب تھا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا آیا، یا حضورؐ کسی دعوت میں تشریف لے گئے۔ جس میں کدو تھا، چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضورؐ کو یہ مرغوب ہے، اس لئے اس کے قتلے ڈھونڈ کر میں حضورؐ کے سامنے کر دیتا تھا"۔

حضور اقدس ﷺ کو کدو پسند تھا:

كان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه الدباء: تعجب سے مراد استحسان اور پسندیدگی ہے۔ جیسے صاحب مواہب یہ کہتے ہیں کہ "والمراد بالتعجب هنا الاستحسان والاخبار عن رضاه به". (مواهب ص ۱۲۳) الدبآء: دال کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ

Marfat.com

پڑھا جاتا ہے۔ کدو کو کہتے ہیں اور کدو کی درخت بیل کو بھی۔ القرع: وھو ثمر شجر الیقطین (اتحافات ص ۲۱۴) (قرع کا معنٰی کدو کی بیل کا ثمرہ (میوہ کدو)) اس کا قرآن میں بھی ذکر آیا ہے۔ قال تعالیٰ وانبتنا علیه شجرۃ من یقطین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل پیدا کر دی۔ البتہ لغویوں سے تصریح کی ہے کہ یقطین ''ما لا ساق له من الاشجار '' (درختوں میں سے جس کا تنا نہ ہو) فیکون اعم من القرع. (اتحافات ص ۲۱۷) تو یقطین قرع سے عام ہوئی۔

کدو کیوں پسند تھا ؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند تھا؟ شارحینِ حدیث لکھتے ہیں کہ کدو کھانے سے عقل میں تیزی، دماغ میں قوت، حافظہ میں طاقت اور سالن میں خوش ذائقہ اور مرغوبیت پیدا ہوتی ہے۔ شیخ البیجوریؒ فرماتے ہیں :

و سبب کون النبی صلی اللہ علیه وسلم یعجبه الدباء ما فیه من زیادۃ العقل والرطوبة وکونه سریع الانحدار وکونه ینفع المحرور ویلائم المبرودو یقطع العطش ویذھب الصداع الحار اذا شرب او غسل به الرأس الی غیر ذلک . (مواھب ص ۱۲۳) (اور نبی کریمؐ کے کدو کو پسند کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کے کھانے میں عقل کی زیادتی اور مرطوب و زود ہضم ہے اور یہ کہ گرم مزاج والوں کے لئے مفید اور سرد مزاج کے لئے بھی مناسب ہے اور پیاس کو بجھاتا ہے اور اس کے پینے یا اس کے ساتھ سر دھونے سے گرم بخار اور سر دردی کا خاتمہ ہو جاتا ہے)

شیخ عبدالروفؒ فرماتے ہیں :

''وسبب محبته ......وما خصه اللہ به من انباته علی یونس حتیٰ وقاہ و تربیٰ فی ظله فکان له کالام الحاضنة لفرخها'' . (مناوی ص ۲۵۳) کہ آپؐ کو کدو کیساتھ محبت (گزشتہ خصوصیات کے علاوہ) اس لئے بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیل کو حضرت یونسؑ پر اسکی حفاظت کے لئے پیدا کیا اور وہ اس کے سایہ میں پرورش پاتے رہے تو وہ کدو کی بیل حضرت یونسؑ کے لئے بمنزلہ ایسی ماں کے جو اپنے بچے کی پرورش اور پوری حفاظت

Marfat.com

کرتی ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کدو میں ایک چیز ایسی بھی ہے، جس کا راز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے۔ "ما کان یلحظه من السر الذی اودعه الله فیه اذ خصصه بالانبات علی اخیه یونس علیه السلام" (یعنی وہ مخفی راز جو اللہ تعالیٰ اسکو حضرت یونسؑ پر پیدا فرما کر رکھا ہے) (جمع ص ۲۴۵)

شیخ عبدالرؤفؒ نے غیلانیات کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے :

"عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال لی رسول الله یا عائشة اذا طبختم قدرا فاکثروا فیها من الدباء فانه یشد قلب الحزین. (مناوی ص ۲۴۵) (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے آپؐ نے فرمایا اے عائشہ جب دیگچی میں سالن پکائیں تو اسمیں کدو کے قتلے زیادہ ڈالا کریں اس لئے کہ وہ غمگین شخص کے دل کو مضبوط کر دیتا ہے)

طعام میں خدمت وایثار :

فاتی بطعام اودعی له حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا یا آپؐ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ راوی کو شک ہے، وهذا شک من انس اوممن دونه وقصره علی انس لا دلیل علیه. (مواہب ص ۱۲۳) (اور یہ شک راوی حضرت انس کو ہے یا اس سے نیچے راویوں کا البتہ اس شک کو حضرت انسؓ پر منحصر کرنے پر کوئی دلیل موجود نہیں) فاضعه بین یدیه : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کدو کے قتلے چن چن کر آپؐ کے سامنے رکھتا رہا۔ میں جانتا تھا کہ آپؐ کو کدو بہت پسند ہے۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ انسان طعام میں بھی اپنے پر دوسرے کو ترجیح دیتا رہے، تو مستحسن ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ جب کھانے میں اشیاء مختلف ہوں۔ مثلاً ایک سالن میں کدو بھی ہے اور گوشت بھی، یا بھنڈی بھی ہے اور گوشت بھی یا آلو بھی ہے اور گوشت بھی وغیرہ، تو دوسرے کے سامنے سے کھایا اور اٹھایا جا سکتا ہے یا اگر دوسرا شریک طعام ساتھی بطیبِ خاطر تمہارے اس کے سامنے سے اٹھانے کو محسوس نہ کرے بلکہ تمہیں علم ہو کہ وہ خوش ہوگا، پھر بھی جائز ہے۔

Marfat.com

" وھذا الحدیث یدل علی ندب ایثار المرء علی نفسه بما یحب من الطعام وجواز تقدیم بعضھم لبعض من الطعام المتقدم بشرط رضا المضیف (مواھب ص۱۲۳) (اور یہ حدیث ایک شخص کا اپنی ذات پر کسی دوسرے شخص کو کسی اچھے اور محبوب کھانے میں ایثار کے استحباب پر دلالت کر رہی ہے اور یہ کہ اگر میزبان کی رضامندی ہو تو پھر کوئی خاص چیز کھانے کیلئے دوسرے کو پیش کرنے کے جواز پر بھی)

(۱۰/۱۵۴) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَرَاَیْتُ عِنْدَهٗ دُبَّآءَ یُقَطَّعُ فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ نُکَثِّرُ بِهٖ طَعَامَنَا قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی وَجَابِرٌ هٰذَا هُوَ جَابِرُ بْنُ طَارِقٍ وَیُقَالُ ابْنُ اَبِیْ طَارِقٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَعْرِفُ لَهٗ اِلَّا هٰذَا الْحَدِیْثُ الْوَاحِدَ وَاَبُوْ خَالِدٍ اسْمُهٗ سَعْدٌ۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ان کے پاس یہ روایت حفص بن غیاث نے اسمٰعیل بن ابی خالد کے واسطے سے بیان کی۔اُن کے پاس یہ روایت حکیم بن جابرؓ نے اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کی۔ جابر بن طارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جا رہے تھے۔میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا بنے گا۔فرمایا کہ اس سے سالن میں اضافہ کیا جائیگا۔

راویان حدیث (۳۵۷) حفص بن غیاثؒ (۳۵۸) اسماعیل بن ابی خالدؒ اور (۳۵۹) حکیم بن جابرؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

سالن زیادہ پکا کے رکھنا :

دخلت علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ...... الخ 'یقطع: تقطیع سے ہے۔بمعنی قاش قاش کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا' ای جعل الشئی قطعةً قطعةً وباب التفعیل للتکثیر . اور تفعیل کا باب تکثیر کے لئے آتا ہے۔(جمع ص ۲۵۴) فقلت ما ھذا ، یہ سوال حقیقت شئی

Marfat.com

سے نہیں مطلب یہ ہے کہ اس کا فائدہ کیا ہوگا و المعنی ما فائدة کثرة تقطیعته۔
(جمع ص:۲۵۴)

نکثر طعامنا ! تکثیر سے ہے "وھو جعل الشئی کثیرا "(جمع ص ۲۵۴) یعنی اپنا سالن زیادہ کرتے ہیں۔ بعض نے کہا نکثر: اکثار سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کا گھر میں شوربا زیادہ رکھنے کا معمول تھا تاکہ وارد و صادر کی خدمت و تواضع اور پڑوسیوں کا حقِ جوار ادا کیا جاسکے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سالن پکانا اور اس سے متعلقہ امور انجام دینا زہد و توکل کے منافی نہیں ہے' بلکہ یہ تو معیشت میں میانہ روی اختیار کرنے کے مناسب ہے جس سے وصف قناعت حاصل ہوگی۔

ملاعلی قاریؒ کے الفاظ یہ ہیں وفیہ دلیل علیٰ ان الاعتناء بامر الطبخ وما یصلحہ لاینا فی الزھد والتوکل بل یلائم الاقتصاد فی المعیشة المؤدی الی القناعة ۔ (جمع ص ۲۵۴)

امام ترمذی کی وضاحت :

قال ابو عیسیٰ ...... الخ 'چونکہ حضرت جابر بن عبداللہؓ مشہور ہیں۔ حضرات صحابہ میں کثیر الروایة ہیں اور جب مطلقِ جابر کا ذکر ہو، تو مراد وہی ہوتے ہیں۔ والمطلق یصرف الیہ عند المحدثین ۔ (اور جب مطلق جابر کا ذکر ہو تو محدثین کے نزدیک جابر بن عبداللہ مراد ہوتے ہیں)۔ (جمع ص ۲۵۴) اس لئے امام ترمذیؒ نے تصریح کر دی کہ یہاں روایت میں جابر سے مراد جابر بن طارق ہیں۔

(۱۱/۱۵۵) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ اِنَّ خَیَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَہٗ قَالَ اَنَسٌ فَذَھَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی ذٰلِکَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِّنْ شَعِیْرٍ وَ مَرَ قًا فِیْہِ دُبَّآءٌ وَقَدِیْدٌ قَالَ اَنَسٌ فَرَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَی الصَّحْفَةِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّآءَ مِنْ یَوْمَئِذٍ.

Marfat.com

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ ان کے پاس اسے مالک بن انس نے بیان کیا۔ انہوں نے اسے اسحٰق بن عبد اللہ بن ابوطلحہ سے نقل کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرتبہ دعوت کی۔ میں بھی حضورؐ کے ساتھ حاضر ہوا۔ اُس نے حضورؐ کی خدمت میں جو کی روٹی اور کدو گوشت کا شوربا پیش کیا۔ میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ پیالہ کے سب جانبوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے ہیں۔ اس وقت سے مجھے بھی کدو مرغوب ہو گیا۔

بعض الفاظ کی تشریح :

فقال انس فذهبت مع رسو ل الله صلى الله عليه وسلم ......الخ' حضرت انس رضی اللہ عنہ اس دعوت میں تبعاً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں شریک ہوئے۔ لکونه خادمه او بطلب مخصوص یا تو اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور یا اسکو بھی مستقل دعوت دی گئی تھی۔ (مواھب ص ۱۲۴) قدید فعیل کے وزن پر ہے، بمعنی مفعول کے ای لحم مقدد والقد : القطع طولاً کالشق یعنی گوشت کا ٹکڑا جو لمبائی میں کاٹا اور چیرا گیا ہو جیسے پھٹن (جمع ص ۲۵۵) فیکون مملحاً مجففاً فی الشمس اوغیرھا (مواھب ص ۱۲۴) اور پھر نمک لگائے ہوئے دھوپ یا کسی دوسری چیز کے ذریعہ خشک کیا جائے۔ رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتتبع الدباء' حوالی القصعة : (میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ کاسہ کے اطراف میں کدو کے ٹکڑے اور قاشیں تلاش فرما رہے تھے) بعض نسخوں میں القصعة کے بجائے الصحفة نقل ہوا ہے۔ القصعة : بڑے پیالے کو کہتے ہیں، جس میں دس آدمی بہ سہولت پیٹ بھر کر کھا سکیں۔ ''انا ء یشبع العشرة ومن اللطافات لا تکسر القصعة ولا تفتح الخزانة''. الصحفة : اس پیالے کو کہتے ہیں جس میں پانچ افراد پیٹ بھر کر کھانا کھا سکیں۔ فهی التی تشبع الخمسة (مواھب ص ۱۲۴) مکیلة : وہ پیالہ جس میں دو آدمی کھانا کھا سکیں' اس سے چھوٹے کو صحیفة کہتے ہیں' جس میں ایک آدمی کھانا کھا سکے اور ان میں سب سے بڑے کو جفنة کہتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قصعة کے اطراف

Marfat.com

سے کدو کے ٹکڑے تلاش کر کر کے نوش فرما رہے ہیں۔ حوالی القصعة: وهو مفرد اللفظ مجموع المعنٰی ای جوانبها اور وہ لفظاً مفرد اور معنًی جمع ہے یعنی اس کے اطراف۔ (جمع ص ۲۵۶)

مسلمان کدو سے محبت کریں:

فلم ازل احب الدباء من یومئذٍ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اس روز سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھے کدو سے محبت ہوگئی۔ ای محبة شرعية لاطبعيّه' جو چیز بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی، صحابہ کرامؓ اس کو محبت عقلی اور شرعی سمجھ کر پسند کرتے (نہ کہ طبعی طور پر)۔ حضرت انسؓ کی کدو سے محبت گویا آپؐ کی سنت سے محبت ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں، مسلمان کے لئے بہت ہی بہتر ہے کہ وہ کدو کو مرغوب سمجھے اور پسندیدہ غذا کے طور پر شوق و رغبت سے کھائے۔ اسی طرح ہر اس چیز کو پسند کرے، جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے۔ جیسے ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ

وانه یسن محبة الدباء لمحبة رسول الله صلی الله علیه وسلم و کذا کل شئی کان یحبه ذکره النووی (جمع ص ۲۵۶) قال ابن عبد البرو من صریح الایمان محبة ما کان المصطفٰی یحبه و اتباع ما کان یفعله. (مناوی ص ۲۵۶) (علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں خالص اور صریح ایمان کی علامت یہ ہے کہ ہر اس چیز سے محبت کی جائے جس سے حضور مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم محبت فرماتے نیز جو آپؐ کیا کرتے تھے اسکی اتباع کی جائے)

دعوت قبول کرنی چاہیے:

حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعلیٰ اور عظمتوں والے لوگ اپنے سے کم درجے اور ادنیٰ لوگوں کے ہاں جا کر ان کا کھانا کھا سکتے ہیں۔ چاہے دعوت کرنے والے کسبی کیوں نہ ہوں۔ ایسے لوگوں کی دعوت قبول کرنا سنت ہے اور بے تکلف داعیوں کے ہاں اپنے خادم کو ساتھ لے جانا بھی مشروع ہے۔ جیسے کہ محشی مشکوٰۃ نے اس کو اس عبارت میں نقل کر دیا کہ:

وفی الحدیث جوازا کل الشریف طعام من دونه من محترف اوغیره واجابة

Marfat.com

دعوتہ و مو اکلۃ الخادم وان کسب الخیاط لیس بدنی ملخصًا من المرقات ۔(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۴) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ داعی حسب توفیق دعوت کا انتظام کرے نہ کہ بتکلف بہت سے اشیاء کا اہتمام کرکے اپنے لئے باعث تفاخر سمجھے جیسے کہ صحابیؓ نے جو کی روٹی اور کدو کے قاشے ڈالے ہوئے شوربا پیش فرمایا۔ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک باب آگیا ہے کہ آپؐ کس قدر متواضع اور خلیق تھے۔ اپنے اصحابؓ پر کس قدر مہربان اور شفیق تھے۔

(۱۵۶/۱۲) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ وَمَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوْا اَخْبَرَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَآءَ وَالْعَسَلَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن ابراہیم دورقی، سلمۃ بن شبیب اور محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ تینوں کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو اسامہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ہشام ابن عروۃ سے اُن کے باپ کے واسطہ سے پہنچی۔
وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا۔
راویان حدیث (۳۶۰) احمد بن ابراہیم الدورقیؒ اور (۳۶۱) ابو اسامۃ حماد بن اسامۃؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوہ اور شہد پسند تھا:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب الحلواء والعسل :حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوہ اور شہد بہت مرغوب تھے۔ حلواء! شیرین' میٹھا' ہر وہ چیز جس میں مٹھاس ہو کل مافیہ حلاوۃ (اتحافات ص ۲۱۶) لہٰذا یہاں پر العسل کا عطف از قبیل ''عطف الخاص علی العام'' کہ عطف خاص عسل (شہد) کا عام حلوہ (میٹھے) پر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گڑ' شکر مروج نہیں تھے، بلکہ بعض حضرات نے تو تصریح کی ہے کہ

Marfat.com

آپؐ نے شکر نہیں دیکھی تھی۔ میٹھی چیز عموماً کھجور اور شہد سے تیار کی جاتی تھی۔ وقد تطلق علی الفا کھة وقال الثعالبی الحلواء التی کان یحبھا تمر یعجن بلبن. (مناوی ص ۲۵۶) (اور کبھی حلوہ کا اطلاق میوہ جات پر بھی ہوتا ہے امام ثعالبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ حلوہ جسکے ساتھ آپؐ محبت کرتے تھے وہ تو ایسی کھجور جو دودھ میں ملائی اور گوندھی جائے)

شیخ البیجوریؒ فرماتے ہیں، سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حلوہ بنایا اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیا، جو باریک آٹے اور شہد سے تیار کیا گیا تھا۔ جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا "فاستطابہ"۔ (مواھب ص ۱۲۵)

حلوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شدتِ اشتہا اور لذتِ نفس کے لئے نہ تھی ...... بل لا لاستحسانھا '(بلکہ اسکے عمدہ ہونے کے لئے) لہٰذا اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عمدہ کھانے کی محبت تقویٰ اور زہد کے منافی نہیں ہے۔

و یوخذ من ھذا الحدیث ان محبة الاطعمة النفیسة لا تنا فی الزھد لکن بغیر قصد . (مواھب ص ۱۲۵) (اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اور نفیس قسم کے کھانوں سے غیر ارادی محبت زہد و تقویٰ کے منافی نہیں)

(۱۵۷/۱۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ الزَّعْفَرَانِیُّ اَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ یُوْسُفَ اَنَّ عَطَآءَ بْنَ یَسَارٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا قَرَّبَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَّشْوِیًّا فَاَکَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ اِلَی الصَّلٰوةِ وَمَا تَوَضَّاَ.

ترجمہ: "امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسن بن محمد زعفرانی نے بیان کی۔ اُن کے پاس حجاج بن محمد نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ابنِ جریج نے کہا مجھے محمد بن یوسف نے خبر دی کہ اُسے عطاء بن یسار نے خبر دی اور اُسے ام المؤمنین ام سلمہؓ نے بتایا۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؐ نے تناول فرمایا اور پھر بلا وضو کیے نماز پڑھی۔

Marfat.com

راویان حدیث (۳۶۲) الحسن بن محمد الزعفرانیؒ (۳۶۳) حجاج بن محمدؒ (۳۶۴) ابن جریجؒ (۳۶۵) محمد بن یوسفؒ اور (۳۶۶) عطاء بن یسارؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

گوشت آپؐ کی محبوب غذا تھی :

انها قربت ...... الخ ، مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا ہے۔

بیاً کی بعض نے من شاة (بکری) کی تصریح کی ہے، مگر اس پر کوئی قوی دلیل نہیں ہے۔

جنب: ماتحت الابط الی الکشح (بغل کے نیچے سے پہلو تک) (اتحافات ص ۲۱۷)

ور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بھی پسند تھا۔ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا حم سید الطعام لاهل الدنیا والآخرة (گوشت دنیا و آخرت کے لوگوں کے لئے ؤں کا سردار ہے)۔ (جمع ص ۲۵۸) دیگر روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ت علیؓ سے مرفوعاً منقول ہے۔ سید طعام اهل الدنیا اللحم ثم الارز (جمع ص ۲۵۸) (دنیا کے کھانوں کا سردار گوشت اور پھر چاول ہیں) ابوشمعان کہتے ہیں کہ میں نے علماء ا ہے، فرماتے ہیں، کان احب الطعام الی رسول الله صلی الله علیه وسلم اللحم وه زید سبعین قوة وقال الشافعی اکله یزید فی العقل (جمع ص ۲۵۸) (نبی کریم صلی اللہ وسلم کا محبوب ترین کھانا گوشت تھا اور وہ انسان میں ستر قوتیں زیادہ کر دیتا ہے، امام شا رماتے ہیں کہ گوشت کا کھانا عقل میں زیادتی کا سبب ہے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ گوشت رنگ کو صاف کرتا ہے۔ خلق میں لاتا ہے جس نے چالیس روز تک گوشت نہ کھایا، ساء خلقه ذکره فی الاحیاء (جم ۲۵۸) علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں گوشت کے کھانے پر مداومت نہیں کرنی چاہیے کہ سے بہت سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ وقال بقراط الحکیم لا تجعلو بطونکم مقابر للحیوان (مواهب ص ۱۲۵) (حکیم بقراط کہتے ہیں کہ اپنے پیٹوں کو حیوانوں کا قبرستان نہ بنائیے) اس حدیث کا ماقبل سے ربط ظاہر ہے کہ اس سے پہلے حلوہ اور شہد کا بیان تھا اور اب گوشت کا تنبیهاً علی ان الثلاثة افضل الاغذیة وانفعها للبدن والکبد والاعضاء

Marfat.com

ولا ینفر منها الامن به علة او آفة (جمع ص ۲۵۷) (ان تین چیزوں کے تذکرہ سے یہ تنبیہ کرنی تھی کہ یہ تینوں (حلوہ شہد گوشت) غذاؤں میں افضل اور بدن وجگر اور دوسرے اعضاء کے لئے نافع اور مفید ہیں اور ان کے کھانے سے بیمار یا کوئی آفت زدہ ہی متنفر اور کراہت محسوس کریگا)

قال ابن العربی وقد اکل صلی الله علیه وسلم الحنیذ، ای المشوی والقدید والحنید اعجل اللحم وألذه. (اتحافات ص ۲۱۷) ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُھنا ہوا گوشت کھایا ہے۔ نیز خشک اور بھنا ہوا گوشت پکنے میں جلدی اور کھانے میں لذیذ ترین ہوتا ہے) ثم قام الی الصلوٰة و ما توضأ !اس میں دلیل یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا اور یہی مذہب خلفاءِ اربعہ اور ائمہ اربعہ کا ہے۔ علامہ البیجوریؒ فرماتے ہیں، فیه دلیل علی ان الأکل ما مستة النار لاینقض الوضوء و هو قول الخلفاء الاربعة والائمة الا ربعة ۔ (مواہب ص ۱۲۵)

(۱۵۸/۱۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ اَكَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِوَاءً فِي الْمَسْجِدِ .

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ نے بیان کی۔ اُن کے پاس یہ روایت ابن لہیعہ نے بیان کی۔ انہوں نے اسے سلیمان بن زیادہ سے روایت کیا اور انہوں نے صحابی رسول عبداللہ ابن حارثؓ سے نقل کی۔ عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔

مسجد میں بیٹھ کر کھانے کا حکم :

قال اکلنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم شواءً فی المسجد ، الشواء : آگ پر بھونے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں۔ ''اللحم المشوی بالنار '' (اتحافات ص ۲۱۸) اس حدیث میں باہم یکجا بیٹھ کر مسجد میں کھانا کھانے کا جواز مدلول ہے۔ بشرطیکہ مسجد کا فرش خراب نہ ہو اور کھانے کے ریزے فرشِ مسجد پر نہ گریں۔ (ورنہ پھر یا تو مکروہ اور یا حرام

Marfat.com

ہوگا) علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں فیہ دلیل لجواز اکل الطعام فی المسجد جماعۃ و فرادیٰ و محلہ ان لم یحصل مایقذر المسجد والا فیکرہ او یحرم (جمع ص ۲۵۷) اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ اور آپؐ کے صحابہؓ نے مسجد میں زمانہ اعتکاف میں کھانا کھایا ہو (جیسے کہ علامہ بیجوریؒ نے نقل کیا ہے کہ) ویمکن حمل اکلھم بالمسجد علی زمن الاعتکاف. (مواہب ص ۱۲۶)

ابن ماجہ میں یہ اضافہ بھی منقول ہے۔ ثم قام فصلی و صلینا معہ ولم نزد علی ان مسحنا ایدینا بالحصباء (جمع ص ۲۵۸) (کہ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کیساتھ نماز پڑھی اسکے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا صرف یہ کہ کنکریوں کے ساتھ اپنے ہاتھ پونچھے)

خلاصہ یہ کہ مسجد میں کھانا جائز ہے، مگر اس کو عادت نہیں بنا لینا چاہیے۔ یہ باب چونکہ آپؐ کے سالن کے بیان میں ہے تو لازماً یہاں گوشت بطور سالن کے روٹی کے ساتھ کھایا جانا مراد لیا جائے گا۔ ای مشویا یعنی مع الخبز (جمع ص ۲۵۸) (یعنی بھنا ہوا گوشت روٹی کیساتھ کھایا)

علامہ الیجوریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ضیافت ضباعۃ بنت الزبیر ابنۃ عم البنی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر تھی۔ حضور اقدس ﷺ اپنے مہمانوں سمیت (جن میں مغیرہ بن شعبہؓ بھی تھے) ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ کے سامنے بکری کا بھنا ہوا پہلو لایا گیا۔ ثم اخذ الشفرۃ (پھر حضور ﷺ نے چھری اٹھائی) یہ طلحۃ کے وزن پر ہے۔ بڑی اور چوڑی چھری کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع شفار آتی ہے۔ جیسے کلب کی جمع کلاب اور شفرات بھی آتی ہے جیسے سجدۃ کی جمع سجدات۔ (مناوی ص ۲۸۹)

(۱۵۹/۱۵) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ اَنْبَانَا وَکِیْعٌ" حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ" عَنْ اَبِیْ صَخْرَۃَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ الْمُغِیْرَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الْمُغِیْرَۃَ بْنِ شُعْبَۃَ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَاُتِیَ بِجَنْبٍ مَّشْوِیٍّ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَۃَ فَجَعَلَ

Marfat.com

يَحُزُّلِىْ بِهَا مِنْهُ قَالَ فَجَاءَ بِلَالُ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلٰوةِ فَاَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ مَالَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ قَالَ وَ كَانَ شَارِبُهُ قَدْ وَفٰى فَقَالَ لَهُ اَقُصُّهُ لَكَ عَلٰى سِوَاكٍ اَوْ قُصَّهُ عَلٰى سِوَاكٍ .

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر وکیع نے دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے مسعر نے ابی صخرہ جامع بن شداد کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت مغیرہ بن عبداللہ سے اور انہوں نے مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کی۔ مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مہمان ہوا۔ کھانے میں ایک پہلو بھنا ہوا لایا گیا۔ حضور ﷺ چاقو لے کر اُس میں سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے۔ اسی دوران میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر نماز کی تیاری کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاک آلود ہوں اس کے دونوں ہاتھ، کیا ہوا اس کو کہ ایسے موقع پر خبر کی اور پھر چھری رکھ کر نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ مغیرہؓ کہتے ہیں کہ دوسری بات میرے ساتھ یہ پیش آئی کہ میری مونچھیں بہت بڑھ رہی تھیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ لاؤ مسواک پر رکھ کران کو کتر دوں یا یہ فرمایا کہ مسواک پر رکھ کران کو کتر دو۔ راوی کو الفاظ میں شک ہے کہ کیا لفظ فرمائے۔

راویان حدیث (۳۶۷) مسعرؒ (۳۶۸) ابوصخرہؒ اور (۳۶۹) مغیرہ بن عبداللہؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ ''ضفت'' کا معنیٰ وتشریح :

قال ضفت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ . اس کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ میں اور حضور اقدس ﷺ ایک صاحب کے پاس مہمان ہوئے، جیسا کہ علامہ مناویؒ لکھتے ہیں: ای نزلت انا وایاہ ضیفین علی انسان. (مناوی ص ۲۵۸) وقال الطیبی ای نزلت انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رجل ضیفین لہ (جمع ص ۲۵۸) اور دوسرا معنیٰ یہ بھی محتمل ہے کہ ایک رات میں آپؐ کا مہمان بنا. ای کنت لیلۃ ضیفہ۔

(جمع ص ۲۵۸)

Marfat.com

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ بندہ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ میں حضور اقدس ﷺ کا مہمان تھا اور آپ ﷺ کی مع مہمانوں کے کہیں دعوت تھی ۔جیسا کہ عام معمول ہے کہ اکابر کی دعوت بمع خدام و متعلقین کے ہوتی ہے اس صورت میں روایات میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا کہ یہ اصل میں آپؐ کے مہمان تھے اور آپ ﷺ کی اس وقت مع مہمانوں کے دعوت کی وجہ سے یہ بھی اور آپ ﷺ دونوں دوسرے کے مہمان تھے۔(خصائل)

علامہ الیجوریؒ فرماتے ہیں کہ ضیافت ضباعة بنت الزبير ابنة عم البنى صلى الله عليه وسلم (حضور ﷺ کی چچازاد بیٹی ضباعہ بنت زبیر) کے گھر پر تھی۔ و قيل انها كانت فى بيت ميمونة ام المومنين (اور بعض کے نزدیک ضیافت ام المومنین حضرت میمونہؓ کے حجرہ میں تھی)۔(اتحافات ص ۲۱۹)

حضور اقدس ﷺ کی تواضع اور خدمت :

فجعل يحز فحزلى بها منه: حضور اقدس ﷺ، تالیف قلب، مروت شفقت اور تواضع و خدمت کے طور پر گوشت چھری سے کاٹ کاٹ کر مہمانوں کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔جن میں مغیرہ بن شعبہؓ بھی تھے۔چنانچہ فرماتے ہیں۔ فحز لى بها منه ۔يحز بمعنی يقطع کے ہے۔الحز : القطع کو کہتے ہیں اور الحزة : قطعة من اللحم طولا (گوشت کے لمبا ٹکڑے) کو کہتے ہیں۔اس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ بھنے ہوئے گوشت کو حسب ضرورت چھری سے کاٹنا جائز ہے۔ایک تو مروّجہ چھری کانٹے کا استعمال ہے، جس میں ہاتھ کی تھوڑی تلویث بھی برداشت نہیں کی جاتی ۔ یہ بہر حال مذموم ہے۔ جب غیر معمولی حالت ہو اور اگر گوشت کے قطعے بڑے بڑے اور سخت ہوں اور لقموں کا ہاتھ سے توڑنا ممکن نہ رہے، تو پھر چاقو چھری کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔سب سے زیادہ بہتر تو جیہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی ہے۔فرماتے ہیں کہ ممانعت چاقو سے کھانے کی ہے اور یہ واقعہ چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے کا ہے۔اگر گوشت اچھی طرح نہ گلا ہو تو چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(خصائل)

Marfat.com

احادیث میں تعارض سے جواب :

نیز حدیث میں تصریح ہے۔ لا تقطعو اللحم بالسکین فانه من صنیع الا عاجم وانهشوه فانه اهنأ وامرأ (گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ یہ عجمی لوگوں کا طریقہ ہے اور اسکو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ یہ کھانے کو خوشگوار اور لذیذ ترین بنا دیتا ہے) (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۴) لہٰذا بظاہر دونوں احادیث میں معارضہ ہے۔ شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں (۱) لقول ابی داؤد و البیهقی (انه) لیس بالقوی وعلی التنزل (۲) فالنهی وارد فی غیر الشوی (۳) او محمول علی ما اذا تخذا لحز عادة (۴) او یحمل الحز علی الکبیر لشدة لحمه والنهی علی الصغیر (مناوی ص ۲۵۹) (۱) کہ حدیث نہی قوی نہیں ہے جیسا کہ ابوداؤد اور بیہقی نے قول کیا ہے (۲) اگر حدیث نہی کو قوی علے سبیل التنزل مان بھی لیا جائے تو پھر تطبیق یہ ہوگی کہ نہی کا حکم بھنے ہوئے گوشت کے علاوہ (خوب پکے ہوئے) کے لیے ہے (۳) یا نہی کا حکم اس وقت ہے کہ چھری کے ساتھ کاٹنے کی عادت بنالی جائے (۴) یا چھری سے کاٹنے کا حکم بوڑھے اور لاغر جانور کے لیے کہ اسکا گوشت سخت ہوتا ہے اور نہی کی حدیث کا محمل چھوٹا جانور ہو (مناوی ص ۲۵۹) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چھری سے کاٹنے کا حکم اس وقت ہو کہ گوشت کا ٹکڑا بڑا ہے اور ہاتھ میں نہیں اٹھایا جاسکتا اور نہی کا محمل چھوٹے ٹکڑے کے لیے ہو)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں :

(۱) هو لیس بالقوی علی انه یجوز ان یکون احتزازه صلی الله علیه وسلم ناسخاً لنهیه عن قطع اللحم بالسکین.

(۲) وان یکون لبیان الجواز تنبیهاً علی ان النهی للتنزیه لا للتحریم.

(۳) و قیل معنی کونه من صنیع الا عاجم ای من دابهم و عادتهم ای لا تجعلو القطع بالسکین دأبکم کالا عاجم بل اذا کان نضیجاً فانهشوه فان لم یکن نضیجاً فحزّوه بالسکین۔ (جمع ص ۲۵۰)

(۱) یہ حدیث نہی قوی نہیں اسکے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا چھری سے کاٹنا یہ ناسخ

Marfat.com

بن جائے حضور ﷺ کے فرمان مبارک کہ گوشت کو چھری سے کھانے کے لیے نہ کاٹو۔

(۲) یا حضورؐ کا چھری سے گوشت کو کاٹنا بیان جواز کے لئے ہو اور اس بات پر تنبیہ ہو کہ نہی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔

(۳) اور بعض نے کہا کہ عجمیوں کا طریقہ ہونے کا مطلب انکی عادت مستمرہ ہے یعنی مطلب یہ ہوگا کہ تم لوگ چھری کیساتھ کاٹنے کی عادت عجمیوں جیسے نہ بناؤ بلکہ اگر گوشت پختہ ہے تو پھر دانتوں سے نوچو اور اگر پکا ہوا نہیں تو پھر چھری سے کاٹو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تنبیہ :

فجاء بلال ! دریں اثنا حضرت بلالؓ نے آکر نماز کی تیاری کی اطلاع دی۔ یؤذن: ایذان سے ہے وھو الاعلام۔ وہ خبردار کرتا ہے (اتحافات ص ۲۱۹) آپؐ نے کھانا چھوڑ دیا اور فرمایا "ماله تربت يداه" بلال کو کیا ہو گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلالؓ کا یہ بے ڈھنگا پن پسند نہ آیا کہ آپؐ تو مہمانوں کی خاطر مدارات کر رہے تھے، پھر نماز کا وقت بھی آپؐ کو معلوم تھا۔ آپؐ کو اس کی فکر بھی ہوتی تھی۔ اس لئے آپؐ نے اس جملہ سے زجر و توبیخ، تنبیہ اور تربیت فرمائی۔ بددعا غرض نہ تھی اور یہ جملہ بددعا کے لئے استعمال بھی نہیں ہوتا۔ وجرى على السنة العرب لمجرد اللوم لا للدعوة عليه اور یہ کلمہ (ماله تربت بداه) عرب کی زبان میں محض کچھ ملامت کرنے کے لئے ہے نہ کہ بددعا کے لئے ہوتا ہے۔ (اتحافات ص ۲۱۹) اور تنبیہ اس امر پر تھی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہمان کی وجہ سے اس کے اہتمام میں مشغول تھے، تو اس کو درمیان میں اطلاع نہیں کرنی چاہیے تھی بلکہ فراغت کا انتظار مناسب تھا جبکہ نماز کے وقت میں گنجائش بھی تھی۔ ويحتمل انه قال رعاية لحالة الضيف اور یہ بھی احتمال ہے کہ مہمان کے حال کی رعایت کے لئے فرمایا ہو۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۷)

مونچھوں کا شرعی حکم :

وكان شاربه قد وفى ...... الخ ' اس کے قائل یا مغیرۃ بن شعبہ ہیں تو شاربہ میں

Marfat.com

التفات ہوگا اور یہی احتمال قوی ہے بلکہ متعین ہے جیسے کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے، قال میرک وقع فی روایة ابی داؤدو کان شاربی وفی.....الخ ملا میرکؒ فرماتے ہیں کہ ابو داؤد کی روایت میں لفظ و کان شاربی وفی الخ (کہ میری مونچھیں) ہے۔ (جمع ص ۲۶۰) یا مغیرہ بن عبداللہ ہیں یا حضرت بلال اور یا ضمیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راجع ہو، تو اس وقت التفات کی ضرورت نہیں۔ البتہ ان احتمالات کو صاحب مرقات نے تکلفات سے تعبیر کیا ہے، فرماتے ہیں، قال الطیبی ویحتمل ان یکون الضمیر فی شاربه لبلال فیکون التقدیر قال بلال فقال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اقصه لک ای لنفعک ویحتمل ان یکون الضمیر فی شاربه لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ومعنی قوله اقصه لک ای اعطیک تتبرک به و کل هذا تکلفات لا تشفی العلیل. طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ شاربہ کی ضمیر یا تو بلال کو راجع ہو تو پھر تقدیر (اصل) عبارت قال بلال الخ ہوگی، یعنی مجھے آپؐ نے فرمایا کہ تیرے نفع اور فائدے کیلئے ان کو کاٹ دوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر شاربہ میں حضورؐ کو راجع ہو اور معنی یہ ہوگا کہ میں تجھے مونچھیں کاٹ دوں یعنی آپ کو دیدوں تاکہ تو ان کے ساتھ تبرک حاصل کرے اور یہ سب ایسے تکلفات ہیں کہ علم کے بیمار کو شفا نہیں دے سکتے۔ (واللہ اعلم) (حاشیہ مشکوٰۃ ۳۶۷) شارب اوپر کے ہونٹ پر اُگے ہوئے بالوں کو کہتے ہیں جیسے علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں، والشارب هو شعر النابت علی الشفغ العلیا۔ (مواہب ص ۱۲۶)

حضرت مغیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جس روز یہ واقعہ پیش آیا اس دن میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں، تو آپؐ نے فرمایا ''اقصه لک علی سواکٍ اوقُصه علی سواک'' کیا تمہاری مونچھیں مسواک پر رکھ کر میں کتر دوں یا ان بڑھی ہوئی مونچھوں کو مسواک پر رکھ کر خود کتر لو۔ پہلا جملہ استفہام ہے اور دوسرا جملہ امر ہے۔ اس میں راوی کو شک ہے کہ آپؐ نے پہلا جملہ ارشاد فرمایا یا دوسرا۔

مسواک پر رکھ کر کترنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے سے استمداد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ فوراً کتر دو۔ دوسرا یہ کہ مسواک پر رکھ کر کترنے سے تکلیف نہ ہوگی''

Marfat.com

و سبب القص علی السواک ان لاتتاذی الشفة بالقص '' اور مسواک پر رکھ کر کترنے کا سبب یہ ہے کہ ہونٹوں کو کترنے سے تکلیف نہیں ہوگی۔ (مواھب ص ۱۲۶) یہ مشرکین کا طریقہ تھا کہ وہ داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیدیا۔ مونچھوں کا شرعی حکم یہی ہے کہ بالکل نیچے تک کتروادئے جائیں یا کم ازکم اس قدر ضرور کترنے چاہیں کہ آدمی کا ہونٹ تو صاف نظر آئے۔ آپؐ کے مختلف ارشادات میں داڑھی بڑھانے اور مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرنے کی تاکید ہے۔ اس وجہ سے ایک جماعتِ علماء کا مسلک یہ بھی ہے کہ مونچھوں کو منڈانا سنت ہے، مگر علماءِ محققین کہتے ہیں کہ کتروانا سنت ہے۔ تاہم کتروانے میں مبالغہ ضروری ہوتا ہے کہ مونڈنے کے قریب قریب ہو جائیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے کی مونچھیں کترنا یا دوسرے سے کتروانا خود کترنا دونوں جائز ہیں۔ البتہ مونچھیں کترتے وقت دائیں سے ابتداء کی جائے۔ تو مندوب ہے۔ کیا مونچھوں کا مونڈنا افضل ہے یا کترنا؟ علامہ الیجوریؒ فرماتے ہیں والا کثرون علی الاول (ای قصه) اکثر علماء اس کے کاٹنے کو افضل سمجھتے ہیں۔

بلکہ حضرت امام مالکؒ تو مونڈنے والے کو سزا دیا کرتے تھے قال مالکؒ یودب الحالق امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مونڈنے والے کو سزا دی جائیگی ۔ (مواھب ص ۱۲۷)

اسبال کا حکم :

اسبال کا باقی رکھنا بھی مکروہ ہے۔ اسبال: طرف الشارب کو کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر ہوا کہ وہ اسبال کو بڑھاتے اور داڑھیوں کو منڈاتے ہیں، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا' فخالفوھم یعنی ان کی مخالفت کرو۔ و فی خبر احمد قصوا اسبالکم ووفروا لحاکم ولکن رأی الغزالی انه لا باس بترک الاسبال اتباعاً لسیدنا عمر رضی الله عنه. الله اعلم. (اتحافات ص ۲۲۰) اور احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ اپنے اسبال (مونچھوں کی لمبائی) کو کترو اور اپنی داڑھیاں بڑھاؤ۔ لیکن امام غزالیؒ کی

Marfat.com

یہ رائے ہے کہ اطراف میں لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں یعنی حضرت عمرؓ کی تابعداری کرنے کے لئے۔

(۱۶۰/۱۶) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنْ اَبِیْ حَیَّانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَیْهِ الذِّرَاعُ وَ کَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت واصل بن عبدالاعلیٰ نے بیان کی۔ ان کے پاس اسے محمد بن فضیل نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت ابوحیان تیمی سے روایت کی اور انہوں نے ابوزرعہ سے نقل کی۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں کہیں سے گوشت آیا۔ اس میں سے دست (یعنی بونگ) حضورؐ کے سامنے پیش ہوئی۔ حضورِ اقدس ﷺ کو دست یعنی بونگ کا گوشت پسند بھی تھا۔ حضورؐ نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا۔ یعنی چھری وغیرہ سے نہیں کاٹا۔

راویانِ حدیث (۳۷۰) واصل بن عبدالاعلیٰؒ (۳۷۱) محمد بن فضیلؒ (۳۷۲) ابوحیان التیمیؒ اور (۳۷۳) ابوزرعہؒ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

گوشت کو دانتوں سے نوچنا اور کھانا افضل ہے:

پہلی روایت میں گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانے کا بیان تھا۔ اس روایت میں دانتوں سے نوچنے اور کھانے کا بیان ہے۔ الذراع سے مراد بازو ہے۔ والمراد هنا مافوق الکراع (پاؤں سے اوپر کا حصہ مراد ہے) (مواهب ص ۱۲۷) هو الید من کل حیوان. ہر حیوان کی چوڑی (مناوی ۲۶۲) و کانت تعجبه'' آپ اس کو بہت پسند فرماتے تھے۔ لسرعة نضجها مع سهولة هضمها، وطیب طعمها و لزیادة قوتها للجسم. (بوجہ اس کے جلدی پکنے اور بسہولت ہضم ہونے اور ذائقہ کے اچھے ہونے اور جسم کو طاقتور بنانے کیلئے)۔ (اتحافات ص ۲۲۰)

Marfat.com

"فنهش منها" یہ نہش سے ہے اطراف الاسنان سے تناول کو نہش کہتے ہیں۔وهو اهنا وامرأ آپ ﷺ کو دانتوں سے نوچنا اور کھانا، چھری کے ساتھ کاٹنے اور کھانے سے زیادہ پسند تھا۔وهذا اولى واحب من القطع بالسكين (مواهب ص ۱۲۷) ولانه ينبئى عن ترک التكبر و التكلف و ترک التشبه بالا عاجم. (جمع ص ۲۶۲) اور دانتوں سے نوچنے میں تکبر تکلف اور عجمیوں کی تشبیہ کو چھوڑنا مقصود ہے۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانا جتنا بھی لذیذ اور پسندیدہ ہو، پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہیے۔آپ ﷺ کو بازو کے گوشت سے محبت تھی، مگر اس کے باوجود فنهش منا یعنی اس سے تھوڑا بقدر ضرورت وکفاف تناول فرمایا۔تمام کا تمام نہیں کھایا کہ منها حرفِ تبعیض کا یہی مدلول ہے۔(مواهب ص ۱۲۷)

(۱۶۱/۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ زُهَيْرٍ يَعْنِىْ ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عَيَاضٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ وَسُمَّ فِى الذِّرَاعِ وَ كَانَ يُرٰى اَنَّ الْيَهُوْدَ سَمُّوْهُ.

ترجمہ:"امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ان کے پاس اسے ابوداؤد نے بیان کیا۔انہوں نے یہ روایت زہیر یعنی ابن محمد سے ابی اسحٰق کے واسطہ سے روایت کی۔انہوں نے یہ روایت سعد بن عیاض سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے نقل کی۔عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ کو ذراع یعنی دست کا گوشت مرغوب تھا۔اسی میں حضور اقدسؐ کو زہر دیا گیا۔گمان یہ ہے کہ یہودیوں نے زہر دیا تھا۔

راویان حدیث (۳۷۴) زہیرؒ (۳۷۵) سعید بن عیاضؒ اور (۳۷۶) عبداللہ بن مسعودؓ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

گوشت نے خبر دی کہ میں مسموم ہوں:

كان النبى صلى الله عليه وسلم ..... الخ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت بہت پسند تھا۔ و سمّ فى الذراع ، حضور اقدس ﷺ کو اپنے پسندیدہ گوشت

Marfat.com

لحم الذراع. (بازو کے گوشت) میں زہر دیا گیا۔ آپؐ نے اس سے ابھی ایک لقمہ لیا تھا۔ جو نگلا بھی نہ تھا کہ اخبره جبريل بانه مسموم فتركه و لم يضره ذلك السم يعنى حينئذٍ (کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپؐ کو بتایا کہ یہ گوشت زہر آلود ہے تو آپؐ نے اسے چھوڑ دیا اور اس وقت زہر سے آپؐ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی) اگرچہ بعد میں وفات تک مختلف اوقات میں اس کا اثر ظاہر ہوتا رہا) بعض روایات میں فاخبر به الذراع (کہ خود اس ذراع (پہلو) نے (زہر آلود ہونا) بتلایا)۔ (مناوی ۲۶۳) کی تصریح ہے تو علماءِ محدثین نے دونوں روایات میں تطبیق کی ہے کہ اولاً ذراع نے خود آواز دے کر آپ ﷺ کو آگاہ فرمایا اور یہ معجزہ تھا، پھر جبرائیل آئے۔ ثم نزل جبريل بتصديقها بانه مسموم فتركه. (مناوی ص ۲۶۳) (پھر جبرائیل اس کی تصدیق کیلئے آسمان سے اترے اور کہا کہ یہ زہر آلود ہے آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا) ورنہ یہ بات محقق ہے کہ زہر کا اثر ہر سال معاد ہوتا تھا اور اس سے آپ ﷺ کو تکلیف بھی ہوتی تھی بلکہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں "حتیٰ مات به صلى الله عليه وسلم لزيادة حصول سعادة الشهادة" (کہ آپؐ مرتبۂ شہادت سے اس زہر کے اثر کیوجہ سے فیضاب ہوئے)۔ (جمع ص ۲۶۳) علامہ الیجوریؒ فرماتے ہیں: قال العلماء فجمع الله له بين النبوة و الشهادة و لايرد على ذلك قوله تعالىٰ و الله يعصمك من الناس لان الاية نزلت عام تبوك والسم كان بخيبر قبل ذلك. (مواہب ص ۱۲۸) (علماء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی ذات مبارک کیلئے مرتبہ نبوت اور شہادت دونوں کو جمع فرما دیا۔ اور اس پر یہ اعتراض نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے متعلق والله يعصمك من الناس فرمایا ہے (کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو لوگوں کی تکلیف دینے سے محفوظ فرما دیں گے) اس لئے کہ آیت مذکورہ غزوہ تبوک کے سال نازل ہوئی اور آپؐ کو زہر دینے کا واقعہ خیبر میں اس سے پہلے وقوع پذیر ہو چکا تھا۔

یہودی عورت کا زہر کھلانا:

ان اليهود سموه! فتح خیبر کے موقع پر یہودی زعماء کے مشورہ سے ایک یہودی

Marfat.com

خاتون نے بکری کا ایک ذراع بھونا اور اس میں بہت زیادہ زہرِ قاتل ملا کر آپ ﷺ کی دعوت کی۔ ابھی آپؐ نے لقمہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ گوشت نے معجزۃً از خود اطلاع دی کہ میرے اندر زہر بھر دیا گیا ہے۔ پھر جبرئیلؑ اُترے اور فوراً تصدیق کر دی۔ آپؐ نے خود بھی اس کھانے سے ہاتھ روک لیا اور صحابہ کرامؓ کو بھی منع کر دیا۔ سمّوہ میں زہر دینے کی نسبت ایک خاتون کے بجائے تمام یہودیوں کی طرف کی گئی ہے۔

واسنده الى اليهود لانه صدر عن امرهم واتفاقهم والا فالمبا شرة لذلك زينب بنت الحارث امرأة سلام بن مشكم اليهودى كما رواه محى السنة والدمياطى وغيرهما. (مناوی ص ۲۶۳) (زہر دینے کی نسبت سب یہودیوں کی طرف کی گئی حالانکہ زہر دینے کا فعل تو صرف سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے کیا تھا جیسے کہ محی السنۃ اور دمیاطی وغیرہ ہی نے نقل کیا ہے اسلئے کہ اس عورت نے یہ کام ان سب کے متفقہ فیصلے اور حکم سے کیا تھا)

اس کے بعد آپؐ نے اس عورت کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ اس میں زہر ملایا ہے؟ تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی اس میں زہر بھرا ہے۔ فقالت قلت ان كان نبياً يضره السم والا استرحنا منه (جمع ص ۲۶۳) (اس خاتون نے کہا کہ ہمارا اس میں زہر ملانے کا واحد مقصد یہ تھا کہ اگر آپؐ نبی ہوں گے، تو زہر ضرر نہیں پہنچائے گا اور اگر نبی نہیں ہوں گے، تو ہمیں آپؐ سے استراحت حاصل ہو جائے گی) حضورِ اقدسؐ نے ان کا سارا قصہ سنا۔ حقائق سے آگاہی ہوئی، نہ طیش میں آئے، نہ غصہ فرمایا اور نہ انتقام لیا بلکہ فعفا عنها ولم يعاقبها لانه كان لا ينتقم لنفسه (اس کو معاف کر دیا اور کوئی سزا نہیں دی اس لئے کہ آپؐ اپنی ذات کیلئے کسی سے انتقام اور بدلہ نہیں لیتے تھے)۔ (مناوی ص ۲۶۳)

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں، ولقد اسلمت زينب فتركها رسول الله صلى الله عليه وسلم لاسلامها ولانه كان لاينتقم لنفسه (اتحافات ص ۲۲۱) اور زینت بنت الحارث اسلام لے آئی تو حضور ﷺ نے اس کو اسلام لانے کے سبب چھوڑ دیا اور اس لئے بھی کہ آپؐ اپنی ذات کیلئے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے) مگر بشر بن

Marfat.com

البراءؓ صحابی اس زہر کے کھانے سے شہید ہو گئے اور انہوں نے آپؐ کے ساتھ یہی زہر آلود کھانا کھایا تھا۔ دفعھا لورثته فقتلو ھا قوداً (مناوی ص ۲۶۳) تو حضور اقدسؐ نے اسے شہید کے ورثا کے حوالے کر دیا، انہوں نے قصاصاً اسے قتل کر دیا۔ بعض روایات میں تعزیراً آیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قصاص لینے کے یہ معنی ہوں کہ آپؐ نے فرمایا ہو کہ اس سے قصاص لو اور قتل کرو، چونکہ وہ مسلمان ہو گئی تھی، اس لئے اولیاء مقتول صحابی نے معاف کر دیا۔ (تقریر ترمذی ص ۸۳۰)

حدیث سے ماخوذ فوائد :

شارحینؒ نے اس حدیث سے بہت سے فوائد اور مسائل کا استخراج کیا ہے۔ گوشت کا کلام کرنا آپؐ کا معجزہ ہے کہ بے جان چیز بات کر رہی ہے۔ دوسرا یہ کہ حضور اقدسؐ کو وہ غائب چیز بھی معلوم ہو گئی، جس کا تعلق شر سے تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زہر بذاتہ کوئی مؤثر چیز نہیں ہے اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ زہر سے قتل، گویا اسلحہ سے قتل ہے، جس پر شرعاً قصاص مرتب ہوتا ہے۔ شیخ عبدالرؤفؒ کے الفاظ میں اس کی مزید توضیح ملاحظہ ہو۔ وفی الحدیث فوائد کثیرة منھا ما اظھره انه من کرامة نبیه حیث کلمه الجماد ولم یوثر فیه السّم وعلم ما غیبه عنه من الثروان السّم لایوثر بذاته ولو کان یوثر بذاته لاثر فیھما حالا وان القتل بالسم کالقتل بالسلاح الذی یوجب القود بشرطه المعروف.
(مناوی ص ۲۶۳)

(۱۶۲/۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِی الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

ہمیں اسے مسلم بن ابراہیم نے بیان کیا۔ ان کو یہ روایت ابان بن یزید نے قتادہ کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت شہر بن حوشب سے اخذ کی اور انہوں نے اسے صحابی رسولؐ حضرت ابو عبیدؓ سے سماعت کی۔ حضرت ابو عبیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ کے کیلئے ہانڈی پکائی۔ چونکہ آقائے نامدار ﷺ کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا۔ اس لئے میں نے ایک بونگ پیش کی۔

پھر حضورؐ نے دوسری طلب فرمائی۔ میں نے دوسری پیش کی۔ پھر حضورؐ نے اور طلب فرمائی، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ بکری کے دو ہی بونگیں ہوتی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا، اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تو چپ رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا، اس دیگچی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔

راویانِ حدیث (۳۷۷) مسلم بن ابراہیمؒ (۳۷۸) ابان بن یزیدؒ اور (۳۷۹) ابو عبیدؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ کے لئے ضیافت کا اہتمام :

قال طبخت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدراً طبخت : طبخ سے ہے بمعنی پکانے کے اور بھوننے کے۔ قدراً ہانڈی کو کہتے ہیں، وھی بالکسر آنیة یطبخ فیھا (قدر بکسر القاف ایسا برتن جسمیں کوئی چیز پکائی جائے) (مواہب ص ۱۲۸) جمع قدور آتی ہے۔ قرآن مجید میں وقدور راسیات (بڑی دیگیں اپنی جگہ رہنے والی) آیا ہے۔ ذکر ظرف کا ہے مراد مظروف ہے۔ فذکر القدر واراد ما فیہ مجازًا بذکر المحل وارادة الحال (تو یہاں قِدر کا ذکر ہے اور اس سے مراد مجازاً وہ چیز جو اسمیں ہو یعنی محل کا ذکر ہے اور مراد حال ہے۔ (جمع ص ۲۶۴) وکان یعجبہ الذراع فناولتہ۔ (حضور ﷺ کو ذراع (بازو) پسند تھا تو میں نے وہ ہانڈی سے نکال دیا) ظاہرِ سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اول مرتبہ حضور اقدسؐ نے طلب نہ فرمایا بلکہ ناولہ بلا طلب لعلمہ بانہ یعجبہ۔ (جمع ص ۲۶۴) (کہ آپؐ کو بن مانگے وہ بازو دیا کیونکہ اسے علم تھا کہ آپؐ اس کو پسند فرماتے تھے)

Marfat.com

چونکہ حضور اقدس ﷺ کو الذراع محبوب تھا۔ اس لیے ارشاد فرمایا ناولنی الذراع یعنی مجھے ایک بازو اور دو، اس کے بعد پھر تیسرا ذراع طلب فرمایا تو حضرت ابو عبیدؓ کہتے ہیں کم للشاۃ من ذراع (بکری کے کتنے بازو ہوتے ہیں) یہ استفہام کے لیے ہے یا تعجب کے لیے انکار کے لیے نہیں ہے۔ لانہ لا یلیق بالمقام۔ (کیونکہ انکار کرنا اس مقام کے مناسب نہیں) (مناوی وجمع ص ۲۶۴) علامہ الیجوریؒ فرماتے ہیں استفہام میں اگرچہ انکار نہیں ہے، مگر سوء ادب ہے اور عدم امتثال امر ہے۔ فلذلک عاد علیہ شئوم عدم الامتثال بان حرم مشاھدۃ المعجزۃ وھی ان یخلق اللہ ذراعاً بعد ذراع۔ (موھب ص ۱۲۸) (اس لیے تو حکم نہ ماننے کی شومی سے آپؐ کے معجزہ کے مشاہدہ کرنے سے محروم ہوا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ دیگ سے بازو کے بعد اور بازو پیدا کر کے دیتے)

ایک اعتراض کا جواب :

بظاہر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ گزشتہ روایات سے تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے لحم و خبز سے کبھی سیر ہو کر تناول نہیں فرمایا جبکہ اس روایت میں ہے کہ دو ذراع تناول فرمائے۔ شارحین حدیث جواب میں کہتے ہیں کہ سابقہ روایات میں یومین متتا بعین یا فی یوم مرتین (دو دن مسلسل یا ایک دن میں دوبار) کی نفی ہے۔ مطلقاً ایک وقت کے شبع کی نفی نہیں کی گئی۔ جب کہ حدیث زیر بحث میں ایک وقت کی بات ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ اس وقت دو ذراع سے سیر ہو گئے تھے، ورنہ تیسرے کا مطالبہ کیوں فرماتے بلکہ صحابیؓ کے ذراع لانے کے بعد ظاہر ہے کہ سب شرکاء نے اس سے کھایا ہو۔ واللہ اعلم۔

آپ ﷺ کا قسم کھانے کا انداز :

فقال والذی نفسی بیدہ! یہاں پر نفسی سے روح یا جسد یا دونوں مراد لیئے جا سکتے ہیں۔ ای روحی او جسدی او ھمابیدہٖ: ای بقدرتہ و قوتہ و ارادتہ ان شاء أبقاہ وان شاء افناہ (یعنی میری روح یا بدن یا دونوں اسی ذات کی قدرت طاقت اور اختیار میں ہیں چاہے تو ان کو باقی رکھے اور چاہے ان کو فنا کر دے) (مناوی ص ۲۶۴) حضور اقدس ﷺ ان

Marfat.com

الفاظ کے ساتھ قسم کھایا کرتے تھے یہ عادت مبارک تھی۔ مقصد یہ تھا کہ میری ذات تو رب تعالیٰ کی منقاد ہے۔ لا افعل الا مایرید ۔ (کہ میں نہیں کرتا مگر جو اس کا ارادہ ہوتا ہے) یہ روایت ''من احادیث الصفات وآیتھا'' سے ہے، اس میں دو مذہب مشہور ہیں۔ (۱) التاویل اجمالاً : وھو تنزیہ اللہ تعالی عن ظواھرھا و تفویض التفصیل الیہ سبحانہ و تعالیٰ وھو مذھب اکثر السلف (۲) والتاویل تفصیلاً : وھو مختار اکثر الخلف (جمع ص ۲۶۴)

(صفات کے بارے میں مختصر اور اجمالی تاویل یہ کہ ان کے ظاہری معانی سے اسکی ذات منزہ اور پاک ہے اور انکی پوری تفصیل اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سپرد ہے اور یہی اسلاف اور متقدمین کا مذہب ہے (یعنی وہ فرماتے ہیں اللہ اعلم بمرادہ بذلک ۔
(۲) اور تفصیلی تاویلات اور معانی بتلانا یہ متأخرین کے نزدیک پسندیدہ ہیں)

معجزات کا وقوع کب ہوتا ہے :

لو سکت الخ، اگر تم خاموش رہتے اور اس قدر بات نہ کرتے، ای سکت عماقلت من الا ستبعاد وامتثلت امری فی مناولۃ المراد (یعنی اگر آپ اسکو مستبعد اور ناممکن ہونے کے باوجود خاموشی سے میرے حکم کا امتثال کرتے ہوئے تیسرے بازو نکالنے کے لیے) بغیر پس وپیش کے چلے جاتے) (جمع ص ۲۶۵) تو ہانڈی سے ذراع نکالتے رہتے، جب تک میں طلب کرتا رہتا، گویا معجزہ ظاہر ہوتا، جو اللہ کی طرف سے ایک انعام ہوتا۔ بظاہر اس پر بھی ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساحروں سے بہت سا کلام اور سوال و جواب کرتے رہے، مگر ان کا معجزہ ظاہر ہو کر رہا، مگر حضور اقدس ﷺ کا معجزہ صحابی کے محض کلام قلیل کی وجہ سے کیوں رک گیا؟

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، قیل انما منع کلامہ تلک المعجزۃ لا نہ شغل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن التوجہ الی ربہ بالتو جہ الیہ اوالی جواب سؤالہ فان الغالب ان خارق العادۃ یکون فی حالۃ الفناء للا نبیاء والا ولیا ء و عدم الشعور عن السواء حتی فی تلک الحالۃ لا یعرفون انفسھم فکیف فی حال غیرھم . (جمع ص ۲۶۵)

Marfat.com

یعنی صحابی کی گفتگو نے معجزہ کے وقوع کو روک دیا کہ آپ ﷺ کی توجہ کامل جو اللہ تعالیٰ کی طرف تھی، اس گفتگو کی وجہ سے وہاں سے ہٹ گئی اور صحابی کی طرف مبذول ہوگئی یا اس کا جواب دینے کی طرف، کیونکہ بسا اوقات معجزہ اور کرامات، انبیاء کے اور اولیاء کے حالتِ فنا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کو اس وقت ماسوی اللہ کا شعور نہیں ہوتا، حتیٰ کہ اس کیفیت میں وہ خود کو بھی نہیں پہچانتے تو جب اپنے نفس کے متعلق یہ فراموشی ہو تو دوسروں کے حال کو کیا پہچانیں گے۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کے وقت ساحروں سے کلام ختم ہو چکا تھا۔ جب عصا ڈالا اور وہ بھی اللہ کے حکم سے، تو اس وقتِ خاص میں ان کی توجہ تام اللہ ہی کی طرف تھی۔ اس وقت نہ تو انہوں نے کسی کی طرف توجہ کی اور نہ کسی سے کلام کیا، مگر آپؐ کو صحابی کی طرف توجہ دینی پڑی تو فنائیت سے توجہ ہٹ کر خلق اللہ پر آ گئی معجزہ بند ہو گیا۔

شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں کہ یہ معجزہ درحقیقت رب تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام واکرام تھا، اگر صحابی انقیادِ تام کے ساتھ آپؐ کے ارشاد مبارک کی تعمیل کرتے رہتے، تو وہ باقی رہتا، مگر ان کی طرف سے اعتراض کی صورت پیدا ہوئی، جو موقع کے مناسب نہ تھی۔ ادب واطاعت کا مطلوبہ معیار نہ تھا۔ اس لیے وہ انعام اور اکرام تام بھی منقطع ہو گیا۔ (مناوی ص ۲۶۵) بہرحال یہ حضور ﷺ کا شان اعجاز ہے۔ مسند احمد میں اس روایت کے ہم معنیٰ حضرت ابورافعؓ سے بھی منقول ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ واقعات ہوں اور یہ قصہ دونوں کے ساتھ پیش آیا ہو۔

کھانے میں برکت کے معجزات :

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں اس قسم کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ قاضی عیاضؒ نے ''الشفا'' میں چند واقعات نقل کئے ہیں۔ ذیل میں ان کی تلخیص اور مفہوم نقل کیا جارہا ہے۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی، جس میں کھجور کے دس دانوں سے زائد نہ تھے۔ آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی ساری

Marfat.com

متاع بتادی کہ اس وقت تو میرے پاس اس تھیلی میں کھجور کے چند دانے ہیں، جن کی تعداد بھی دس سے زائد نہیں۔ آپؐ نے اس سے چند دانے نکالے اور دستر خوان پر ڈال دئے، انہیں پھیلا دیا اور پھر دعا پڑھی، پھر ارشاد فرمایا کہ دس افراد کو بلاتے رہو اور کھلاتے رہو، اس ترتیب سے پورا لشکر آتا رہا اور کھاتا رہا۔ تمام لشکر نے کھجوریں سیر ہو کر کھائیں، جو بچ گئیں فرمایا انہیں واپس تھیلی میں ڈالو، فرمایا ہمیشہ اسی تھیلی سے کھجور نکال کر کھاتے رہنا اور کبھی بھی اسے الٹ کر خالی نہ کرنا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اس تھیلی سے کھجوریں نکال نکال کر کھاتا بھی رہا اور کھلاتا بھی رہا، حتیٰ کہ آپؐ کا دور مسعود گذر گیا، پھر حضرت ابو بکرؓ کا زمانۂ خلافت آیا وہ بھی گزر گیا، حضرت عمر فاروقؓ کا دور آیا، وہ بھی گذر گیا، حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ کا دور آیا، تب تک میں تھیلی سے کئی وسق کھجور نکال کر کھا چکا تھا اور کھلا چکا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے آخری دور خلافت میں شر پسندوں نے ان پر حملہ کر کے جب انہیں شہید کر دیا، تو اس افراتفری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے وہ تھیلی کسی نے زبردستی چھین لی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو اس کے چھن جانے کا بہت افسوس ہوا، ارشاد فرمایا ....

للناس همّ ولی الیوم همّان همُّ الجراب وهَمُّ الشیخ عثمان

(کہ آج لوگوں کو صرف ایک ہی فکر و غم ہے اور مجھے دو غم ہیں ایک تھیلی گم ہونے کا اور دوسرا حضرت عثمانؓ کی شہادت کا)

(۲) حضرت ابوایوب انصاریؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی دعوت کی اور اتنا کھانا تیار کیا، جو دو آدمیوں کو کافی ہو جائے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ شرفاء انصار میں سے تیس (۳۰) آدمیوں کو بُلا لاؤ۔ وہ بلا کر لے آئے اور ان کے کھانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا، اب ساٹھ آدمیوں کو بلا کر لاؤ اور ان کے فارغ ہونے کے بعد اوروں کو بلایا۔ غرض ایک سو اسی (۱۸۰) نفر کو یہ کھانا کافی ہو گیا۔ (۳) حضرت سمرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس کہیں سے ایک پیالہ میں گوشت آیا اور صبح سے لے کر رات تک مجمع آتا رہا اور اس میں سے کھاتا رہا۔

(۴) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لیے ایک ولیمہ میں میری والدہ نے

Marfat.com

ملیدہ تیار کیا اور ایک پیالہ میں میرے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پیالہ کو رکھ دو اور فلاں فلاں شخص کو بلا لاؤ اور جو تمہیں ملے، اس کو بھی بلا لینا۔ میں ان لوگوں کو بلا کر لایا اور جو ملتا رہا، اس کو بھی بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ تمام مکان اور اہل صفہ کے رہنے کی جگہ سب آدمیوں سے پُر ہوگئی۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھتے رہیں اور کھاتے رہیں۔ جب سب شکم سیر ہوگئے، تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اس پیالہ کو اٹھا لو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتداء میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا جس وقت میں نے اس کو اٹھایا اس وقت زیادہ پُر تھا۔ غرض اس قسم کے بہت سے واقعات حضور ﷺ کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعات بڑے بڑے مجمعوں میں پیش آئے ہیں۔ ایسے واقعات کو خلاف واقعہ نقل کرنا بہت زیادہ دشوار ہے اور جو لوگ ان واقعات میں شریک تھے، وہ خلاف واقعہ نقل پر سکوت نہیں کر سکتے تھے۔ (خصائل)

(۱۶۳/۱۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِّنْ بَنِي عَبَّادٍ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَؓ قَالَتْ مَا كَانَ الذِّرَاعُ اَحَبَّ اللَّحْمِ اِلٰى رَسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنَّهُ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ اِلَّا غِبًّا وَكَانَ يَعْجَلُ اِلَيْهَا لِاَنَّهَا اَعْجَلُهَا نُضْجًا۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسن بن محمد زعفرانیؒ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یحییٰ بن عباد نے بیان کے۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن زبیرؓ سے اور انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے نقل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ بونگ کا گوشت کچھ لذت کی وجہ سے حضورؐ کو زیادہ پسند نہ تھا بلکہ گوشت چونکہ گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے، اس لیے حضورؐ اس کو پسند فرماتے تھے، تاکہ جلدی سے فارغ ہو کر اپنے مشاغلِ علمیہ میں مصروف ہوں۔

Marfat.com

راویان حدیث (۳۸۰) فلیح بن سلیمانؒ اور (۳۸۱) عبدالوھاب بن یحییٰ بن عبادؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ذراع کا گوشت کیوں پسند تھا؟

عن عائشة قالت ماکان الذراع.....الخ، حضور اقدس ﷺ کو بکری کے ذراع (اگلے پائے گوشت) پسند تھا۔ اس کی بہت سے وجوہات ہوسکتی ہیں۔ سیدہ عائشہؓ اس کی یہ وجہ بیان فرماتی ہیں کہ وہ جلدی پک کر تیار ہوتا تھا اور زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑتی تھی۔ اس سے وقت کی بچت ہوتی اور دین کے دیگر امور سرانجام دینے کے لیے وقت میسّر آجاتا۔ یہ حدیث اور اس طرح کی تمام احادیث کا مدلول یہی ہے کہ آپ ﷺ کو ذراع کا گوشت پسند تھا۔ تاہم حضور ﷺ کی یہ رغبت اور پسندیدگی تمام میلان خاطر اور اشتہاء کے درجہ کی نہ تھی، جو آپؐ کے شان والا کے مناسب نہیں۔

انه کان یحبه محبة طبیعیة غریزیة ولا محذور فی ذلک لا نه من کمال الخلقة والمحذور المنافی للکمال عناء النفس واجتها دها فی تحصیل ذلک و تألمها لفقده۔ (مواھب ص ۱۲۹) (آپؐ ذراع کے گوشت سے طبعی اور فطری طور پر محبت کیا کرتے اور اس میں شرعاً کوئی حرج اور ممانعت بھی نہیں اس لیے کہ یہ بات فطرت اور خلقت کے کمال ہی کیوجہ سے ہو بلکہ کمال کے منافی کسی چیز سے وہی محبت ہے جس میں نفس کو محنت و مشقت میں مبتلا کر کے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور نہ حاصل ہو جانے کی صورت میں پریشانی اور تکلیف ہو)

(۱۶۴/۲۰) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ سَمِعْتُ شَيْخًا مِنْ فَهْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت ابواحمد نے اور اس کے پاس مسعر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے فہم

Marfat.com

کے ایک شیخ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

راوی حدیث (۳۸۲) شیخاً من فھم کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

پیٹھ کا گوشت اطیب ہے :

ان اطیب اللحم لحم الظھر : یعنی زیادہ لذیذ، زیادہ لطیف گوشت، فاطیب بمعنیٰ احسن کے۔ او معناہ اطھر لکونہ ابعد من الاذی . (جمع ص ۲۶۷) (اور یا یہ مطلب کہ وہ پاک وصاف ہے کیونکہ اس کے کھانے میں کسی قسم کی مشقت اور تکلیف نہیں ہے)

اس روایت میں جانور کی پیٹھ کے گوشت کو بہترین گوشت قرار دیا گیا ہے، جو ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ملصق ہوتا ہے۔ کھانے میں لذیذ اور مرغوب ہوتا ہے۔ یہ ان روایات کے خلاف نہیں، جن میں ذراع کو پسندیدہ گوشت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ دونوں میں مختلف جہات سے پسندیدگی اور عمدگی کی ترجیحات ہوسکتی ہیں، مثلاً قوت کے لحاظ سے یار یشے نہ ہونے کے لحاظ سے یا چکنا ہونے کے لحاظ سے وغیرہ وغیرہ بہرحال مختلف جہات اور مختلف لحاظ سے کئی چیزیں پسندیدہ اور عمدہ ہوسکتی ہیں۔

گردن کا گوشت بھی پسند تھا :

اسی طرح حضور اقدس ﷺ کو گردن کا گوشت بھی پسند تھا۔ کان یحب الرقبۃ، جیسا کہ ضباعۃ بنت الزبیر کی روایت میں آیا ہے۔ انہوں نے بکری ذبح کی۔ حضور اقدس ﷺ کو علم ہوا تو پیغام بھیجا کہ ''اَن اطعمینا من شاتکم'' (کہ ہمیں بھی اپنی بکری سے کھلایئے) انہوں نے جواب بھیجا کہ گوشت تو سارا تقسیم ہوچکا ہے، ما بقی عندی الّا الرقبۃ (میرے پاس تو گردن کے علاوہ کچھ بھی نہیں) اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں گردن پیش کروں۔ حضور اقدس ﷺ نے قاصد کو دوبارہ بھیجا اور فرمایا یہی

Marfat.com

ہمارے لیے بھیج دو۔ ''فانها هدية الشاة و اقرب الشاة الى الخير و ابعدها من الاذىٰ'' (یہ تو بکری کا ہدیہ ہے) (اتحافات ص ۲۲۴)

بکری کے سات اجزاء مکروہ تحریمی ہیں :

جس طرح حدیث شریف میں ہے کہ بکری کے سات (۷) اجزاء مکروہ تحریمی ہیں۔ کپورہ، حرام مغز، خون، پتہ نر و مادہ کی شرمگاہ، غدود اور مثانہ۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: وورد انه ﷺ كان يكره من الشاة سبعاً المرارة، والمثانة، والحياء (اى الفرج و الذكر والا نشيين) والغدة والدم۔ (جمع ۲۴۶)

(۱۶۵/۲۱) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّ ثَنَا زَيْدُبْنُ الْحُبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُؤَمَّلِ عَنِ ابْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْاِدَامُ الْخَلُّ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان بن وکیع نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے زید بن حباب نے بیان کیا اور عبداللہ بن المؤمل سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابن ابی ملیکۃ سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے سماعت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔

نعم الا دام الخل! اس حدیث کی تشریح باب ھذا کی پہلی روایت کے ضمن میں تفصیل سے گذر چکی ہے۔ وكان المنا سب ذكره فى أول الباب۔ (اتحافات ص ۲۲۴) (اور اسکا ذکر شروع کتاب میں مناسب تھا)

(۱۶۶/۲۲) حَدَّثَنَا اَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعُلَاءِ حَدَّ ثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ثَابِتٍ اَبِىْ حَمْزَةَ الثُّمَالِىِّ عَنِ الشَّعْبِىِّ عَنْ اُمِّ هَانِىٍٔ قَالَتْ دَخَلَ عَلَىَّ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَعِنْدَكِ شَيْئٌ فَقُلْتُ لَا اِلَّا خُبْزٌ'' يَابِس'' وَ خَلٌّ'' فَقَالَ هَا تِىْ

Marfat.com

مَا اَقْفَرَ بَيْتٌ مِّنْ اُدُمٍ فِيْهِ خَلٌّ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابوکریب محمد بن العلاء نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت ابوبکر بن عیاش نے بیان کی، وہ ثابت ابوحمزہ ثمالی سے روایت کرتے ہیں اور انہوں نے شعبی سے نقل کی۔ وہ یہ روایت ام ہانیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا (حضورؐ کی چچازاد بہن) فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ (فتح مکہ میں) میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لے آؤ، وہ گھر سالن سے خالی نہیں، جس میں سرکہ ہو۔

راویان حدیث (۳۸۳) ابوبکر بن عیاشؒ (۳۸۴) ثابت ابی حمزۃؒ اور (۳۸۵) ام ھانیؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

اُم ہانیؓ کے گھر ورودِ مسعود، خشک ٹکڑوں اور سرکہ سے ضیافت:

حضرت ام ہانیؓ کی روایت یہاں مختصر منقول ہے، مگر حضرت ابن عباسؓ کی روایت جس کو بیہقی نے تخریج کیا ہے۔ زیادہ مفصل ہے۔ ہم ذیل میں مناوی سے اسے نقل کررہے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس روز مکۃ المکرمہ فتح ہوا، اسی روز حضور اقدس ﷺ حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ و کان جائعاً فقال لھا عندک طعام اکلہ؟ (اور حضور ﷺ بھوکے تھے آپؐ نے فرمایا آپ کے پاس کوئی کھانا ہے کہ میں اسکو کھالوں) انہوں نے عرض کیا حضور ﷺ! خشک روٹی کے ٹکڑے ہیں اور مجھے حیاء آتی ہے کہ وہ پیش کروں، ارشاد فرمایا، نہیں لے آؤ، آپؐ نے اس کے ٹکڑے کئے، پانی میں بھگوئے، نمک ملایا، پھر دریافت فرمایا، ما من ادام؟ یعنی کچھ سالن بھی۔ حضرت ام ہانیؓ نے عرض کیا، ما عندی الا شیء من خلّ (کہ میرے پاس تو تھوڑے سے سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے) آپؐ نے فرمایا اسے لے آیئے، لایا گیا، تو آپؐ نے اسے روٹی پر ڈالا اور کھانا تناول فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، پھر ارشاد فرمایا: نعم الادام الخل یا ام ھانی (اے

Marfat.com

ام ھانی سرکہ اچھا سالن ہے) جس گھر میں سرکہ موجود ہو، وہ گھر سالن سے خالی نہیں، لا یقفر بیت فیه خل ۔(مناوی ص ۲۶۸) وفی الباب ایضاً عن ام سعد عن ابن ماجة قال دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم علی عائشة وانا عند ھا فقال ھل من غداء فقالت عند نا خبز و تمر و خل فقال نعم الا دام الخل، اللھم بارک فی الخل فانه ادام الا نبیا ء قبلی ولم یقفر بیت فیه خل . (مواھب ص ۱۳۰)(اس باب میں ام سعد کی ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور میں بھی وہاں تھی آپؐ نے فرمایا کوئی غداء (صبح کا کھانا) ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہمارے پاس روٹی کھجور اور سرکہ ہے پس آپؐ نے فرمایا بہترین سالن سرکہ ہے اے اللہ! سرکے میں برکت ڈالدے یہ تو مجھ سے پہلے پیغمبروں کا سالن تھا اور وہ گھر خالی نہیں جس میں سرکہ ہو)۔(مواھب ص ۱۳)

خورد و نوش وسیلہ ہیں مقصد نہیں :

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے ہاں خورد و نوش وسیلہ تھا، مقصد نہ تھا اور وسیلہ بھی بدرجۂ اضطرار و ضرورت کے۔ نیز حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں بے تکلفی ہو رشتہ داری ہو، باہمی اعتماد ہو اور تعلق مخلصانہ ہو، وہاں کھانے کی طلب اور سوال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسی حدیث میں اس بات کی ترغیب ہے کہ روٹی اور سرکہ بلکہ ہر کھانے کی چیز کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے کہ کفرانِ نعمت ہے ۔ جیسے کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں : ثم فی الحدیث الحث علی عدم النظر للخبز والخل بعین الاحتقار و انه لا بأس بسؤال الطعام ممن لا یستحی السائل منة لصدق المحبة والعلم بمودة المسئول لذالک . (جمع ص ۲۶۸)

(۱۶۷/۲۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الْھَمْدَانِیِّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ: ''امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن مثنی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ

Marfat.com

ہمیں محمد بن جعفر نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت شعبہ سے اور انہوں نے عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے مرہ ہمدانی سے روایت کی۔ وہ یہ روایت حضرت ابوموسیٰ سے نقل کرتے ہیں اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

راوی حدیث (۳۸۶) عمرو بن مرۃؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

قال فضل عائشة ! یا تو مطلق فضیلت مراد ہے یا اپنے زمانے کی عورتوں پر فضیلت مراد ہے یا پھر ازواج مطہرات پر فضیلت مراد ہے۔

ثرید کی فضیلت اور برکات :

ثرید : **فعیل** کے وزن پر ہے۔ بمعنی مفعول یعنی مثرود کے۔ ضرب کے باب سے ہے یعنی شوربے میں روٹی توڑ کے کھانا خواہ وہ شوربا گوشت کا ہو یا کسی اور سالن کا۔

وهو الخبز المأدوم بالمرق و الغالب ان يكون مع اللحم . (اتحافات ص ۲۲۵) اس کا معنی خلط کرنا اور ملانا بھی نقل ہوا ہے۔ ثرد الثوب یعنی کپڑے میں رنگ ملا دیا، جبکہ ثرید میں بھی روٹی اور سالن کو مخلوط کر کے ملا دیا جاتا ہے۔ ویسے تو طعام کے بہت سے اقسام ہیں، مگر منافع کے لحاظ سے ثرید افضل ہے کہ اس کے کھانے میں مشقت نہیں ہوتی۔ وقت کم صرف ہوتا ہے، جلدی ہضم ہوتا ہے۔ تغذیہ اور تنمیہ کے اعتبار سے افضل ہے۔

علامہ بیجوریؒ بھی تقریباً یہی نقل کر رہے ہیں : ووجه فضل الثريد على الطعام مافى الثريد من النفع و سهو لة مساغه و تيسر تنا وله و بلوغ الكفاية منه بسرعة و اللذة والقوة و قلة المشقة فى المضغ . (مواهب ص ۱۳۱)

ابوداؤد میں حدیث ہے، احب الطعام الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الثريد من الخبز و الثريد من الحيس (نبی کریم ﷺ کا پسندیدہ کھانا اور روٹی کا ثرید یا حیس

Marfat.com

(کھجور گھی اور ستو سے تیار کیا ہوا کھانا) کا ثرید تھا) حضرت سلمانؓ سے طبرانی اور بیہقی نے روایت نقل کی ہے، البرکة فی ثلاثة فی الجماعة و الثرید والسحور (برکت تین چیزوں میں ہے (۱) جماعت (۲) ثرید (۳) سحری کھانا) اطباء سے منقول ہے کہ ثرید کے کھانے سے بوڑھے بھی جوان ہو جاتے ہیں ...... وقال الاطباء هو یعید الشیخ الی صباه۔ (جمع ۲۶۹)

سیدہ عائشہؓ کی فضیلت :

حدیث میں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ سیدہ عائشہؓ میں جو فضائل تکوینی طور پر جمع ہوئے ہیں، وہ تمام صفات بیک وقت کسی بھی عورت میں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً وہ افضل الانبیاء کے حبالۂ عقد میں آئی ہیں۔ واحب النساء الیه صلی الله علیه وسلم واعلمهن و احسبهن وانسبهن۔ (جمع ص ۲۶۹) (حضور ﷺ کی محبوب ترین بیوی اور سب سے زیادہ عالمہ اور شرافت نسب کے لحاظ سے بڑھی ہوئی) حضرت خدیجہؓ کے بھی فضائل ہیں اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے بھی فضائل ہیں، مگر ان کے جہات اور ہیں، لیکن ایسی هیئةِ جامعة جو ثرید کے ساتھ مشابہت رکھتی ہو، صرف حضرت عائشہؓ کو حاصل ہے۔ اس لیے علماء نے کہا کہ حدیث میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ کو جمیع عالم کی تمام نساء پر من جمیع الوجوہ فضیلت حاصل ہے، کیونکہ ثرید کی فضیلت بھی دیگر اطعمہ پر من کل الوجوه نہیں (ساری صورتوں میں نہیں ہے) بلکہ من جهاتٍ مخصوصةٍ (مخصوص وجوہ میں) ہے۔ وهو لا یستلزم الافضیلة من کل الوجوه۔ تو یہ من کل الوجوه افضلیت کو لازم نہیں (جمع ص ۲۶۹) حالانکہ صحیح روایات میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت خدیجہؓ کی بھی دیگر خواتین پر فضیلت منقول ہے۔

فضیلت ثرید سے فضیلت عائشہ کی تمثیل کیوں ؟

قال الطیبیؒ والسرّ فیه ان الثرید مع اللحم جامع بین القوة واللذة و سهولة التناول و قلة المدة فی المضغ فضرب به مثلاً لیؤذن بانها اعطیت مع حسن الخلق

Marfat.com

وحسن الخلق و حلاوة النطق و فصاحة اللهجة و جودة القريحة و رزانة الرأى و رصانة العقل التحبب الى البعل فهى تصلح للتبعّل و التحدث او لا ستئا س بها والا صغاء اليها وحسبک انها عقلت من النبى صلى الله عليه وسلم مالم يعقل غيرها من النساء وروت مالم يرو مثلها من الرجال. (جمع ص ۲۶۹) (علامہ طیبیؒ اس تمثیل کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں راز یہ ہے کہ ثرید بمع گوشت چونکہ قوۃ لذت، تناول کرنے میں سہولت اور چبانے میں قلت وقت جیسے اوصاف کا جامع ہے اسی لئے حضرت عائشہؓ کی فضلیت میں اس کو بغرض تمثیل کے لایا گیا تاکہ یہ بتلایا جائے کہ بیشک حضرت عائشہؓ کو حسنِ صورت، حسنِ سیرت، میٹھی فصیح زبان، اچھی طبیعت، عقل اور رائے میں مکمل سنجیدگی اور مضبوطی جیسے اوصاف کیساتھ ساتھ اپنے خاوند کے ساتھ الفت محبت اور انتہائی پیار تھا۔ اس لیے تو صرف حضرت عائشہؓ ہی فرمانبردار بیوی ہونے، گفتگو اور کلام کرنے، انس اور محبت کرنے اور راز کی بات کو غور و تدبر سے سننے کی صلاحیت رکھتی تھی اور آپ لوگوں کے لیے تو صرف یہی بات کافی ہے کہ اس نے حضورؐ سے ایسی ایسی باتیں اور معلومات سمجھیں جو عورتوں میں سے کسی دوسری نے نہیں سمجھیں اور ایسی روایات آپؐ سے نقل کی ہیں جو دوسرے مردوں نے نہیں کی ہیں)

خواتین میں سب سے افضل کون ؟

علماء میں یہ مسئلہ ہمیشہ زیر بحث رہا ہے کہ دنیا بھر کی خواتین میں سب سے زیادہ فضلیت کسے حاصل ہے؟ والدۂ عیسیٰؑ، حضرت مریمؑ، حضرت خدیجہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ۔ چاروں کے متعلق علیحدہ علیحدہ روایات میں فضلیت کی تصریح ہے۔ حضرت مریمؑ کو خود اللہ پاک نے صدیقہ کا خطاب دیا ہے کہ ان کے بطن سے بغیر باپ کے ایک صاحب کتاب نبی پیدا ہوا۔ حضرت خدیجہؓ نبی علیہ السلام کی سب سے پہلی رفیقہ اور خواتین میں سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کے بارے میں نبی علیہ السلام کا ارشاد "الفاطمة بضعة منى" اور سيدة نساء اهل الجنة (فاطمہؓ میرے وجود کا ٹکڑا ہے، آپ جنت والی عورتوں کی سردار ہیں) کی تصریح ہے، پھر سیدہ عائشہؓ کو

Marfat.com

حسنِ فقاہت، علم اور ازواج مطہرات میں دوشیزگی کی امتیاز کی وجہ سے فضیلت ہے۔ امت کو ایک تہائی علمِ دین سیدہ عائشہؓ سے پہنچا ہے۔ سورۂ نور کے دو رکوع ان کے حق میں نازل ہوئے ہیں۔

خلاصہ بحث یہ کہ ان سب میں سے کسی بھی خاتون کو من جمیع الوجوہ سب نساء سے افضل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ہر خاتون کو مختلف جہات سے اور جزوی اعتبار سے دوسری عوتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جہاتِ فضیلت بھی مختلف ہیں۔ بغیر باپ کے ایک صاحب کتاب نبی کی والدہ ہونے کے جہت سے حضرت مریمؑ کو جو فضیلت حاصل ہے، وہ ان ہی کا خاصہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی جزئیت کے لحاظ سے سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو جو فضیلت حاصل ہے، وہ کسی دوسری خاتون کو حاصل نہیں۔ اولین رفاقت اور خواتین میں پہلے ایمان لانے اور بحیثیت زوجہ کے مالی اعانت کرنے کی فضیلت حضرت خدیجہؓ کو حاصل ہے۔ تو زوجیت، خدمت، محبت اور اشاعت علم دین میں حضرت عائشہؓ افضل ہیں ۔ علامہ علی قاریؒ نے ان چاروں کے متعلق فضیلت کی احادیث پر بحث کو سمیٹتے ہوئے فرمایا۔

والحاصل ان الحیثیات مختلفة والروایات متعارضة والمسألة ظنیة والتوقف لا ضرر فیه قطعا فالتسلیم اسلم واللہ تعالیٰ اعلم. (جمع ص ۲۷۰) (خلاصہ بحث یہی ہے کہ ان چاروں کے متعلق افضلیت کی روایات مختلف اور آپس میں متعارض ہیں اور چونکہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور یقیناً اس میں توقف کرنے میں کوئی نقصان اور حرج نہیں اس لیے (اپنی اپنی حیثیت میں) انکی فضیلت کو تسلیم کر لینا ہی بہتر اور محفوظ طریقہ ہے) (جمع مناوی ۲۷)

باب سے مناسبت کی توجیہ :

بظاہر اگر چہ اس حدیث کا ترجمۃ الباب سے کوئی ربط نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو وہ بعید المناسبت ہے۔ الا یقال انه یکون معه ادام (ہاں اگر یہ کہہ دیا جائے کہ طعام کے ساتھ سالن بھی ہو تو پھر باب کے ساتھ مناسب فائدہ ہے) (مواھب ص ۱۳۱)

(۱۶۸/۲۴) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ

Marfat.com

عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ مَعۡمَرِ ۟الۡاَنۡصَارِیُّ اَبُوۡ طُوَالَةَ اَنَّه' سَمِعَ اَنَسَ بۡنَ مَالِكٍ يَقُوۡلُ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَضۡلُ عَآئِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضۡلِ الثَّرِيۡدِ عَلٰى سَآئِرِ الطَّعَامِ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت علی بن حجر نے بیان کی۔ اُن کے پاس یہ روایت اسماعیل بن جعفر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن معمر انصاری ابوطوالہ نے بیان کی۔ یہ ابوطوالہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔

راوی حدیث (۳۸۷) عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

قال رسول اللّٰه علی وسلم فضل عائشة ...... الخ ، گزشتہ حدیث میں اس کی تشریح تفصیل سے کی جا چکی ہے۔ ان روایات کے ذکر کرنے سے امام ترمذیؒ کا مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کو کھانوں میں ثرید سے محبت تھی۔ ثرید آپؐ کو پسند تھا، چنانچہ مختلف روایات سے ثرید کے کھانے اور پسند کرنے کا معمول معلوم ہوتا ہے۔

(۱۶۹/۲۵) حَدَّثَنَا قُتَيۡبَةُ بۡنُ سَعِيۡدٍ اَخۡبَرَنَا عَبۡدُ الۡعَزِيۡزِ بۡنُ مُحَمَّدٍ عَنۡ سُهَيۡلِ ابۡنِ اَبِىۡ صَالِحٍ عَنۡ اَبِيۡهِ عَنۡ اَبِىۡ هُرَيۡرَةَ اَنَّه' رَاٰى رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِنۡ ثَوۡرِ اَقِطٍ ثُمَّ رَاٰهُ اَكَلَ مِنۡ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلّٰى وَ لَمۡ يَتَوَضَّأۡ .

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ اُن کے پاس خبر دی عبدالعزیز بن محمد نے۔ سہیل ابن ابی صالح کے واسطہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، جنہوں نے یہ روایت صحابی رسول حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آں حضرت ﷺ کو ایک مرتبہ پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو فرماتے دیکھا اور پھر ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ نوش فرمایا اور وضو نہیں فرمایا۔

Marfat.com

یان حدیث (۳۸۸) عبدالعزیز بن محمدؒ (۳۸۹) سھیل بن ابی صالحؒ اور (۳۹۰) ابیہ
حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ن الفاظِ حدیث کی تشریح :

: کا معنی ٹکڑا ۔الثور : ھو قطعة من الشی لان الشی ء اذا قطع من الشی ء ثار عنه
ل و فی القاموس الثور : القطعة العظیمة من الا قط فالا ضا فة لا غیة وھو لبن یجمد
ر. (علامہ مناویؒ ثور کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کسی چیز کے ٹکڑے کو کہتے ہیں
لہ جب ایک چیز دوسری چیز سے کاٹی جائے تو وہ اس سے جدا ہوگئی (اور اسی کو ٹکڑا کہتے
) اور قاموس میں ہے کہ ثور پنیر کے ایک بڑے ٹکڑے کو کہتے ہیں (تو اس صورت میں)
راقط کی اضافت لاغیہ (لغو) ہوگی اور اقط کا معنی ایسا دودھ جو آگ کیساتھ منجمد کیا گیا
(مناوی ۱۷۲) ثور، اقط کا معنی ایک ہی ہے۔ لفظ ثور کو ٹکڑے کے معنی میں مجرد کرلیں اور
و پنیر کے معنی میں لے لیں یا اضافت ہے، سعید کرز والی، کہ مضاف الیہ مضاف کا بیان
ففیه تجرید و بیان و تاکید. (جمع ص ۱۷۲) (تو پھر ثور اقط میں تجرید اور بیان و تاکید
)۔ (یعنی اقط بیان اور تاکید ثور کی ہے)

ست النار سے وضوء کا حکم :

عن ابی ھریرة انه رای رسول الله صلی الله علیه وسلم.....الخ اس مضمون کی
یث اسی باب میں ۱۳ ویں نمبر پر گذر چکی ہے، جسے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نے
یت کیا ہے کہ آپؐ نے بکری کے پہلو کا پکا ہوا گوشت کھایا، مگر نماز کے لیے تازہ وضو نہ
۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ پنیر کا ٹکڑا کھا کر وضو بنایا، پھر آپؐ نے کتف شاۃ سے تنا
فرمایا اور وضو کیئے بغیر نماز پڑھ لی۔

اسی ضمن میں دونوں طرح کی روایات آئی ہیں۔ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ما
ست النار (جو چیز آگ پر پکی ہو) اس سے وضو واجب نہیں ہے۔ والذی انتھی الیه النبی
لی الله علیه وسلم ھو عدم الوضوء مما مسته النار للحدیث الصحیح الذی اخرجه

Marfat.com

ابو داؤد عن جابر کان اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الو ضوء مما مستہ النار . (حضور اقدس ﷺ کا آگ پر پکی ہوئی چیز کے سلسلہ میں آخری فیصلہ یہ ہے کہ آپ اسکے کھانے کیوجہ سے وضو نہیں فرماتے تھے۔ جیسا کہ ابوداؤ دنے حضرت جابرؓ سے حدیث صحیح نقل کرتے ہوئے کہا کہ حضور ﷺ کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو نہ کرنا تھا) (اتحافات ص ۲۲۵) اسی سلسلہ کی تفصیلی بحث احقر کی ''توضیح السنن شرح آثار السنن،، میں ملاحظہ فرمائیے۔

وضوءِ اوّل وثانی کا محمل :

حدیث باب میں اتنی بات ملحوظ رہے کہ :

(۱) اس حدیث کے ظاہر سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس روایت میں ''الحکم السابق وھو الوضوء من ثور اقط (کہ پہلا حکم یعنی یہ کہ پنیر کے ٹکڑے سے وضو کرنا) حضور اقدس ﷺ کے عمل مبارک ''من اکلہ کتف شاۃ و عدم توضئہ،، (حضور ﷺ کا بکری کے پہلو کھانے کے بعد وضوء نہ کرنے) سے منسوخ ہو چکا ہے۔ جیسے اسی پر لفظ ثم دلالت کرتا ہے جو تراخی کے لیے آتا ہے۔

(۲) بعض حضرات نے یوں تطبیق کی ہے کہ پہلے وضو سے مراد وضوءِ لغوی ہے وھو غسل الکفین و الفم (ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا اور کلی کرنا) اور دوسرے وضوء سے مراد وضوء شرعی ہے، وھو و ضوء الصلاۃ (مکمل وضو یعنی جو نماز کے لیے کیا جاتا ہے)۔

(۳) بعض حضرات نے اول وثانی دونوں سے مراد وضوءِ شرعی لیا ہے، و قال فی وضوئہ اولاً و عدم و ضوئہ ثانیا اشارۃ و تنبیہ علی انہ مستحب لا واجب (کہ پہلی چیز (پنیر کے ٹکڑے) کھانے سے وضو کرنا اور دوسری چیز (بکری کا پختہ پہلو) کھانے سے وضو نہ کرنے میں یہ اشارہ اور تنبیہ کر دی کہ وضوء شرعی کرنا مستحب ہے واجب نہیں (مواھب ص ۱۳۱)

اس توجیہ کی تائید حضرت جابرؓ بن ثمرۃ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ ان رجلاً سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتوضا من لحوم الغنم قال ان شئت فتوضأ وان شئت

فلا تتوضأ. (جمع ص۲۷۲) (کہ بیشک ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا بکریوں کے گوشت کھانے سے ہم وضو کریں آپؐ نے فرمایا کہ اگر مرضی ہو تو پھر وضو کرلیں اور اگر مرضی نہ ہو تو پھر نہ کریں)

(۱۷۰/۲۶) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوٗدَ عَنْ اِبْنِهٖ وَهُوَ بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَفِیَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِیْقٍ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان بن عیینہ نے وائل بن داؤد کے واسطہ سے اور انہوں نے اپنے بیٹے سے بیان کی، جن کا نام بکر بن وائل تھا۔ وہ زہری سے اور وہ صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کرتے ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔

راویان حدیث (۳۹۱) وائل بن داؤدؒ (۳۹۲) بکر بن وائل بن داؤد التیمیؒ اور (۳۹۳) صفیّہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

الولیمۃ کا معنی اور تشریح :

اولم رسول الله صلى الله عليه وسلم على صفية بتمر و سو يق . یعنی ولیمہ، کیا لفظِ وليمة: ولم سے ماخوذ ہے، وهو الجمع و زناً ومعنًى لا ن الزوجين يجتمعان . (ولم کا معنی جمع ہے وزن اور معنی دونوں کے لحاظ سے کیونکہ (یہاں ولیمہ میں) بھی دونوں خاوند اور بیوی جمع ہو رہے ہیں) کشاف میں ہے کہ ولیمۃ ہر اس دعوت کو کہتے ہیں، جو مسرت، خوشی اور سرور کے موقع پر کی جاتی ہے۔ من نكاح وختان و غير هما (یعنی نکاح اور ختنہ وغیرہ) لیکن اب جب ولیمہ مطلق ذکر کیا جاتا ہے، مراد نکاح کے وقت دعوت کا اہتمام ہوتا ہے اور جب دوسری مسرتوں کے موقع پر دعوت کی جائے، تو ولیمہ مقید ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً ......وليمة الختان وغیرہ (ولیمہ ختنہ وغیرہ)۔ (جمع ص۲۷۳)

Marfat.com

ولیمہ کا شرعی حکم :

ولیمہ سنت ہے اور خلوت صحیحہ کے بعد افضل ہے اور ولیمہ کی دعوت قبول کرنا بھی سنت ہے۔ وقال ابن حجر الولیمة طعام یصنع عند عقد النکاح اوبعده وهی سنة مؤكدة والافضل فعلهابعد الدخول اقتداءً به صلی اللّٰہ علیه وسلم (ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ولیمہ ایسا کھانا جو نکاح کیوقت یا اسکے بعد تیار کیا جائے اور یہ سنت موکدہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ اس کو دخول (وطی) کے بعد حضور ﷺ کی اقتداء اور اتباع کے طور پر کیا جائے۔ (جمع ص: ۲۷۳) ولیمہ میں کوئی خاص مقدار اور معیار مقرر نہیں ہے۔ ہر انسان کی اپنی حیثیت پر منحصر ہے، اگر لحم کی طاقت نہ ہو، تو عام کھانے پر بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صفیہ کا ولیمہ تمر سویق (کھجور اور ستو) پر کیا گیا۔ آپؐ نے ایک بیوی کا ولیمہ حیس پر کیا۔، جو کھجور گھی اور ستو سے تیار کیا جاتا ہے۔ ایک بیوی کا دو مد پر جس کی مقدار اہل عراق کے نزدیک دو رطل اور اہل حجاز کے نزدیک تہائی رطل کے برابر ہے، ایک رطل چالیس تولے کا ہوتا ہے۔ دعوت ولیمہ میں عموم ہونا چاہئے جس مین بغیر امتیاز کے امیر غریب ہر طبقہ کے لوگوں کو مدعو کیا جائے۔ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے، سب کھانوں میں برا، ولیمہ کا وہ کھانا ہے، جس میں مالدار لوگوں کو تو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔ شر الطعام، طعام الولیمة یدعی له الاغنیاء و یترک لها الفقراء.

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا " اولم و لو بشاة " (متفق علیہ) یعنی ولیمہ کرو، اگرچہ ایک ہی بکری ہو، مطلب یہ ہے گو تھوڑا ہی سامان ہو مگر کرنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ عورت سے ہم بستری کرنے کے بعد ولیمہ کیا جائے۔ گو بہت سے علماء نے نکاح کے بعد بھی جائز فرمایا ہے اور ولیمہ مستحب ہے۔ (بہشتی زیور حصہ چہارم ص: ۳۴۶)

(۱۷۱/۲۷) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي فَائِدُ

Marfat.com

مَوْلٰی عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ جَدَّتِهٖ سَلْمٰی اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرٍ اَتَوْهَا فَقَالُوْا لَهَا اِصْنَعِیْ لَنَا طَعَامًا مِمَّا کَانَ یُعْجِبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ یُحْسِنُ اَکْلَهٗ فَقَالَتْ یٰبُنَیَّ لَا تَشْتَهِیْهِ الْیَوْمَ قَالَ بَلٰی اِصْنَعِیْهِ لَنَا قَالَ فَقَامَتْ فَاَخَذَتْ شَیْئًا مِنْ شَعِیْرٍ فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِیْ قِدْرٍ وَصَبَّتْ عَلَیْهِ شَیْئًا مِّنْ زَیْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ اِلَیْهِمْ فَقَالَتْ هٰذَا مِمَّا کَانَ یُعْجِبُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ یُحْسِنُ اَکْلَهٗ۔

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسین بن محمد بصری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے فضیل بن سلیمان نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ روایت فائد نے بیان کی، جو کہ عبید اللہ بن علی بن ابی رافع کے آزاد کردہ غلام تھے اور خود ابو رافع رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبید اللہ بن علی نے اپنی دادی سلمیٰؓ کے حوالہ سے بیان کی حضرت سلمیٰؓ کہتی ہیں کہ امام حسن بن علی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم حضرت سلمیٰؓ کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کو جو کھانا پسند تھا اور اس کو رغبت سے نوش فرماتے تھے، وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ سلمیٰؓ نے کہا کہ پیارے بچو! اب وہ کھانا پسند نہیں آئے گا۔ (وہ تنگی ہی میں پسند ہوتا ہے) انہوں نے فرمایا کہ نہیں ضرور پسند آئے گا۔ وہ اٹھیں اور تھوڑے جو لے کر ان کو پیسا پھر ہانڈی میں ڈالے اور اس پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ مسالہ پیس کر ڈالا اور پکا کر لا رکھا کہ حضور ﷺ کو یہ پسند تھا۔

راویانِ حدیث (۳۹۴) الحسین بن محمد البصریؒ (۳۹۵) الفضیل بن سلیمانؒ (۳۹۶) فائد مولیٰ عبید اللہ بن علیؒ (۳۹۷) مولیٰ رسول اللہؐ اور (۳۹۸) سلمیٰؓ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائلِ ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سلمیٰؓ کی خدمت میں صحابہ کرامؓ کی حاضری:

ان الحسن بن علی وابن عباس .....الخ حسن بن علیؓ عبد اللہ بن عباسؓ اور

Marfat.com

عبداللہ بن جعفرؓ تینوں صغار صحابہؓ میں سے ہیں۔ تینوں حضرات کو حضور اقدس ﷺ کے عادات واطوار، اعمال اور اخلاق وخصائل جاننے، سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ تینوں صحابہؓ حضرت سلمٰی کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ بزرگ شخصیت تھیں۔ جنہیں حضور اقدس ﷺ کی خادمہ اور باورچن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ لکونها كانت خادمة المصطفٰى وطباخته۔ (مواہب ص ۱۳۲) اسی مناسبت سے ان حضرات نے بہت پیارا سوال کیا، جس کے ایک ایک لفظ سے حضور اقدس ﷺ سے ان کی محبت عشق اور اشتیاق کی خوشبو ٹپکتی ہے، انہوں نے عرض کیا: یعنی سب نے یا ان میں ایک نے' فقالو ! اى بعضهم او كلهم لها اصنعى لنا طعاماً مما كان يعجب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ ہمارے لیے وہ کھانا تیار کردیں، جو حضور اقدس ﷺ پسند فرماتے تھے فقالت يا بنى، صیغہٗ تصغیر ہے، شفقت کے لیے، والمقصود بالنداء كل واحد منهم او متكلم منهم (اور اس سے مقصود یا تو نداء ان میں سے ہر ایک کو تھی یا جو ان میں پوچھنے والا تھا) (جمع ص ۲۷۴) لاتشتهيه اليوم، فرمایا میرے پیارے بچو! وہ کھانا تو تنگی اور عسرت کے وقت کا کھانا تھا، اب تو طعام میں وسعت ہے اور آسانی وتیسر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں اس کھانے کی طرف توجہ اور رغبت نہ ہو۔ علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں : لسعة العيش وذهاب ضيقه الذى كان اوّلا وقد اعتاد الناس الأطعمة اللذيذة. (مواہب ص ۱۳۲)

یہاں پر حضرت سلمٰیؓ نے اپنے خطاب میں لا تشتهيه سے واحد کو مخاطب کیا حالانکہ مخاطب جماعت تھی۔ اما لانها خاطبت اعظمهم وهو الحسن واما لانها نزلت الجميع منزلة الواحد لاتحاد بغيتهم (یا تو اس لیے کہ ان میں سے بڑے یعنی حضرت حسنؓ کو خطاب کیا اور یا آپؓ نے سب کو بوجہ ان کے مقصد کے ایک ہونے ایک فرد قرار دیکر خطاب کیا) (اتحافات ص ۲۲۸) اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس نے اصنعی کا خطاب حضرت سلمٰیؓ کو کیا آپؓ کا مخاطب بھی وہی ایک ہو اگرچہ مراد سب تھے۔ واللہ اعلم۔ انہوں نے اصرار کیا کہ نہیں ہمیں بنا کر دیجئے، چنانچہ اس نے تھوڑا سا جو کا آٹا گوندھ کر ہنڈیا میں ڈالا، پھر زیتون کا تیل، سیاہ مرچ، زیرہ اور تو ابل وغیرہ ملا کر اس میں ملا دیئے۔ توابل: اشياء حارة

Marfat.com

تضاف الی الطعام کا لکزبرۃ و الکمون و مشابھما (اتحافات ص ۲۲۸) یہ توبلۃ کی جمع ہے بمعنی گرم مصالحہ کے، اس کے اجزاء طبی طور پر شریک کیئے جاتے ہیں۔ یہ ہندوستان سے لائے جاتے تھے، وھی ادویۃ حارۃ یؤتی بھا من الھند۔ (جمع ص ۲۷۴)

یہ ہے حضور اقدس ﷺ کا پسندیدہ کھانا:

جب کھانا پکالیا، تو تینوں برخورداروں کے سامنے رکھا اور فرمایا، وھذا مما کان یعجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحسن اکلہ۔ (یہ وہ کھانا ہے جو حضور ﷺ کو اچھا اور اس کے کھانے کو پسند فرماتے تھے) علامہ البیجوریؒ لکھتے ہیں، و یوخذ من ھذا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب تطییب الطعام بما تیسّر و سھل و ان ذلک لا ینا فی الزھد (اور اس سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آپؐ کھانے کو آسانی سے میسر شدہ چیزوں کیساتھ لذیذ بنانے کو پسند فرماتے تھے اور یہ کہ ایسا کرنا زھد اور تقوی کے خلاف نہیں ہے)

(۱۷۲/۲۸) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْیَانَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ نُبَیْحِ الْعَنْزِیِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدُاللّٰہِ قَالَ، اَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ مَنْزِلَنَا فَذَبَحْنَالَہٗ شَاۃً فَقَالَ کَاَنَّھُمْ عَلِمُوْا اَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ وَ فِیْ الْحَدِیْثِ قِصَّۃٌ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں اسے ابو احمد نے بیان کیا۔ ان کے پاس یہ حدیث سفیان نے اسود بن قیس کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت نبیح عنزی سے روایت کی، جنہوں نے اسے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے حضور ﷺ کے لیے بکری ذبح کی۔

حضور اکرم ﷺ نے (دلداری کے لیے اظہار مسرت کے طور پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب ہے۔ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور بھی قصہ ہے، جس کو مختصر کر دیا گیا۔

راویان حدیث (۳۹۹) الاسود بن قیسؒ اور (۴۰۰) نبیح العنزیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان

Marfat.com

شمائل ترمذی''میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

قال اتانا النبی صلی اللہ علیه وسلم .....الخ جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہمارے ہاں رونق افروز ہوئے فذبحنا له: ای لا جله اصالة و لا صحابه تبعاً . شاة : وھی جنس یتناول الضأن والمعزو الذکر والا نثی جمیعا .(ہم نے آپؐ کے لیے اصالۃً اور آپؐ کے صحابہؓ کے لیے تبعاً بطور خادم ہونے کے ایک بکری ذبح کی اور یہ لفظ شاۃ یہاں بطور جنس کے مستعمل ہے بکری بھیڑ دُنبے وغیرہ چاہے مذکر یا مؤنث سب کو شامل ہے)(جمع ص ۲۷۵)باقی مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کردیا گیا ہے۔

میزبان اور مہمان کے اخلاقی فرائض :

اس حدیث میں میزبان اور مہمان دونوں کے لیے یہ ہدایت بھی ہے کہ میزبان اس کھانے کا اہتمام کرے، جو مہمان کو پسند ہو اور مہمان کو بھی چاہیے کہ میزبان کو پہلے سے اپنی پسند سے آگاہ کردے تاکہ وہ مشقت میں نہ پڑے۔

جیسے کہ علامہ بیجوریؒ نے اسی بات کو ان الفاظ میں ذکر کردیا۔و یو خذ منه انه ینبغی للمضیف ان یحافظ علی مایحبه الضیف ان عر فه وللضیف ان یخبر بما یحبه مالم یو قع المضیف فی مشقة. (مواھب ص ۱۳۳)

ایک معجزہ کا بیان :

وفی الحدیث قصة : مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مین ایک دلچسپ قصہ اور نرالا واقعہ ہے۔ وہ اس طرح کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں میں نے جب حضور اقدس ﷺ پر بھوک کے اثرات کا غلبہ دیکھا تو میں بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا ھل عندک شئی رأیت بالنبی صلی اللہ علیه وسلم . جو عاً شدیداً کیا تیرے پاس کوئی چیز کھانے کی ہے میں نے تو نبی کریم ﷺ پر سخت فاقہ کے آثار دیکھے ہیں)اس نے ایک تھیلا نکالا، جس میں ایک صاع جَو تھے،اس کے علاوہ ہمارے

Marfat.com

پاس ایک فربہ بکری بھی موجود تھی، یا دنبہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسے میں نے ذبح کیا اور میری اہلیہ نے جو کا آٹا گوندھ لیا، و ذبحتها انا وطبخت زوجی الشعیر، پھر ہانڈی میں گوشت ڈالا اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چپکے سے ساری صورت حال عرض کر دی اور یہ بھی عرض کیا، تعال انت و نفر معک یعنی آپ خود بھی اور چند اصحاب بھی میرے ساتھ تشریف لے چلیں تا کہ جو کچھ ماحضر ہے، تناول فرمالیں۔ رحمتہ اللعالمین ﷺ نے میری یہ درخواست سنتے ہی تمام لشکر کو مخاطب کر کے پکارا، اے اہل خندق! جابر نے کھانا تیار کیا ہے اور سب کو دعوت دے رہا ہے اور حضرت جابر سے فرمایا ہانڈی کو چولہے سے نہ اتارو اور جب تک میں نہ آجاؤں روٹی نہ پکاؤ، لاتنزلن برمتکم ولا تخبزن حتی اجئ۔ چنانچہ جب آپ تشریف لائے، تو خمیر شدہ آٹا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس میں لعاب ڈالا، پڑھا اور دم کیا۔ اسی طرح ہانڈی کے قریب تشریف لائے اور اس کے ساتھ بھی یہی عمل کیا، پھر حضرت جابرؓ کی اہلیہ سے فرمایا کہ روٹی پکانے والی عورت کو بلاؤ، وہ آپ کے ساتھ روٹیاں پکائے اور ہانڈی سے چمچ بھر بھر کر سالن نکالتے اور دیتے رہو مگر اسے چولہے سے نہ اتارو۔ لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ حضرت جابرؓ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ تمام لشکر نے سیر ہو کر کھانا کھایا، مگر سالن کی ہانڈی اسی طرح اُبل رہی تھی اور آٹے کا خمیر بھی ختم نہیں ہوا تھا۔

ملا علی قاریؒ نے یہی بات ان الفاظ میں نقل کر دی۔ فا قسم باللہ لأکلوا حتی ترکوہ وانحرفوا و ان برمتنا لتغط ای تغلی و یسمع غطیطها کما ھی و ان عجنیننا لیخبز ھذا الحدیث من باب المعجزات واستیفائها یستفاد من المطولات۔

(جمع ص ۲۷۵)

(۱۷۳/۲۹) حَدَّثَنَا ابنُ اَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفیَانُ حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰہِ بنُ مُحَمَّدَ بنِ عَقِیلٍ سَمِعَ جَابِرًا قَالَ سُفیَانُ وَاَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بنُ المُنکَدِرِ عَن جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا مَعَہٗ فَدَخَلَ عَلٰی اِمرَاَۃٍ مِّنَ الاَنصَارِ فَذَبَحَت لَہٗ شَاۃً فَاَکَلَ

Marfat.com

مِنْهَا وَاَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُطَبٍ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَ صَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِّنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَاَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

ترجمہ! ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ نے بیان کیا، انہوں نے جابرؓ سے سنا اور سفیان نے کہا اور ہم سے محمد ابن منکدر نے صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت کے مکان پر تشریف لے گئے۔ میں بھی حضور ﷺ کے ہمراہ تھا۔ انہوں نے حضور ﷺ کے لیے بکری ذبح کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا، اس کے بعد کھجور کی چنگیری میں کچھ تازہ کھجوریں لائیں۔ حضورؐ نے اس میں سے بھی کچھ تناول فرمایا، پھر ظہر کی نماز کے لیے حضورؐ نے وضو کر کے نماز ادا کی، پھر واپس تشریف لانے پر انہوں نے باسی گوشت سامنے رکھا۔ حضور ﷺ نے اس کو تناول فرمایا اور عصر کی نماز کے لیے دوبارہ وضو نہیں کیا۔ اُسی پہلے وضو سے نماز ادا فرمائی۔

راوی حدیث (۴۰۱) عبداللہ بن محمد بن عقیلؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہے۔ القناع: طباق کو کہتے ہیں۔ الطبق الذی یؤکل علیه و یقال له القنع (بالکسر و بالضم) (ایسا طشت یا ٹرے جس میں کھایا جاتا ہے اور اسکو قناع بھی کہتے ہیں (جمع ص ۲۷۶) طبق یعمل من خوص النخل (ایسی چنگیری جو کھجور کے پتوں سے بنائی جائے (اتحافات ص ۲۲۹) علالة: بچا ہوا گوشت یا بچا ہوا دودھ جو تھن میں رہ جائے۔ (اتحافات ص ۲۲۹)

استنباطِ مسائل :

ترجمۃ الباب سے مناسبت ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بکری کا گوشت کھایا

Marfat.com

اور رطب یعنی تازہ کھجوریں بھی تناول فرمائیں۔
وضوء من مامست النار کے مسئلہ کی بھی توضیح ہوگئی کہ پکا ہوا گوشت کھایا، مگر وضو نہیں فرمایا فذبحت له شاة سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت بھی ذبیحہ کر سکتی ہے اس لیے اسے ذبح کرنے کا طریقہ سکھایا جائے تا کہ بوقت ضرورت کام کر سکے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی بزرگ شخصیت اور معزز مہمان کی تشریف آوری کے موقع پر بکری دنبہ وغیرہ کو ذبح کرنا جائز ہے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ آپؐ نے ان کے لیے دعا فرمائی ہوگی۔ اگرچہ حدیث مذکور میں اس طرف اشارہ نہیں، لیکن حضور ﷺ کی عام عادت مبارک تھی کہ جب کسی کے ہاں کھانا تناول فرمالیتے تو ان کے لیے دعا ضرور فرماتے، وکان اذا اکل عند قوم لم یخرج حتی ید عولھم (اور آپؐ جب کسی قوم کے پاس کوئی چیز کھا لیتے تو وہاں سے نکلنے سے پہلے ان لوگوں کے لیے دعا کرلیا کرتے)۔ (زاد المعاد ج۲ ص ۲۵)

ایک اشکال سے جواب :

البتہ ایک اشکال یہ ضرور واقع ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں، "ماشبع فی الیوم مرتین" اور دوسری روایت میں، ماشبع قط سے اس کا تعارض ہے کہ اس روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک دن میں دو دفعہ کھانا کھایا اور بچ بھی گیا، جسے بعد میں پھر تناول فرمایا۔ شارحینؒ حدیث جواب میں کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنے دولت کدہ پر کبھی سیر ہو کر نہیں کھایا کہ میسر نہ تھا اور اگر میسر ہوا، تو فقراء اور مستحقین میں تقسیم کر دیا، جبکہ حدیث میں بیرون خانہ کا واقعہ ہے اور جب آدمی کسی کے ہاں مہمان ہو، تب تو خوب سیر ہو کر اور بار بار کھائے تا کہ میزبان کو مسرت ہو، و یندب ذلک جبرًا لخاطر المضیف و نحوہ. (اور کس کے ہاں مہمان ہونیکی صورت میں میزبان وغیرہ کی دلجوئی کے لیے خوب سیر ہو کر کھانا چاہے (جمع ص ۲۷۵) اور یہ بھی ممکن ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے اپنے علم کے مطابق وہ خبر دی ہو اور اس واقعہ کا اسے علم نہ ہو۔ یا حضرت عائشہ کی روایت کا محمل غالب اوقات ہیں اور یہ روایت علی اقل الاوقات (کبھی کبھار) پر محمول ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں فما مر عن عائشة من نفی ذلک انماھو باعتبار علمھا او باعتبار الغالب (جمع ص ۲۷۶) اور یہ بھی توجیہ ہو

Marfat.com

سکتی ہے کہ دن میں دومرتبہ پیٹ بھرنے کا انکار تھا۔ دومرتبہ کھانے کا انکار نہ تھا کہ تھوڑا سا دوبارہ کھالیا جائے۔(خصائل)

(۱۷۴/۳۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّوْرِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ اَبِيْ يَعْقُوْبَ عَنْ اُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَعَهٗ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهٗ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مَهْ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَلَسَ عَلِيٌّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ مِنْ هٰذَا فَاَصِبْ فَاِنَّهٗ اَوْفَقُ لَكَ۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عباس بن محمد دوری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے یونس بن محمد نے بیان کیا۔ ان کے پاس یہ روایت فلیح بن سلیمان نے عثمان بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ حدیث یعقوب بن ابی یعقوب سے اور انہوں نے صحابیہ رسول حضرت ام منذرؓ سے نقل کی۔ ام منذرؓ کہتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے۔ حضور اقدس ﷺ ان میں سے تناول فرمانے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضورؐ کے ساتھ تھے، وہ بھی نوش فرمانے لگے۔ حضورؐ نے ان کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو تم مت کھاؤ وہ رک گئے اور حضورؐ تناول فرماتے رہے۔ اُم منذرؓ کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جو اور چقندر لے کر پکائے۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ کھاؤ یہ تمہارے لیے مناسب ہے۔

راویان حدیث (۴۰۲) یونس بن محمدؒ (۴۰۳) عثمان بن عبدالرحمٰنؒ (۴۰۴) یعقوب بن ابی یعقوبؒ اور (۴۰۵) ام المنذرؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

دوال : دالیه کی جمع ہے۔ کھجوروں کا خوشہ،وھو العذق من البسر یقطع و یعلق فاذا ارطب اکل علی التدریج.(مناوی ص ۲۷۶) (گدری کھجور(نیم پختہ) کا وہ خوشہ جو کاٹ کر لٹکایا جاتا ہے۔ پختہ ہو کر تدریجاً کھایا جاتا ہے) و قال ابن العربی الدوال العنب المعلق فی شجرۃ . (مواہب ص ۱۳۴) (ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ دوال انگور کے اس گھچا کو کہتے ہیں جو درخت میں لٹکا ہوا ہو) معلقة ! لٹکا ہوا، تعلیق مصدر ہے بمعنی لٹکانا،ایک کام کو بغیر کیے رہنے دینا۔ مه : بازرہ،رُک جا،اسم فعل بمعنی الامر ای اکفف و لا تأکل منه (جمع ص ۲۷۶) (لفظ مہ اسم فعل بمعنی امر کے ہے یعنی رُک جا اور اس سے نہ کھایئے) من نقه الشخص اذا بریٔ من المرض ۔(جمع ص ۲۷۶) (لفظ ناقہٌ صیغہ اسم فاعل از نقہ الشخص سے ماخوذ ہے جبکہ ایک شخص ابھی بیماری سے صحتیاب ہوا ہو) الاحوال الثلاثة الصحة والمرض والنقاهة و هی حالة بین الحالین الاوّلین (جمع ص ۲۷۷)((انسان) کی تین حالتیں یہ ہیں۔(۱) صحت (۲) بیماری (۳) نقاہت اور وہ دونوں سابقہ حالتوں کی درمیانی حالت کو کہتے ہیں) نقـــه' تب بولا جاتا ہے،جب آدمی ماندہ ہو اور مرض سے ابھی صحت یاب ہوا ہو،اسی سے نقاہب بولا جاتا ہے۔حضرت علیؓ بھی ابھی تازہ مرض سے صحت یاب ہوئے تھے کمزوری اور نقاہت تھی،اس لئے پرہیز کی ترغیب دی گئی۔ سلق : چقندر کو کہتے ہیں۔

کھڑے ہو کر کھانا :

فجعل رسول الله صلی الله علیه وسلم یاکل و علی معه یاکل . (آپؐ اور حضرت علیؓ (کھجور کے لٹکے ہوئے خوشہ سے) کھا رہے تھے) شیخ عبدالرؤفؒ فرماتے ہیں کہ اس سے کھڑے ہو کر کھانے کا بلا کراہت جواز معلوم ہوتا ہے،تاہم اس کا ترک افضل ہے۔''فیه جواز الاکل قائمًا بلا کراهة لکن ترکه افضل کما فی الانوار''۔

(مناوی ص ۲۷۷)

Marfat.com

اسباب کی رعایت اور پرہیز :

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب کی رعایت توکل کے منافی نہیں، و یؤخذ من هذا ان التداوی مشروع ولاینافی التوکل ۔ (مواھب ص ۱۳۵) اس حدیث سے علاج معالجہ کا جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ کہ وہ توکل کے منافی نہیں ہے) اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لاغر و کمزور اور نقاہت والے شخص کیلئے سلق وشعیر نافع ہے۔ لا سیماً اذا طبخ باصول السلق ۔ (مواھب ص ۱۳۵) (خصوصاً جب چقندر کی جڑوں کے ساتھ پکائے جائیں) اور ناقہ کیلئے فواکہ بالخصوص کھجور اور انگور مضرت رساں ہیں۔ لضعف المعدة عن دفعها مع سرعة استحالتها (مواھب ص ۱۳۵) (اس لئے کہ معدہ ان کی قوتِ مدافعت سے کمزور ہوگا اور ان کا استحالہ بھی جلدی ہو جائے گا) اما الرطب والفاکة فانهما ثقیلان علی معدة الناقة ۔ (اتحافات ص ۲۳۰) (صاحب اتحافات لکھتے ہیں کہ کھجور اور میوہ بیمار اور نقاہت والے شخص کے معدہ پر بوجھل ہوتے ہیں)

حدیث میں پرہیز کی تعلیم وترغیب بھی ہے۔ مرض کے علاج میں پرہیز ایک مؤثر عنصر ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے طبِ نبوی میں لکھا ہے کہ پرہیز شرعاً مشروع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا حصہ ہے، جو توکل کے خلاف نہیں ہے۔

(۱۷۵/۳۱) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بِنْ يَحْيٰى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَاتِيْنِيْ فَيَقُوْلُ اَعِنْدَکِ غَدَاءٌ فَاَقُوْلُ لَا قَالَتْ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ صَائِمٌ قَالَتْ فَاَتَانَا يَوْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ اُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ قَالَ وَمَا هِيَ قُلْتُ حَيْس " قَالَ اَمَا اِنِّيْ اَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ اَکَلَ .

ترجمہ : ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے بشر بن سری نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت سفیان ثوری سے طلحہ بن یحییٰ کے واسطہ سے روایت کی۔ اس نے عائشہ بن طلحہؓ سے اور انہوں نے یہ روایت عائشہ صدیقہؓ

سے حاصل کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لا کر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کھانے کو رکھا ہے۔ جب معلوم ہوتا کہ کچھ نہیں، تو فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ ایک ہدیہ آیا ہوا رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا چیز ہے، میں نے عرض کیا کہ کھجور کا ملیدہ ہے۔ آپؐ نے فرمای کہ میں نے تو روزہ کا خیال کر رکھا تھا، پھر حضورؐ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

راویان حدیث (۴۰۶) بشر بن السریؒ (۴۰۷) طلحۃ بن یحییٰؒ اور (۴۰۸) عائشۃ بنت طلحہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

غداءً : صبح کے کھانے کو کہتے ہیں، ھو الطعام الذی یؤکل اوّل النھار ، اس کے مقابلہ میں عَشاء ہے جو شام کے کھانے کو کہتے ہیں۔ الـغـذاء: کھائی جانے والی خوراک کو کہتے ہیں، ھو مایؤکل علی وجہ التغذّی مطلقًا فیشمل العشاء کما یشمل الغداء۔ (مواہب ص ۱۳۵) غذا' ہر وہ چیز جو بغور تغذی (غذاء حاصل کرنے) استعمال ہو، اس لئے عَشاء (رات کے کھانے) کو بھی شامل ہے جیسے کہ غداء (صبح کے کھانے) کو شامل ہے۔

حیس : ایک خاص قسم کا کھانا یا حلوہ جو کھجور، گھی اور پنیر کو ملا کر تیار کیا جاتا تھا، وھو التمر ، مع السمن والاقط و قد یجعل عوض الاقط الدقیق وقال الشاعر

اذا تکون کریھۃ ادعیٰ لھا	واذا یحاس الحیس یدعیٰ جندب
ھذا وجدّکم الصغار بعینہٖ	لا ام لی ان کان ذاک ولا اب
عجب لتلک قضیۃٍ و اقامتی	فیکم علی تلک القضیۃ اعجب

(مواہب ص ۱۳۵)

(اور کبھی پنیر کی بجائے آٹا ملایا جاتا ہے، شاعر کہتے ہیں : اور جب مشکل اور مصیبت درپیش ہو تو میں بلایا جاتا ہوں اور جب حلوہ اور حیس تیار ہوجاتا ہے تو پھر جندب کو بلایا جاتا

Marfat.com

ہے، تمہارے آباء و اجداد کی قسم یہی تو بعینہٖ ذلت اور خواری ہے۔ اگر حالت ایسی ہو تو میرے ماں باپ نہ ہوں یعنی ہلاک ہو جائیں، اس واقعے سے بڑا تعجب اور حیرانگی ہے اور اس سے بڑی حیران کن بات تو اس حالت میں میرا تمہارے ساتھ ٹھہرنا اور قیام ہے)

نفلی روزے کی نیت کا وقت :

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک تو یہ کہ نفلی روزہ کی نیت صبح کے وقت بھی آدھے دن تک ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی عمل روزہ کے منافی نہ کیا ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمانے پر نیت فرمائی۔ یہ مذہب حنفیہ شافعیہ رحمہم اللہ عنہم کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ کی نیت بھی رات ہی سے کر لی جائے۔ البتہ کوئی عارض پیش آئے، تو دوپہر سے پہلے پہلے دن میں بھی نیت کرنے کا مضائقہ نہیں ہے۔

نفلی روزے کے توڑنے کا حکم :

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نفلی روزہ رکھے، تو اس کے توڑ دینے کا اختیار ہے۔ یہ مذہب شافعیہ رضی اللہ عنہم کا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک قرآن شریف کی آیت ولا تبطلوا اعمالکم (اپنے اعمال کو باطل مت کرو) کی بنا پر روزہ نماز کوئی عمل توڑنا جائز نہیں، لیکن اس حدیث کی وجہ سے چونکہ روزہ توڑنا معلوم ہوتا ہے، اس لئے دونوں چیزوں پر عمل اس طرح کیا جاوے گا کہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری درپیش ہو، تو اس حدیث کی وجہ سے اس میں گنجائش سمجھنی چاہیئے اور بلا ضرورت توڑنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کے حال سے بھی یہی ظاہر ہے۔ بعض علماء نے حدیث کے اس جملہ کا کہ روزہ رکھنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ اس کا مطلب یہ فرمایا ہے کہ پختہ نیت نہیں فرمائی تھی۔ البتہ ارادہ تھا کہ آج روزہ رکھ لوں گا۔ لیکن بندہ کے نزدیک پہلی توجیہ اچھی ہے۔

مسئلہ : اگر کسی ضرورت سے نفل روزہ توڑ دینے کی نوبت آوے، تو حنفیہؒ کے نزدیک کسی دوسرے وقت قضا کرنا واجب ہے۔ اس لیے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس کی تصریح

Marfat.com

ہے کہ حضور اقدسؐ نے ان کو ارشاد فرمایا تھا کہ کسی دوسرے دن قضا کرلو۔ (خصائل ص ۱۰۱)
ملا علی قاریؒ نے حدیث مذکور سے اظہار عبادت برائے مصلحت یا تعلیم مسئلہ اور اپنی حالت کے بیان کرنے پر استدلال کیا ہے۔ ففیه دلیل علی اظهار العبادة لحاجة و مصلحة کتعلیم مسئلة و بیان حالة انتهی (جمع ص ۲۷۸) اور علامہ مناویؒ فرماتے ہیں: وفیه حل اکله صلی الله علیه وسلم الهدیة (اور اس حدیث سے حضور ﷺ کا ہدیہ کو تناول فرمانے کا جواز اور حلت معلوم ہوتی ہے) (مناویؒ ص ۲۷۸)

(۱۷۶/۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ يَحْيَى الْاَ سْلَمِیِّ عَنْ يَزِيْدَ بن اَبِیْ اُمَيَّةَ الْاَ عْوَرِ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَ كِسْرَةً مِّنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ اِدَامُ هٰذِهٖ فَاَكَلَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے کہ ہمیں یہ روایت عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عمر بن حفص بن غیاث نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ہمارے باپ نے محمد بن ابی یحیٰی اسلمی کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت ابی امیہ اعور سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت یوسف بن عبداللہ بن سلام سے سنی۔ یوسفؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ایک مرتبہ دیکھا کہ حضورؐ نے ایک روٹی کا ٹکڑا لے کر اس پر کھجور رکھی اور فرمایا کہ یہ اس کا سالن ہے اور نوش فرمالیا۔ ترجمہ بالا روایت کے مذکورہ الفاظ کا ہے، جو کے اکثر نسخ شمائل کی عبارت ہے۔ بعض نسخ میں عن عبدالله بن سلام کا اضافہ بھی ہے۔ اس صورت میں قال رأیت ...... الخ، کا ترجمہ دو طرح کا ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں یا یوسف بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ قال ای عبدالله او ابنه (جمع ص ۲۸۰) (یعنی عبداللہ نے یا اس کے بیٹے (یوسف) نے کہا)

راویان حدیث (۴۰۹) عمر بن حفص بن غیاثؒ (۴۱۰) محمد بن ابی یحییٰ الاسلمیؒ (۴۱۱) یزید بن امیۃ الاعورؒ اور (۴۱۲) یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل

Marfat.com

ترمذی''میں ملاحظہ فرمائیں۔

جَو کی روٹی اور سالن :

هذه ادام هذه : مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے۔اس سے قبل اسی باب کی روایات میں سرکہ کو سالن کہاں گیا ہے۔ بلکہ بہتر سالن نعم الادام الخل ۔اس حدیث میں یہ تعلیم دینا مقصود ہے۔هذه ادام هذه یعنی اگر کوئی باقاعدہ سالن میسر نہ ہو، تو کھجور، پیاز، وغیرہ کو بھی بطور سالن استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یعنی زندگی کے قیمتی لمحات واوقات کو لذت کام ودہن میں نہیں گنوانا چاہئے، بلکہ دین اسلام کی تبلیغ، جهاد فی سبیل الله، اعلاء کلمة الله، ذکرالٰہی تحصیل واشاعت علم دین اور عبادت میں لگے رہنا چاہئے۔ فانی دنیا پر فریفتگی عبث ہے بلکہ کھجور کے سالن کے باہمی استعمال سے اغذیہ میں اعتدال کی تعلیم ہے کیونکہ جو کی تاثیر سرد وخشک ہے اور کھجور کی تاثیر گرم وتر ہے۔

علامہ البیجوریؒ فرماتے ہیں :

ویؤخذ من هذاانه صلی الله علیه وسلم کان یدبر الغذاء فان الشعیر بارد یا بس والتمر حار رطب فکان صلی الله علیه وسلم لا یجمع بین حارین ولا بار دین ولا مسهلین ولا قابضین ولا غلیظین ولا بین مختلفین کقابض و مسهل ولم یأکل طعاما قط فی حال شدة حرارته ولا طبیخا بائتا مسخنا ولا شیئا من الأطعمة العفنة و المالحة فان ذلک کلة ضار مولد للخروج عن الصحة و بالجملة فکان صلی الله علیه و آله وسلم یصلح ضرر بعض الأغذیة ببعض اذا وجد الیه سبیلا ولم یشرب علی طعامه لئلا یفسد ذکره ابن القیم. (مواهب ص ۱۳۶)(اوراس حدیث سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ غذا کے استعمال کرنے کے سلسلہ میں سوچ بچار اور احتیاط سے کام لیا کرتے مثلاً جو ٹھنڈے اور خشک ہیں اور کھجور گرم اور تر ہے پس آپؐ کی عادت مبارک کھانے میں یہ تھی کہ نہ کبھی دو گرم چیزیں اکٹھی استعمال کرتے نہ دو ٹھنڈی چیزیں، اس طرح نہ دونوں مسہل اور نہ دونوں قابض وسخت اشیاء کا استعمال کرتے اور نہ دو ایسی چیزیں کہ ان میں سے ایک قابض اور دوسری مسہل ہو کبھی استعمال میں نہ لاتے۔ نیز نہ آپؐ نے کوئی کھانا اور نہ

Marfat.com

سالن انتہائی گرم حالت میں استعمال فرمایا اور نہ ایسے کھانے جو بد بو دار یا کھٹے ہوں اسلئے کہ یہ سب اشیاء نقصان دہ اور صحت کی خرابی پیدا کرتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اگر ممکن ہوتا تو آپ بعض غذاؤں کے ضرر اور نقصان کی اصلاح بعض دوسرے اشیاء اور غذاؤں سے کر کے ایک اعتدالی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش فرمایا کرتے۔ نیز آپؐ کھانا کھانے کے بعد پانی اسلئے نہیں پیتے تھے کہ کھانا خراب نہ ہو جاوے ابن قیمؒ نے ایسا ہی ذکر کیا ہے)

(۱۷۷/۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ يَعْنِىْ مَابَقِىَ مِنَ الطَّعَامِ.

ترجمہ: "امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سعید بن سلیمان نے عباد بن عوام کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت حمید سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے سنی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدسؐ کو ہانڈی اور پیالہ میں بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔

راوی حدیث (۴۱۳) سعید بن سلیمانؒ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

الثفل : تلچھٹ، تہ دیگی، پنجاب میں اسے گروڑی کہتے ہیں۔ ھو الباقی من الطعام و قیل الثفل ھو ثرید وھو مختار صاحب النھایۃ (کھانے سے جو نیچے بچ جائے اور بعض کہتے ہیں وہ ثرید ہے صاحب نہایہ نے اسکو پسند کیا ہے) (اتحافات ص ۲۳۲)

فائق میں ہے کہ ثفل ، اصل میں تلچھٹ کو کہتے۔ یہ تیل کا ہو یا شوربے کا، یا شربت کا یا شراب کا یا کسی بھی پتلی چیز کا طیبیؒ نے تصریح کی ہے کہ حدیث میں ثفل سے مراد تہہ دیگی ہے۔

Marfat.com

بچے ہوئے کھانے سے محبت :

اس میں بھی تھوڑی چیز پر صبر وقناعت اور ادنیٰ سے ادنیٰ نعمت پر تشکر و امتنان اور اس کی قدردانی کی تعلیم ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، وفیہ اشارۃ الی التواضع والصبر والقناعۃ بالقلیل. (جمع ص ۲۸۱) نیز اس میں حضور اقدس ﷺ کے قول کی طرف بھی اشارہ ہے کہ لوگوں کو کھلانے پلانے والا خود آخر میں کھاتا پیتا ہے۔ ساقی القوم آخرھم شربا یہ حضور اقدس ﷺ کا جذبہ خدمت، ترجیح وایثار اور کمال تواضع تھا کہ اہل وعیال، اضیاف وخدام، اصحاب ومتعلقین کو اوپر کا عمدہ کھانا کھلاتے اور خود بچا ہوا کھاتے، ولعل وجہ اعجابہ انہ منضوج غایۃ النضج القریب الی الھضم فھوا ھنأوامرأ وألذ و فیہ اشرۃ الی التواضع والقناعۃ بالیسیر ۔ (اور نیچے والے کھانے کی پسندیدگی کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ انتہائی پختہ ہوتا ہے اور جلدی ہضم ہوتا ہے پس وہ مزیدار خوش گوار اور لذیذ ہوتا ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے آپ کی تواضع اور تھوڑی چیز پر قناعت کرنے کا) (مواہب ص ۱۳۶) شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ خلاصۂ باب میں تحریر فرماتے ہیں۔ وفی الباب ثلاث و ثلاثون حدیثا و باستعراض ھذہ الأحادیث کلھا یلاحظ أن ادام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان مختلفاً . فمرۃ کان قثاء ومرۃ کان رطبا و مرۃ کان لحما و مرۃ کان خلا ومرۃ کان زیتاً و ھکذا، ولکن الحال الغالب علیہ ھو التقشف والزھادۃ ۔ (اور اس باب میں تینتیس احادیث ہیں اور ان کی تفتیش اور ان پر گہری نظر رکھتے ہوئے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کا سالن مختلف ہوتا تھا کبھی تو کھیرا ککڑی وغیرہ اور کبھی کھجور اور کبھی کبھار گوشت ایسا ہی کبھی سرکہ اور کبھی زیتون کا تیل وغیرہ لیکن اکثر حالات آپ کے تنگدستی اور زاہدانہ طریقہ پر گزرتے)۔ (اتحافات ص ۲۳۲)

تتمّہ :

علامہ ابن قیمؒ نے حضور ﷺ کے مطعومات ومشروبات کے متعلق خوب وضاحت فرمائی ہے۔ البتہ ابتداء میں یہی لکھدیا کہ لا یرد موجوداً ولا تکلف مفقوداً۔

Marfat.com

(کہ آپ موجود چیز کو واپس نہ فرماتے اور نہ ہی غیر موجود کے لیے کوئی تکلف وغیرہ کیا کرتے) چنانچہ فرماتے ہیں، واکل الحلوىٰ والعسل و کان یحبهما واکل لحم الجزور والضان والدجاج و لحم الحباری ولحم حمار الوحش و الارنب وطعام البحر واکل الشوی واکل الرطب والتمر و شرب اللبن خالصا و مشوباً والسویق والعسل بالماء و شرب نقیع التمر واکل الخذیرة وهی حساء یتخذ من اللبن والدقیق و اکل القثاء بالرطب واکل الاقط واکل التمر بالخبز و اکل الخبز بالخل واکل الثرید وهو الخبز باللحم و اکل الخبز بالاهالة وهی الودک وهو الشحم المذاب و اکل من الکبد المشویة و اکل القدید واکل الدباء المطبوخة وکان یحبها واکل المسلوقة واکل الثرید بالسمن واکل الجبن واکل الخبز بالزیت واکل البطیخ بالرطب و اکل التمر بالزبد و کان یحبه۔ (زادالمعاد ج ۱ ص ۵۴) (کہ حضور ﷺ نے حلوہ اور شہد کھایا ہے اور آپؐ ان کو پسند بھی فرمایا کرتے اور حضور نے اونٹ دنبہ مرغی۔ حباری۔ حماروحشی۔ خرگوش، مچھلی وغیرہ کا گوشت بھی کھایا ہے۔ نیز آپؐ نے بھنا ہوا گوشت خشک اور تر کھجور بھی کھائی ہے آپؐ نے خالص دودھ اور پانی ملا ہوا بھی پیا ہے اور ستو وشہد کو پانی کیساتھ پیا نقیع تمر کو بھی پیا اور آپؐ نے خریزہ بھی کھایا۔ (یعنی دودھ اور آٹے کو ملا کر پتلی غذا بنا کر پینا) آپؐ نے کھیرا کو کھجور کیساتھ ملا کر کھایا۔ اور آپؐ نے پنیر بھی کھایا اور روٹی کھجور کیساتھ بھی کھائی ثرید بھی کھایا آپؐ نے روٹی پگھلی ہوئی چربی کیساتھ تناول فرمائی آپؐ نے بھنا ہوا جگر بھی کھایا اور خشک گوشت اور کدو پکا ہوا بھی کھایا اور اس کو پسند بھی فرماتے اور چقندر بھی کھایا اور ثرید کو گھی کیساتھ کھایا اور روٹی کو زیتون کیساتھ کھایا اور خربوزہ کو تر کھجور کیساتھ اور خشک کھجور کو مکھن کیساتھ کھایا اور اسکو پسند بھی کیا کرتے تھے۔

(زادالمعاد ج ۱ ص ۵۴)

Marfat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ وُضُوْءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَالطَّعَامِ

باب ! حضورِ اقدس ﷺ کے کھانے کے وقت وضو کا بیان

لفظ وضو کا معنی وتشریح :

وضو: بالفتح سے مراد وہ پانی ہے، جس سے طہارت حاصل کی جاتی ہے اور وضو (بالضم) سے مراد حصول طہارت کا معروف عمل ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں تین روایات نقل کی ہیں کہ عند الطعام ، وضو سے مراد کیا ہے؟ وضوءِ لغوی یا وضوءِ شرعی و اصطلاحی۔ ترجمۃ الباب میں وضوء میں عموم ہے۔ والمراد مایشمل الشرعی واللغوی بدلیل الاخبار الاتیة . (اور وضوء سے مراد عام ہے وضوء لغوی اور شرعی دونوں کو شامل ہے بوجہ ان احادیث کے جو باب میں ذکر ہونگی) (مواھب ص ۱۳۶) حضرات محدثینؒ میں بعض وضوءِ اصطلاحی مراد لیتے ہیں اور اکثریت نے یہاں وضوء لغوی مراد لیا ہے اور اسی کو راجح قرار دیا ہے یعنی عندالطعام (کھانے کے وقت) اس سے پہلے اور بعد میں ہاتھوں کا دھونا اور منہ صاف کرنا۔ والمراد ھنا بالو ضوء اللغوی، وھو غسل الیدین والفم لان الو ضوء الشرعی لیس مسنوناً قبل الطعام ولا بعدہ (اور وضوء سے یہاں وضوء لغوی مراد ہے اور وہ دونوں ہاتھ دھونا اور کلی کرنا ہے اس لئے کہ وضوءِ شرعی نہ کھانے سے پہلے اور نہ بعد میں مسنون ہے)(اتحافات ۲۳۳) عند الطعام کی قید سے عدم وجوب وضوء مستفاد ہے۔ البتہ دونوں لغوی و اصطلاحی بھی مراد لئے جاسکتے ہیں کہ پہلی دو حدیثوں میں اصطلاحی اور آخری حدیث میں لغوی مدلول ہے۔ فارادۃ الاول من حیث نفیه والثانی من حیث

Marfat.com

اثباتہ فکانہ قال صفة وضوئہ وجوداً و عدماً ۔ (مناوی ص۲۸۲)(تو یہاں پہلے کا ارادہ کرنا نفی کی حیثیت سے ہوگا اور دوسرے کا ارادہ بحیثیت اثبات ہوگا۔ گویا مصنفؒ نے فرمایا کہ آپؐ کے وضوء کی صفت وجود اور عدم دونوں کے لحاظ سے)وضوء شرعی جو نماز کے لیے شرط ہے، کھانے سے پہلے اور بعد میں نہ فرض ہے نہ واجب اور نہ سنت، اس کو صرف استحباب کا درجہ حاصل ہے۔ جس طرح کہ ہر وقت وضوء سے رہنا مستحب ہے۔ و لا یحافظ علی الوضوء الاالمومن. (وضوء پر دوام اور محافظت صرف مومن ہی کرتا ہے)(مؤطا امام مالکؒ ص ۱۱) ہمیشہ باوضوء رہنے کے استحباب کا مستدل ہے اور یہی سلف صالحین کا معمول ہے۔

لفظ طعام کی وضاحت :

طعام لغوی طور پر بمعنی طعم کے مستعمل ہے، ای لکل ما یساغ و عرفا اسم لکل ما یؤکل ...... و ھذا ھو المراد ھنا وعند اھل حجاز الطعام البر خاصة (کما ورد فی صدقة الفطر صاعا من طعام اوصاعا من شعیر) وعندالفقھاء ھو ما قصد للطعم اقتیا تا اوتأدّما اوتفکھا . (مناوی ص۲۸۶)

(عرف میں طعام ہر وہ چیز جو کھائی جائے اور یہی معنی یہاں مراد ہے اور اہل حجاز طعام صرف گندم کو کہتے ہیں (جیسے کہ صدقہ فطر کے متعلق حدیث صاعاً من طعام او شعیر میں طعام سے مراد گندم ہے)اور فقہاء کے نزدیک ہر وہ چیز جس کے کھانے کا قصد کیا جائے چاہے' بلحاظ غذاء حاصل کرنے کے ہو یا ادام (سالن) بنانے اور یا فاکھہ (میوہ) کے طور پر تلذذ کے لئے ہو)

(۱۷۸/۱)حَدَّثَنَا اَحْمدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ بْنُ اِبراھِیمَ عَنْ اَیُّوبَ عَنِ ابْنِ اَبِی مُلَیْکَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم خَرَجَ مِنَ الْخَلاءِ فَقُرِّبَ اِلَیْہِ الطَّعَامُ فَقَالُوْا الا نَاتِیْکَ بِوَضُوْءٍ قَالَ اِنَّمَا اُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ اِذَا قُمْتُ اِلَی الصَّلٰوةِ.

Marfat.com

ترجمہ : ''امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن منیع نے بیان کی۔ان کو یہ روایت اسماعیل بن ابراہیم نے بیان کی۔انہوں نے روایت ایوب سے ابن ابی ملیکہ کے واسطے سے روایت کی اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ بیت الخلاء سے فراغت پر باہر تشریف لائے،تو آپ کی خدمت میں کھانا حاضر کیا گیا اور وضو کا پانی لانے کے لئے پوچھا گیا۔آپ نے فرمایا کہ مجھے وضو کا اس وقت حکم ہے۔جب نماز ادا کروں۔

الخلاء ! خالی جگہ کو کہتے ہیں۔مراد بیت الخلاء ہے،والمراد هنا مكان قضاء الحاجة. (اتحافات ص۲۳۳)الوَضوء (بالفتح)پانی مراد ہے یعنی ما یتوضأ به۔

کھانے سے قبل وضوءِ عرفی مسنون ہے :

قال انما امرت بالوضوء اذا قمت الى الصلوة ! مضمون حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا گیا ہے،حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں وضاحت فرما دی کہ مسلمان کھانا کھانے سے قبل وضوء کو واجب سمجھ کر اپنے لئے لازمی قرار نہ دے دیں۔

فقہاءؒ فرماتے ہیں کہ وضوء شرعی نماز پنجگانہ،نماز جنازہ،سجدۂ تلاوت،مسِ مصحف اور ارادۃ الطّواف کے لئے واجب ہے۔کھانے سے قبل یا بعد میں وضوء عرفی یا لغوی یعنی غسل الفم والیدین (ہاتھ دھونا اور کلی کرنا) مستحب ہے۔

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں :

''ولا يستفاد من هذا الحديث ان الرسول لم يتوضأ الوضوء اللغوى، كما لا يستفاد منه انه توضأ، والحصر فى الحديث اضافى''. (اتحافات ص۲۳۳)

اور اس حدیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لغوی وضوء (ہاتھ دھونا اور کلی کرنا) بھی نہیں کیا جیسے کہ اس سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ آپؐ نے وضوء فرمایا اور اس حدیث میں...... انما امرت ...... الخ میں حصر اضافی ہے (یعنی نماز کے لئے وضوء)

Marfat.com

(۲/ ۱۷۹) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَاُتِيَ بِطَعَامٍ فَقِيْلَ لَهٗ اَلَا تَتَوَضَّأُ فَقَالَ اُصَلِّيْ فَاَتَوَضَّأُ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی نے بیان کی۔ ان کو یہ روایت سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار کے واسطے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت سعید بن حویرث اور انہوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ ایک مرتبہ استنجے سے فارغ ہو کر تشریف لائے، حضورؐ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہؓ نے پوچھا کیا وضو نہیں فرمائیں گے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا اس وقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟

راویان حدیث (۴۱۴) عمرو بن دینارؒ اور (۴۱۵) سعید بن الحویرثؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

وضوء تو نماز کے لئے ضروری ہوتا ہے :

الغائط : غوّط سے ہے بمعنی کھودنے کے، داخل ہونے اور دھنس جانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ غائط نرم، کشادہ، ہموار اور پست زمین کو کہتے ہیں۔ چونکہ لوگ پاخانے کے لئے ایسی ہی جگہ تلاش کرتے تھے، اسی لئے اسے الغائط سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پہلی روایات میں خرج من الخلاء کے الفاظ تھے، یہاں خرج من الغائط کے الفاظ ہیں۔ مقصد دونوں روایات کا ایک ہی ہے کہ آپؐ قضاءِ حاجت سے فارغ ہوئے، تو وضو کئے بغیر کھانا تناول فرمایا اور توجہ دلانے پر فرمایا، اصلی فاتو ضأ یعنی وضوء تو نماز پڑھنے کے لئے ضروری ہے۔ اس وقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضوء کروں۔

(۳/ ۱۸۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيْعِ (ح) وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُالْكَرِيْمِ الْجُرْجَانِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ اَبِيْ هَاشِمٍ عَنْ زَاذَانَ

Marfat.com

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِی التَّوْرٰةِ اَنَّ بَرَکَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَخْبَرْتُهٗ بِمَا قَرَأْتُ فِی التَّوْرٰةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرَکَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ.

ترجمہ : امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبداللہ بن نمیر نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں قیس بن ربیع نے بیان کی۔ (تحویل) ہمیں یہ روایت قتیبہ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں عبدالکریم جرجانی نے بیان کی۔ انہوں یہ روایت قیس بن ربیع سے اور انہوں نے ابی ہاشم سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت زاذان سے اور انہوں نے صحابی رسول حضرت سلمان فارسیؓ سے سماعت کی۔ سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے سے فراغت کے بعد وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون عرض کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔

راویان حدیث (۴۱۶) قیس بن الربیعؒ (۴۱۷) عبدالکریم بن محمد الجرجانیؒ (۴۱۸) ابوھاشمؒ اور (۴۱۹) زاذانؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

برکتِ طعام ہاتھ دھونے میں ہے :

برکة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده ، حضرت سلمان فارسیؓ نے توراۃ میں اپنا پڑھا ہوا سبق ان برکة الطعام الوضوء بعده کہ کھانے میں برکت کا سبب اس کے بعد وضوء (ہاتھ دھونے) میں ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرایا تو آپؐ نے یہی ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور بعد دونوں مواقع پر ہاتھ منہ صاف کرنا اور ان کی طہارت کرنا باعث برکت ہے۔ وضوء سے مراد وضوء لغوی ہے، اصطلاحی نہیں۔ علماء نے لکھا ہے، سلمان فارسیؓ نے توراۃ کے حوالے سے بات کی ہے، ہوسکتا ہے کہ توراۃ میں صرف طعام کے بعد ہاتھ منہ دھونے کا ذکر ہو۔ اس صورت میں جو طعام سے پہلے ہاتھ دھونے کا

Marfat.com

ذکر ہے یہ شریعت محمدیؐ کا اضافہ ہو۔ ایماء الی ان شریعتہ زادت الوضوء قبلہ ایضاً استقبالاً للنعمۃ بالطہارۃ المشعرۃ للتعظیم اس میں اشارہ ہے کہ آپ کی شریعت نے کھانا کھانے سے پہلے وضوء (ہاتھ منہ دھونے) کا اضافہ بھی اس لئے کیا تاکہ کھانے کی نعمت کا استقبال طہارت سے کیا جائے جو اس کی تعظیم پر دال ہے۔ (جمع ص ۲۸۴) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تورات میں قبل الطعام اور بعد الطعام دونوں وقتوں میں ہاتھ منہ دھونے کا حکم ہو مگر بوجہ تحریف قبل الطعام ہاتھ دھونے کا حکم اس سے حذف کر دیا گیا ہو وھذا یحتمل ان یکون اشارۃً الی تحریف مافی التوراۃ۔ (جمع ص ۲۸۴)

برکۃ الطعام الوضوء قبلہ کا مطلب شارحین حدیث نے لکھا ہے، کھانے میں اضافہ ہوتا ہے۔ شکم سیری نصیب ہوتی ہے، ومعنی برکۃ الطعام من الوضوء قبلہ النمو والزیادۃ فیہ نفسہ اور بعدہ کا مطلب یہ ہے جن فوائد اور مقاصد کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے، پورے حاصل ہوتے ہیں۔ کھانا بدن کا جز بنتا ہے، فرحت اور انبساط نشاط پیدا کرتا ہے۔ عبادات، انابت الی اللہ، ذکر اللہ اور عمدہ اخلاق پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے ان فوائد کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمادیا۔ النمو والزیادۃ فی فوائدھا وآثارھا بان یکون سبباً لسکون النفس و قرارہا سبباً للطاعات وتقویۃ للعبادات والاخلاق المرضیۃ والافعال السنیۃ. (جمع ص ۲۸۵)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانے سے قبل ہاتھ دھونا ''فقر'' کو دور کرتا ہے اور بعد میں ہاتھ دھونا ''جنون'' کو دور کرتا ہے۔ صاحب العوارف فرماتے ہیں، کھانے سے قبل ہاتھ دھونا فقر کی دوری کا اس لئے سبب بنتا ہے کہ یہ آداب کے ساتھ نعمت کا استقبال ہے اور یہ نعمت کا شکرانہ ہے اور شکر نعمت کی زیادتی کا سبب ہے۔ لہٰذا ہاتھوں کو دھونا نعمت کو کھینچ کر لائے گا اور فقر کو ہٹا دے گا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے گھر میں خیر و برکت زیادہ ہو، تو اس کو چاہیے کہ کھانے سے قبل اور بعد میں ہاتھ دھولیا کرے۔ (اتحافات ج ۵ ص ۲۱۳)

ملا علی قاریؒ نے وضوء لغوی قبل الطعام وبعد الطعام کی ایک اہم وجہ یہ بھی بیان

Marfat.com

فرمائی ہے کہ ولان الاکل بعد غسل الیدین یکون اھنأ وامرأ ولان الید لا تخلو عن تلوث فی تعاطی الاعمال وغسلھا اقرب الی النظافۃ و النزاھۃ (والغسل بعد الطعام) سبب لازالۃ الدسومات....قال صلی اللہ علیہ وسلم من بات وفی یدہ غمرۃ ولم یغسلہ فاصابہ شیء فلا یلومن الانفسہ ۔(جمع ص ۲۸۶)

اوراس لئے بھی کہ ہاتھ دھونے کے بعد کھانا زیادہ لذیذ اور خوشگوار لگتا ہے اوراس لئے بھی کہ ہاتھ عام طور پر کاموں میں مشغول ہونے کیوجہ سے ملوث رہتے ہیں تو ان کا کھانا کھانے سے پہلے دھولینا صفائی اور پاکی کا ذریعہ ہو جائیگا اور کھانا کھالینے کے بعد ہاتھوں کا دھونا چکنائی وغیرہ کے دور کرنے کا سبب ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رات گزاری اوراس کے ہاتھوں میں چکناہٹ تھی اوراس کو نہ دھویا تو اگراس کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے تو پھر اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

Marfat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا یَفْرُغُ مِنْہُ

باب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کلمات کے بیان میں جو قبل الطعام وبعدہ پڑھا کرتے تھے

یہاں قول سے مراد مطلقِ ارشاد، یا کوئی بات اور گفتگو مراد نہیں، بلکہ وہ اذکار اور ادعیہ مراد ہیں، جو کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد آپ کا معمول تھے۔ اللہ کے نام سے آغاز اور حمد وشکر پر اختتام' یہ کھانے کے آداب سے ہے۔ای قبل الطعام وھو التسمیۃ وبعد ما یفرغ منہ ھو الحمدلۃ. (مواھب ص ۱۳۸) (یعنی کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد الحمدللہ پڑھنا) پانی کا حکم بھی کھانے کی طرح ہے، بل ھو منہ کما یوخذ من قولہ تعالیٰ فیما حکاہ فی القرآن ومن لم یطعمہ فانہ منی (بلکہ وہ کھانے ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول ومن لم یطعمہ الخ جس کی حکایت قرآن مجید میں ہے سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہاں یطعمہ کی ضمیر کا مرجع نہر ہے (جو کہ پانی پر مشتمل ہوتی ہے) (مواھب ص ۱۳۸) اس باب میں مصنفؒ نے سات احادیث نقل کی ہیں۔

(۱۸۱/۱) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَھِیْعَۃَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ جُنْدُلِ الْیَافِعِیِّ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقُرِّبَ اِلَیْہِ طَعَامٌ فَلَمْ اَرَ طَعَامًا کَانَ اَعْظَمَ بَرَکَۃً مِنْہُ

Marfat.com

اَوَّلَ مَا اَکَلْنَا وَلَا اَقَلَّ بَرَکَۃً فِیْ اٰخِرِہٖ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ ھٰذَا قَالَ اِنَّا ذَکَرْنَا اسْمَ اللّٰہِ حِیْنَ اَکَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ اَکَلَ وَلَمْ یُسَمِّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَاَکَلَ مَعَہُ الشَّیْطٰنُ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن لہیعہ نے یزید بن ابی حبیب کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت راشد بن جندل سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت حبیب بن اوس سے ابو ایوب انصاریؓ کے واسطہ سے سنی۔ ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کھانا سامنے لایا گیا۔ میں نے آج جیسا کھانا کہ جو ابتداء میں یعنی کھانے کے شروع کے وقت نہایت بابرکت معلوم ہوتا ہو اور کھانے کے ختم کے وقت بالکل بے برکت ہو گیا ہو، کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے حیرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شروع میں بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا اور اخیر میں فلاں شخص نے بدون بسم اللہ پڑھے کھایا، اس کے ساتھ شیطان بھی شریک ہو گیا۔

راویان حدیث (۴۲۰) یزید بن ابی حبیبؒ (۴۲۱) راشد بن جندل الیافعیؒ (۴۲۲) حبیب بن اوسؒ اور (۴۲۳) ابو ایوب الانصاریؓ کے حالات ''تذکرہ راویانِ شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بسم اللہ کی برکتیں :

قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ، مضمونِ حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کر دیا ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی بات کا مقصد یہ ہے کہ کھانا شروع کرتے وقت جو برکت تھی، وہ کھانے کے اختتام کے وقت نہیں تھی، بلکہ بے برکتی معلوم ہو رہی تھی، اس لئے حیرت واستعجاب کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا کہ کیف ھذا؟ یہ کیا کیفیت ہے، ای بین لنا الحکمۃ و السبب فی حصول عظمۃ البرکۃ و کثرتھا فی اول اکلنا ھذا الطعام وقلتھا فی الآخر و انعدام البرکۃ منہ. (جمع ص ۲۸۶) یعنی ہم کو اس کی حکمت اور سبب تو بتلایئے کہ ہمارے کھانے کی ابتداء کے

وقت تو کھانا بہت بابرکت اور کثیر تھا اور پھر آخر میں تھوڑا اور بے برکت کیوں ہو گیا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا، انا ذکرنا اسم اللہ تعالیٰ حین اکلنا کہ ہم نے ابتداء میں کھاتے وقت بسم اللہ کہی تھی۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ صرف بسم اللہ سے سنتِ تسمیہ حاصل ہو جاتی ہے، البتہ الرحمٰن الرحیم کے بڑھا دینے سے وہ اکمل ہو جاتی ہے۔ کما قالہ الغزالی والنووی وغیرھا جیسے کہ امام غزالیؒ اور امام نووی وغیرہ نے بھی ایسا کہا ہے (جمع ص ۲۸۶) شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، و التسمیۃ علی الطعام مطلوبۃ حتی من الجنب والحائض، و ھی بسم اللّٰہ اور کھانے پر تسمیہ کہنا شرعاً مطلوب ہے حتیٰ کہ جنبی اور حائضہ عورت سے بھی اور وہ لفظ بسم اللہ ہے (اتحافات ص ۲۳۶) تفصیلی قصہ ترجمہ میں دیکھ لیں۔

شیطان کا کھانا حقیقت پر محمول ہے:

فاکل معہ الشیطان: شیطان فیعان کے وزن پر ہے، شطن بمعنی بعد سے ماخوذ ہے، یعنی بعد عن رحمۃ اللہ اللہ کی رحمت سے دور، یا فعلان کے وزن پر ہے اور شاط یشط سے ماخوذ ہے بمعنی بھڑکنا اور شعلہ کی طرح اٹھنا، اکلِ شیطان، عندالجمہور (جمہور کے نزدیک شیطان کا کھالینا) حقیقت پر محمول ہے اور یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے کہ شیطان کھاتا پیتا ہو، جمہور محدثینؒ کہتے ہیں کہ شیطان کھانا کھالیتا ہے اور وہ ہمیں نظر نہیں آتا۔ بعض روایات میں تصریح ہے کہ ہڈیاں جنات کی خوراک ہیں۔ واکل الشیطان محمول علی حقیقتہ عند جمہور العلماء سلفاً وخلفاً لا مکانہ شرعاً وعقلاً۔ (جمع ص ۲۸۶) جمہور متقدمین ومتأخرین علماء کے نزدیک شیطان کا کھانا حقیقت پر محمول ہے کیونکہ یہ شرعاً وعقلاً ممکن ہے۔

ایک اشکال کا جواب:

(۱) یہاں ایک اشکال یہ بھی وارد ہوتا ہے جب مسئلہ یہ ہے کہ کھانا کھاتے وقت دستر خوان پر جب ایک نے بسملہ پڑھ لی، تو وہ سب کے لئے کافی ہے۔ جیسے کہ ملا علی قاریؒ لکھتے

Marfat.com

ہیں کہ: لو سمّی واحد فی جماعة یأکلون لکفی ذلک وسقط عن الکل (جمع ص ۲۸۶) تو پھر جب یہ شخص آیا اور اس نے بسملہ نہ پڑھی، تو بے برکتی کیوں آئی۔ کیونکہ پہلے سے بیٹھی ہوئی جماعت کی بسملہ اس کے لئے بھی کافی تھی۔ شارحین حدیثؒ جواب میں کہتے ہیں کہ "قعد، ای بعد فراغنا من الطعام ولم یسمّ، جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے اور وہ آ کر بیٹھا اور بسملہ نہیں پڑھی، تو کھانے میں بے برکتی آ گئی۔

(۲) اویقال ان شیطان هذا الرجل جاء معه فلم تکن تسمیتنا مؤثرة فیه ولا هو سمّی یعنی لتکون تسمیته ما نعة من اکل شیطانه معه ۔ (جمع ص ۲۸۶) یا جواباً یہ کہا جائے کہ اس شخص کا شیطان اس کے ساتھ ہی آیا تھا اس لئے ہماری بسم اللہ کہنا اس میں مؤثر نہ رہی اور خود اس نے تو بسم اللہ پڑھی نہیں تا کہ اس کا تسمیہ اس کے شیطان کے کھانے سے مانع اور رکاوٹ بن جاتا۔

(۳) مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک جماعت کھانے میں اکٹھی مشغول ہو اور ان میں سے ایک نے بسملہ پڑھ لی ہو، فحینئذٍ تسمیة هذا الواحد تجزی عن البواقی من الحاضرین تو پھر اس وقت اس کا بسم اللہ پڑھ لینا باقی حاضرین سے کافی ہو جاتا (جمع ص ۲۸۶) مگر یہ بات اس شخص کے لئے نہ ہوگی، جو ان کے ساتھ اوائل میں بوقت بسم اللہ پڑھنے کے موجود نہ تھا۔ کیونکہ تسمیہ سے مقصود یہ ہے کہ شیطان کھانا کھانے والے مسلمان کے ساتھ کھانے پر تمکن حاصل نہ کرے اور جب جماعت کے ساتھ کھانے کے وقت عند التسمیہ ایک انسان موجود نہ تھا، تو جماعت کے پہلے سے پڑھی ہوئی تسمیہ اس غیر حاضر انسان کے کھانے میں شیطان کے تمکن میں مانع بننے کے لئے مؤثر نہ ہوگی۔

(۱۸۲/۲) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ مُوْسیٰ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِیُّ عَنْ بُدَیْلِ الْعُقَیْلِیِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَکَلَ اَحَدُکُمْ فَنَسِیَ اَنْ یَّذْکُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی طَعَامِهٖ فَلْیَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ.

Marfat.com

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کی۔ ان کے پاس یہ روایت ابوداؤد نے بیان کی۔ اُن کے پاس ہشام دستوائی نے بدیل عقیلی کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن عمیر سے اخذ کی۔ انہوں نے اسے ام کلثوم سے اورانہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نقل کیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے، تو کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ کہہ لے۔

راویان حدیث (۴۲۴) ہشام الدستوائیؒ (۴۲۵) عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ اور (۴۲۶) ام کلثومؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

جب تسمیہ بھول جائے :

جب کھانا کھاتے وقت آدمی تسمیہ بھول جائے تو مسئلہ یہ ہے کہ دورانِ طعام جس وقت بھی یاد آئے اگرچہ آخری لقمہ ہی لے رہا ہو، ای نسی التسمیة حین الشروع فی الاکل ثم تذکرہ فی اثنائه یعنی ایک شخص کو شروع کھانے میں بسم اللہ کہنا بھول گیا اور پھر اسکو کھانے کے دوران یاد آیا (مواھب ۱۳۹) توبسم اللّٰه اوّله و آخره پڑھے، تو یہ اسی برکتِ تسمیہ کے لئے کفایت ہے۔ ابوداؤد میں روایت ہے کہ ایک شخص نے کھانا شروع کیا، مگر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا، حتی لم یبق من طعامه الالقمة، جب اس نے آخری لقمہ اٹھایا تو اس وقت اسے یاد آیا اور اس نے پڑھا بسم الله اوله و آخره تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرادیا، فضحک صلی اللّٰه علیه و سلم ثم قال مازال الشیطن یاکل معه فلما ذکر اسم اللّٰه استقاء ما فی بطنه۔ (پھر فرمایا کہ شیطان لگاتار اس کے ساتھ کھا رہا تھا جب اس نے بسم اللہ پڑھی تو شیطان کے پیٹ میں جو کچھ تھا قئی کر دیا) محشی مشکوٰۃ شریف نے مرقات کے حوالہ سے استقاء ما فی بطنه کے متعلق یہ لکھ دیا کہ المرادبه رد البرکة الذاهبة بترک التسمیة کانها کانت فی جوف الشیطان امانة فلما سمی رجعت الی الطعام۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۶۵) کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بسم اللہ کے چھوڑنے کی وجہ سے وہ گئی

Marfat.com

ہوئی برکت پھر واپس لوٹ آئی گویا کہ وہ شیطان کے پیٹ میں امانت تھی جب اس شخص نے بسم اللہ پڑھ لی تو وہ دوبارہ کھانے کو لوٹا دی گئی۔

اولہٗ واخرہٗ کا تلفظ :

ان کو بفتح اللام و الراء پڑھا جائے۔ یا تو یہ ترکیب میں منصوب بنزع الخافض (یعنی بحذف جار) ہیں۔ اور وہ لفظ فی ہے اصل عبارت ای فی اولہ و اخرہ یا پھر مفعول بہ فعل محذوف اکلت کا ہیں اور عبارت اس طرح ہوگی۔ ای اکلت اولہ و آخرہ مستعینا باللہ... الخ. (جمع ص ۲۸۸)

ایک اعتراض کا جواب :

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ اول و آخر کہنے سے وسط نکل جاتا ہے۔ (۱) کیونکہ اول و آخر کنایہ ہے تعمیم سے فالمعنی بسم اللہ علی جمیع اجزائہ (مواھب ۱۳۹) پس معنی یہ ہوگا کہ میں جمیع اوقات واجزاء میں اللہ کا نام لیکر کھاتا ہوں۔ اس کی مثال قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔ ولھم رزقھم فیھا بکرۃ و عشیا کہ اس میں بھی ذکر صبح وشام کا ہے۔ اور مراد تعمیم ہے لقولہ تعالیٰ اکھا دائم بوجہ اس فرمان خداوندی کہ جنت کے کھانے دائمی ہونگے۔

(۲) اور یہ بھی ممکن ہے کہ اولہ سے مراد نصف اول اور آخرہ سے مراد سے نصف ثانی لیا جائے۔ فلا واسطۃ تو درمیانی واسطہ نہ رہا (مواھب ۱۳۹)

(۱۸۳/۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ عِنْدَهٗ طَعَامٌ فَقَالَ اُدْنُ یَا بُنَیَّ فَسَمِّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَ کُلْ بِیَمِیْنِکَ وَ کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ.

ترجمہ! امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت ہمیں عبداللہ بن صباح ہاشمی بصری نے بیان

Marfat.com

کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اسے عبدالاعلیٰ نے معمر کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت ہشام بن عروۃ سے ان کے باپ کے واسطہ سے روایت کی اور انہوں نے عمر بن ابی سلمہؓ سے سماعت کی۔ عمر بن ابی سلمہؓ کہتے ہیں۔ کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹا قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔

راویان حدیث (۴۲۷) عبدالاعلیٰؒ اور (۴۲۸) عمر بن ابی سلمۃؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

کھانا کھانے کے تین آداب :

(۱) کھانا بسم اللہ سے شروع کرنا (۲) دائیں ہاتھ سے کھانا (۳) اپنے سامنے سے کھانا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ادن منّی یا بنّی : اے میرے پیارے بچے بصیغة التصغیر شفقة و اهتماماً بحاله (یعنی یا بُـنَـیَّ کا لفظ بصیغہ تصغیر لانا) شفقت اور اسکے حال کے اہتمام کے لیے ہے۔ (جمع ص ۲۸۸) اس میں بڑوں کو یہ ہدایت ہے کہ وہ چھوٹوں پر شفقت، محبت اور توجہ و عنایت رکھیں، خاص کر کھانے کے وقت میں لشدۃ الا ستحیاحینئذ (مناوی ص ۲۸۸) (کہ اسوقت کھانے میں وہ شرم وحیاء محسوس کرتے ہیں)

حضرت عمر بن ابوسلمۃؓ کہتے ہیں۔ کہ اس موقع پر حضور اقدسؐ نے مجھے کھانا کھانے کے تین آداب سکھلائے۔

کھانا شروع کرتے وقت بسملہ پڑھنا سنت ہے :

(۱) فسم اللّٰہ تعالیٰ، (بسم اللہ کہیں) یہ امر استحباب کے لیے ہے۔ اتفاقا واجماعا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ بھی سنت ہے کہ بسملہ اُونچی آواز سے پڑھی جائے، لیسمع من عندہ، (تاکہ جو اسکے پاس ہیں وہ بھی سن لیں) سنت تو لفظ بسم اللّٰہ سے حاصل ہو جائے گی۔ و الا فضل اکمالها (مناوی ص ۲۸۸) اور بہتر ہے کہ مکمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Marfat.com

پڑھے بعض حضرات نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ بسملہ کے بعد اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْمَا رَزَقْتَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (یہ دعا پڑھے) اے اللہ جو تو نے ہمیں عطا کیا ہے اسمیں برکت ڈال دے اور ہمیں عذاب جہنم سے بچایئے) کا اضافہ کرے۔ العبادی الشافعی کہتے ہیں کہ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ شروع کرنا اس اللہ کے نام سے کہ اسکے نام لینے کیوجہ سے کوئی چیز نقصان اور ضرر نہیں پہنچاتی) کا اضافہ بھی مستحب ہے۔ (مناوی ص ۲۸۸)

دائیں ہاتھ سے کھانے کی تاکید :

(۲) و کل بیمینک (اور دائیں ہاتھ کے ساتھ کھا) صرف کھانا ہی نہیں بلکہ عزت و شرف اور احترام و اکرام کے تمام کام دائیں ہاتھ سے کرنے چاہئیں۔ البتہ اگر عذر ہے اور دایاں ہاتھ استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے، تو پھر بائیں ہاتھ کے استعمال کی اجازت ہے۔ لفظ یمین، یمن، بمعنی "البركة" سے ماخوذ ہے۔ اس لیے دائیں ہاتھ کو اعمال شریفہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے اور اعمال خسیسہ کو بائیں ہاتھ کے ساتھ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اکل بالیمین (دائیں ہاتھ سے کھانے) سمیت تینوں امر ندب و استحباب کے لیے ہیں ۔ البتہ بعض علماء نے اکل بالیمین کے امر کو وجوب کے لیے لیا ہے، کیونکہ اکل بالشمال (بائیں ہاتھ سے کھانے) پر حدیث میں وعیدیں آئی ہیں۔ جیسے کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ایک قصہ نقل ہوا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو کھانا کھاتے دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ آپؐ نے اُسے فرمایا کُلْ بِیَمِیْنِکَ یعنی دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس شخص نے کہا لَا اَسْتَطِیْعُ (میں تو اسکے ساتھ کھانے کی طاقت نہیں رکھتا)۔

حضور اقدس ﷺ اس کے اس کورے اور گستاخانہ جواب پر ناراض ہوئے اور فرمایا لَا اِسْتَطَعْتَ (تیری طاقت نہ ہو) (اس کا ہاتھ شل ہو گیا) اور اس کے بعد پھر وہ دائیں ہاتھ سے کوئی چیز بھی اپنے منہ کے قریب نہ لے جاسکا، فلما لم یکن له فی ترک الا کل بالیمین عذر بل قصد المخالفة دعی علیه فشلت جبکہ اس شخص کا دائیں ہاتھ سے کھانے میں کوئی عذر نہ تھا بلکہ اس کا ارادہ آپؐ کی مخالفت کا ہی تھا اس لیے اُس پر بددعا کی اور اسکا ہاتھ شل ہو گیا۔) (مناوی ص ۲۸۹) اسی طرح طبرانی میں روایت ہے کہ حضور اقدس

Marfat.com

ﷺ نے سبیعۃ الاسلمیۃ کو دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہی ہے تو آپ نے بددعا دی، تو وہ طاعون کے مرض میں ہلاک ہوگئی۔ جمہور علماء ان روایات کو زجر وتوبیخ اور سیاست پر حمل کرتے ہیں (جیسے کہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں) فحملہ الجمهور علی الزجر والسیاسة. (جمع ص ۲۸۹)

ایک اور روایت میں ہے لا تاکلو ابالشمال فان الشیطان یا کل بالشمال رواہ ابن ماجة عن جابر (کہ آپؐ نے فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ کیونکہ شیطان بھی بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے ابن ماجہ نے یہ روایت حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے) ایک دوسری روایت میں اذا اکل احدکم فلیا کل بیمینه ولیشرب بیمینه ولیاخذ بیمینه ولیعط بیمینه فان الشیطان یاکل بشماله و یشرب بشماله و یعطی بشماله و یأ خذ بشماله والظاهر انه نهی عن التشبه بالشیطان فیفید الا ستحباب (جمع ص ۲۸۹) (آپؐ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور چاہیے کہ دائیں ہاتھ سے پیئے اور دائیں ہاتھ سے اٹھائے اور دائیں ہاتھ دے بیشک شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے اٹھاتا ہے اور بظاہر آپؐ کا مقصد شیطان ہی کیساتھ مشابہت کرنے سے روکنا ہے تو اس سے (ان کاموں کا دائیں ہاتھ سے کرنے کا استحباب معلوم ہوا)

اپنے سامنے سے کھانا:

(۳) وکل مما یلیک، اگر بہت سے افراد ایک جگہ کھا رہے ہوں اور برتن ایک ہو اور کھانا بھی ایک ہی نوعیت کا ہو، تو اپنے سامنے کھانا چاہیے۔ ثم الجمهور علی سنیة الا کل مما یلیه منفردا کان اولا لانّ الاکل من کل جانب حالة غیر ملائمة لتهذیب الطعام منبئی علی حرص صاحبه بل هوا کل الحیوانات و موجب لکر اهیّة اکل ما بقی من الطعام و سوء عشرة و ترک مو دّة مع صاحبه لتنفیر طبعه بذلک (پھر جمہور علماء کے نزدیک (ہر شخص کو) اپنے سامنے سے کھانا سنت ہے چاہئے کھانیوالا اکیلا ہو یا بہت ہوں۔ اس لیے کہ ہر طرف ہاتھ بڑھا کر کھانا ایک غیر مہذب عادت ہونے کیساتھ ساتھ کھانیوالے کے

Marfat.com

حریص ہونے کی علامت بھی ہے بلکہ یہ تو ایک قسم جانوروں کا کھانا ہوا نیز بچ جانے والا کھانا دوسروں کے لیے کراہت کا سبب اور اپنے ساتھ کھانے والوں کو طبعی نفرت اور قطع تعلق کا ذریعہ اور ایک قسم بدترین برتاؤ ہے) (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۶۳) اور اگر برتن میں مختلف اشیاء ہیں، تو پھر اپنی پسند کی چیز دوسری طرف سے بھی اٹھائی جاسکتی ہے۔ ابن ماجۃ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کان اذا اتی بطعام اکل مما یلیه و اذا اتی بالتمر جالت یده الشریفة فیه (جب حضورؐ کے پاس کوئی کھانا لایا جاتا تو آپؐ اپنے سامنے سے کھایا کرتے اور اگر کھجور (یا کوئی میوہ) لایا جاتا تو پھر ہاتھ مبارک کے ذریعہ ادھر ادھر سے بھی اٹھا لیا کرتے) (مناوی ص ۲۸۹) اسی طرح ترمذی کے ایک حدیث میں ہے فقال یا عکراش کل من حیث شئت فانها غیرلون واحد۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶۷) (آپؐ نے فرمایا اے عکراش جہاں سے مرضی ہو کھالے کیونکہ مختلف انواع کی چیزیں ہیں)

ایک اشکال سے جواب :

باقی رہا یہ اشکال کہ حضور ﷺ کدو کے قتلے برتن میں تلاش کرتے اور تناول فرماتے رہے، کان یتتبع الدباء من حوالی القصعة، جو اس روایت کے خلاف ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ دراصل نہی کی علت تقذر اور ایذاء رفقاء ہے اور حضور اقدس ﷺ کے اس اقدام میں وہ موجود نہیں و ذلک منتف فی حقه صلی اللّٰه علیه وسلم (جمع ص ۲۸۹) او المراد من التتبع بیمینه وشماله مما یلیه بعد فراغ مابین یدیه ولم یکن احد فی جانبیه وهذا اظهر . (یا حضور ﷺ کے دائیں بائیں تلاش کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپؐ اپنے سامنے کے کھانے سے فراغت کے بعد ایسا کیا کرتے درآنحال کہ آپؐ کے جانبین میں بھی کوئی شخص نہ ہوتا تھا اور یہی بات زیادہ واضح اور ظاہر ہے)

(۱۸۴/۴) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِي هَاشِمٍ عَنْ اِسْمٰعِيلَ بْنِ رِيَاحٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ

Marfat.com

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ کہتے کہ ہمیں اسے ابواحمد زبیری نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت سفیان ثوری نے ابو ہاشم کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت اسماعیل بن ریاح سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت ریاح بن عبیدہ سے صحابی رسول حضرت ابوسعید خدریؓ کے واسطہ سے سماعت کی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ وجب کھانے سے فارغ ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ (تمام تعریف اس ذاتِ پاک کے لیے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

راویان حدیث ((۴۲۹) اسماعیل بن ریاحؒ اور (۴۳۰) ریاح بن عبیدةؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

کھانے سے فارغ ہونے کی دعا:

الحمدللّٰہ الذی.....الخ مضمونِ حدیث تحت اللفظ ترجمہ میں واضح کردیا گیا ہے، جب کھانا کھالیا جائے، تو اس پر کھلانے والے رازق حقیقی کا شکر ادا کیا جائے اور اس تشکر و امتنان کے کلمات مبارک حضور اقدس ﷺ نے تعلیم فرمادیئے تاکہ منعم حقیقی کا شکر ادا ہو زیادہ نعمت کی طلب ہو، اداء شکر المنعم و طلب زیادة النعمة (جمع ص ۲۹۰) ارشاد باری تعالیٰ ہے، لئن شکرتم لازیدنکم، اگر تم میری شکر گزاری کروگے تو میں ضرور زیادہ عطا کروں گا) چونکہ اصل طعام تھا اور پانی اس کے ضمن میں تبعاً پیا جاتا ہے اسی لیے اولاً طعام کا ذکر کیا، پھر پانی کا ذکر کیا گیا، کھانے پینے سے جسم میں قوت استحکام اور قوام آتا ہے، لھذا اطعمنا و سقانا میں جسم کے قوام کا ذکر و شکر ہے اور وجعلنا مسلمین میں روح کے قوام کا شکر ہے، ای منقادین لجمیع امور الدین للجمع بین الحمد علی النعمة الدنیویة والاخرویة۔ (مواھب ص ۱۴۰) (ہمیں سارے دینی امور کی تابعداری کرنے والے بنادے جیسے کہ نعمت دنیوی واخروی پر حمد و شکر کی توفیق دیدی ہے)

Marfat.com

(۱۸۵/۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ یحییٰ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ثور بن یزید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے خالد بن معدان نے بیان کیا اور انہوں نے یہ حدیث صحابی رسول ﷺ کے سامنے حضرت ابوامامہؓ سے سماعت کی۔ حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے سے جب دستر خوان اٹھایا جاتا تو آپؐ یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرُ مُوَدِّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا (تمام تعریف حق تعالیٰ شانہ کے لیے منحصر ہے ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ایسی تعریف جو پاک ہے ریا وغیرہ اوصاف رذیلہ سے جو مبارک ہے ایسی حمد جو نہ چھوڑی جاسکتی ہے اور نہ اس سے استغناء کیا جاسکتا ہے (اے اللہ ہمارے کر کو قبول فرما)

راویان حدیث (۴۳۱) ثور بن یزیدؒ اور (۴۳۲) خالد بن معدانؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

لفظِ ''المائدۃ'' کا معنی وتشریح:

اذا رفعت المائدة .....الخ، دستر خوان کو کہتے ہیں، جس پر طعام چنا جائے، والمائدة تطلق على كل ما يوضع عليه الطعام (جمع ۲۹۰) یہ مادیمید سے مشتق ہے۔ اذا تحرک کبھی ذکر مائدہ کا ہوتا ہے اور مراد نفس طعام یا طعام کا بقیہ یا طعام کا برتن ہوتا ہے۔ يقول: یہ دعا پڑھے اور یہ بھی اونچی آواز سے، کیونکہ یہ بھی سنت ہے کہ جب کھانا کھا لے، تو اس وقت تک اونچی آواز سے دعا نہ پڑھے جب تک دوسرے شرکاء فارغ نہ ہو جائیں، کیلا یکون منعاً لهم (تاکہ دوسرے شرکاء کے کھانے سے رک جانے کا سبب نہ ہو۔(جمع ص ۲۹۰)

Marfat.com

دستر خوان اٹھائے جانے کے وقت کی دعا :

الحمد اللہ حمدًا کثیرًا....الخ ،جب دستر خوان اٹھالیا جائے تو حضور اقدس ﷺ یہ دعا پڑھتے الحمد للّٰہ : ای علی ذاتہ و صفاتہ و افعالہ التی من جملتھا الانعام بالاطعام ۔ (سب تعریفیں اللہ کے لیے یعنی اسکی ذات وصفات افعال کیوجہ سے جن میں سے ہمیں کھلانے کا انعام بھی ہے)(جمع ۲۹۰) حمداً : مفعول مطلق ہے باعتبار ذاتہ یا اس اعتبار سے کہ معنی فعل کو متضمن ہے یا فعل مقدر کے لیے مفعول مطلق ہے۔ کثیرا : یعنی اس کی حمد کی کوئی نہایت نہیں ہے۔جیسا کہ اس کی نعمتوں کی کوئی غایت نہیں ہے ۔طیباً : ریا، سمعہ اور ہر عیب سے پاک ،علامہ بیجوریؒ فرماتے ہیں، کونہ خالصاً من الریاء والسمعة والاوصاف التی لا تلیق بجنا بہ تعالیٰ۔(مواھب ص ۱۴۱)

غیر مودّ ع (بتشدید الدال المفتوحة) ای حال کونہ غیر متروک لنا بل نعود الیہ کرة بعد کرة او المکسورة ای حال کونی غیر تارک لہ فمؤدی الروایتین واحد و ھو دوام الحمد واستمرارہ (غیر مودع اگر بتشدید دال مفتوحہ ہے تو پھر معنی یہ ہوگا کہ اس حال میں کہ وہ نہیں چھوڑے گئے بلکہ ہم اس کی طرف بار بار رجوع کریں گے ۔اور اگر دال مکسورہ کیساتھ ہو تو پھر معنی یہ ہوگا اس حال میں کہ میں اسکو چھوڑنے والا نہیں ۔تو دونوں صورتوں کا حاصل اور خلاصہ ایک ہوا یعنی کہ حمد وثنا کا دوام واستمرار) (مواھب ص ۱۴۱) غیر مستغنی عنہ ای لا یستغنی عنہ احد (اتحافات ص ۲۳۹)(یعنی اس سے کوئی بھی مستغنی نہیں (سب اسکے محتاج ہیں))

ربنا : دراصل یا ربنا ہے منادی ہے،اس لیے منصوب پڑھا جاتا ہے۔ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں، ربنا : روی بالرفع والنصب والجر فالرفع علی تقدیر ھو ربنا او انت ربنا اسمع حمدنا و دعائنا او علی انہ مبتداء و خبرہ غیر مودع بالرفع مقدم علیہ والنصب علی انہ منادیٰ حذف منہ حرف النداء والجر علی انہ بدل من اللہ (جمع ص ۲۹۲) ربنا کے اعراب کے متعلق تین صورتیں ہیں رفع ۔نصب، جر پھر رفع یا تو اسلئے ہے کہ ترکیب میں خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی ھو ربنا یا انت ربنا ہوگا یعنی تو ہمارا رب ہے تو ہماری حمد وثناء اور دعا سن

Marfat.com

لے اور یا اس لیے مرفوع کہ ربنا ترکیب میں متبداء ہے اور اسکی خبر غیر مودع اس پر مقدم ہے اور اس کا نصب بنا پر منادی ہونے کے ہے اور حرف نداء محذوف ہے یعنی یا ربنا۔ اور جر کی صورت میں یہ لفظ اللہ سے ترکیب میں بدل واقع ہوگا۔

جب کسی دوسرے کے ہاں دعوت ہوتی :

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی کے گھر مین کھانا تناول فرماتے تو نہ اٹھتے جب تک ان کے لیے دعا نہ فرما لیتے۔ جناب حضرت عبداللہ بن سبرہؓ کے گھر میں یہ دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ (اے اللہ تو رزق میں برکت نازل فرما اور انکو بخش دیں اور رحمت سے نواز دیں) اور حضرت سعدؓ کے گھر میں یہ دعا پڑھی اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامُکُمُ الْاَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا اور تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا اور اللہ کے پاک فرشتوں کی دعائیں تم پر ہوں) اور ایک نوجوان (عمر وبن الحمق) نے حضور اقدس ﷺ کو دودھ پلایا، تو آپؐ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی، اللھم امتعہ بشبابہ (اے اللہ اسکو اپنی نوجوانی سے مستفید فرماویں) ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں، فمرت علیہ ثمانون سنۃ لم یر شعرۃ بیضاء (پس اسی سال عمر ہونے کے باوجود کوئی ایک بال سفید بھی نہ دیکھا) (جمع ص ۲۹۲) شیخ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سے یہ دعا بھی ثابت ہے، اللھم اطعمت و سقیت و اغنیت و اقنیت و ھدیت و احییت فلک الحمد علی ما اعطیت۔ (مواھب ص ۱۴۱) (اے اللہ تو نے کھلایا پلایا تو نے استغنا اور بے نیازی عطا کی اور تو نے ہدایت اور زندگی مرحمت فرمائی آپ نے جو کچھ عنایت فرمایا اس پر سب حمد و ثنا آپ ہی کے لیے ہے۔

اسی طرح حضور ﷺ ان لوگوں کے لیے جو مساکین کی مہمان نوازی کرتے، تعریف اور دعائیں کرتے۔ فقال مرۃ الا رجل یضیف ھذا رحمہ اللہ. (ایک بار آپؐ نے فرمایا کہ کوئی ہے ایسا شخص کہ اس کی مہمان نوازی کرے اس پر اللہ تعالی رحم فرمائے) اسی طرح حضور ﷺ نے ایک انصاری اور اس کی بیوی (جنہوں نے ایثار کر کے اپنا اور بچوں

Marfat.com

کا کھانا مہمان کو کھلایا) کی مدح میں فرمایا۔لقد عجب اللہ من صنیعکما اللیلۃ (اللہ تعالیٰ آپ دونوں سے آج کی رات کے عمل سے بہت خوش ہوئے) (زادالمعاد ج ۲ ص

۲۵) جب حضور اقدس ﷺ اجتماعی طور پر اپنے رفقاء کے ساتھ کھانا کھاتے، تو آپؐ سب سے آخر میں فارغ ہوتے لکی لا یخجل الجلیس وعسیٰ ان یکون لہ فی الطعام حاجۃ۔ (تاکہ کھانے والے ساتھیوں میں سے کوئی شرمندہ نہ ہو جائے کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس کو ابھی کھانے کی ضرورت باقی ہو۔ (اتحافات ص ۲۴۰)

(۱۸۶/۶) حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ اَبَانٍ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ ھِشَامِ الدَّسْتَوَائِیْ عَنْ بُدَیْلِ بْنِ مَیْسَرَۃَ الْعُقَیْلِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ الطَّعَامَ فِیْ سِتَّۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَجَآءَ اَعْرَابِیٌّ فَاَکَلَہٗ بِلُقْمَتَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ سَمّٰی لَکَفَاکُمْ۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو بکر محمد بن ابان نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے وکیع نے ہشام دستوائی کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت بدیل بن میسرۃ عقیلی سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت ام کلثوم سے ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے ذریعہ سے نقل کی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک بدوی آیا اس نے دو لقموں میں سب کو نمٹایا۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا سب کو کافی ہو جاتا۔

راوی حدیث (۴۳۳) ابو بکر محمد بن ابانؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

عدم تسمیۃ کی وجہ سے کثیر طعام میں بے برکتی:

فجاء اعرابی فاکلہ بلقمتین !بسم اللہ کی برکت کا بیان ہے۔ تفصیلی قصہ تحت اللفظ ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اعرابی : نسبۃ الی الاعراب وھم سکان البوادی سواء

Marfat.com

کانوا من العرب او من غیرھم (اعرابی کا معنی بتلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جنگلوں اور دیہاتوں میں رہنے والوں کو کہا جاتا ہے چاہے وہ عرب ہوں یا غیر عرب۔ (مواھب ص ۱۴۱) اعرابی آتے ہی کھانے پر ٹوٹ پڑا ابھی دو بڑے بڑے لقمے ہی لیئے تھے کہ کھانا ختم ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا لو سمّٰی لکفاکم ، اگر یہ نو وارد بسملة پڑھ لیتا تو کھانا سب کے لیے کافی ہوتا۔ ای الطعام ببرکة التسمیة (جمع ص ۲۹۲) فی ستة من اصحابه میں کثرت طعام کو اشارہ ہے، یعنی کثرت طعام کے باوصف اس شخص کے ترک تسمیة کی وجہ سے شیطان شریک طعام ہو گیا اور بے برکتی ہو گئی۔ وفی ھذا کمال المبالغة فی زجر تارک التسمیة علی الطعام لان ترکھا یمحقه (اور اس میں کھانے کے وقت بسم اللہ چھوڑنے والے پر مکمل ڈانٹ وار دھوئی کیونکہ تسمیہ کا چھوڑ دینا بے برکتی کا سبب ہوا) (مواھب ص ۱۴۲)

(۱۹۷/۷) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَّ مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا ابْنِ اَبِىْ زَائِدَةَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاكُلَ الْاُكْلَةَ اَوْيَشْرَبَ الشُّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ہناد اور محمود بن غیلان نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو اُسامہ نے زکریا بن ابی زائدہ کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت سعید بن ابی بردہ سے روایت کی اور انہوں اسے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا تھا حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جل جلالہٗ عم نوالہٗ بندہ کی اس بات پر بہت ہی رضامندی ظاہر فرماتے ہیں کہ ایک لقمہ کھانا کھاوے یا ایک گھونٹ پانی پیوے اور حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر شکر ادا کرے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ لَا اُحْصِىْ ثَنَاءً عَلَيْكَ. (اے اللہ حمد وثناء اور شکر آپ ہی ذات اقدس کا ہے میں تو آپکی تعریف وثناء کا حق ادا کرنے سے عاجز ہوں)

راویان حدیث (۴۳۴) ابو اسامۃؒ (۴۳۵) زکریا بن ابی زائدۃؒ اور (۴۳۶) سعید بن

Marfat.com

ابی بردہؓ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظ حدیث کی تشریح :

لیرضی عن العبد: ای یشنیه و یرحمه، الأکلة، اگر ضم ہمزہ کے ساتھ پڑھیں تو مراد لقمہ ہے اور بفتحها المرة (مواہب ص۱۴۲) او: کلمة او للتنوع ولیست للشک (لفظ او یہاں تنوع اور تقسیم کے لیے ہے نہ کہ شک کے لیے۔ (مواہب ص۱۴۲)

کھانے کے بعد ترغیب حمد وشکر :

مقصد ترغیب حمد وشکر ہے کہ مسلمان جب کھانا کھائے یا پانی پیئے، حمد وشکر کرے، چاہے وہ ایک لقمہ ہو یا ایک گھونٹ، مادہ حمد سے ماخوذ، جو کلمہ بھی ادا کیا جائے، سنت حمد وشکر ادا ہو جائے گی۔ البتہ جو کلمات حمد وشکر اس سے قبل آپؐ نے تعلیم فرمادیئے ہیں، فهو بیان للا کمل (تو یہ کامل ترین الفاظ حمد وشکر کا بیان ہے)۔ (مواہب ص۱۴۲)

خلاصۂ باب:

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ ! خلاصۂ باب میں تحریر فرماتے ہیں کہ وکان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یکره الحار من الا طعمة والاشربة، و یوصی غیره، فان فیه البرکة، وروی ابو نعیم ان النبی ﷺ کان ینهی عن النوم عقب الا کل، وقال انه یقسی القلب ولذا نصح الا طباء بالمشی بعد العشاء، ومن هنا نعلم ان الاسلام یتمشی مع قواعد الصحة والعافیة علی أتم وفاق (اتحافات ص۲۴۱) (اور نبی کریم ﷺ کھانے پینے کی گرم چیزوں کو ناپسند فرمایا کرتے اور انکے علاوہ کے کھانے کی تاکید فرماتے کیونکہ ان میں برکت ہوتی ہے۔ ابونعیم کی روایت ہے کہ آپؐ کھانا کھانے کے بعد سونے سے منع فرمایا کرتے اور کہا کہ یہ دل کو سخت کر دیتا ہے۔ اس لیے تو طبیب اور ڈاکٹر حضرات رات کے کھانے کے بعد چہل قدمی کی تاکید کرتے ہیں انہی روایات وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے صحت وعافیت کے اصول کو مکمل طور پر ملحوظ رکھا ہوا ہے۔ (اے اللہ سارے حمد وثنا

Marfat.com

تو آپ ہی کے ذات کے لائق ہیں میں انکے بیان کرنے سے قاصر ہوں) اللھم لک الحمد و لک الشکر لا احصی ثناء علیک .

تکملة :

(۱) شیخ ابراھیم بیجوریؒ فرماتے ہیں :

و لیسنّ تقدیم الصبیان علی المشائخ فی الغسل قبل الطعام لان ایدی الصبیان اقرب الی الوسخ وقدیفقد الماء لو قدم المشائخ وامّا بعد الطعام فبا لعکس اکراما للشیوخ وھذا کلہ فی غیر صاحب الطعام امّا ھو فیتقدم بالغسل قبل الطعام ویتأخر بعدہ............ویسنّ تنشیف الیدین من الغسل بعد الطعام لا قبلہ لانہ ربما کان بالمندیل وسخ یعلق بالید ولا ن بقاء اثر الماء یمنع شدۃ التصاق اللھنیۃ بالیدین.

اور سنت ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھولینے میں بچوں کو بڑوں پر مقدم کیا جائے اس لئے کہ لڑکوں کے ہاتھ عام طور پر میلے کچیلے ہوتے ہیں اور اگر مشائخ کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں تو بسا اوقات پانی ختم ہو جاتا ہے (تو پھر لڑکے انہی میلے کچیلے ہاتھوں کیساتھ شریک طعام ہونگے) البتہ کھانا کھالینے کے بعد بزرگوں کے ہاتھ بچوں سے پہلے احتراما دھلائے جائیں واضح ہو کہ یہ گذشتہ حکم صاحب طعام کے علاوہ لوگوں کے لئے تھا اور صاحب طعام کے لئے یہ ہے کہ وہ کھانے سے پہلے تو ہاتھ دھونے میں پہل کریگا لیکن کھانے کے بعد کی صورت میں ہاتھ دھونے میں تاخیر کرے نیز کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر پونچھنا سنت ہے نہ کہ کھانے سے پہلے اس لئے کہ اگر کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے تو ہوسکتا ہے کہ تولیہ وغیرہ میں کچھ میل ہو تو وہ ہاتھوں میں لگ جائیگی اور اس لئے بھی کہ دھلے ہوئے ہاتھوں میں پانی کی بقیہ تری چکناہٹ کو ہاتھوں پر چپکنے سے مانع ہوگی۔

(مواھب ص ۱۳۸)

(۲) علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ :

وکان (صلی اللہ علیہ وسلم) لا یانف من مواکلۃ احد صغیرا کان او کبیرا حرا

كان او عبدا اعرابيا او مهاجرا، حتى لقد روى اهل السنن عنه انه اخذ بيد مجذوم فوضعها معه فی القصعة فقال كل باسم اللّٰه ثقة عليه وتوكلا عليه.

(زاد المعاد ج ۲ ص ۲۵)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ کسی دوسرے کو کھلانے میں ناپسندی کا اظہار نہ فرماتے تھے چاہے وہ کھانے میں شریک ہونے والا چھوٹا لڑکا ہوتا یا بڑا آزاد ہوتا یا غلام اعرابی ہوتا یا مہاجر۔ اتنے حد تک کہ اصحاب سنن نے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہوئے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھانے کے کاسہ میں رکھتے ہوئے کہا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھایئے۔

==========================

Marfat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ قَدَحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب :حضورِ اقدس ﷺ کے پیالے کے بارے میں

قدح : قاف اور دال کے فتح کے ساتھ، ایسا برتن جس میں کوئی چیز پی جائے، هو ما يشرب فيه (مناوی ص ۲۹۳) ابن اثیر کہتے ہیں کہ یہ درمیانی حجم کا پیالہ ہوا کرتا تھا، هو اناء بين اناء ين لا صغير ولا كبير ،اس کی جمع اقداح آتی ہے، جیسے سبب کی جمع اسباب آتی ہے اور قدح: دال کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جائے تو مراد تیر ہے اور قدح جب دال کے سکون کے ساتھ پڑھا جائے، تو مراد زخم لگانا اور چھیلنا ہوتا ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ لکھتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد پیالے اور ان کے مختلف نام تھے

(۱) الريان (۲) مغيثاً (۳) وقدح مضبب بسلسلة من فضة فی ثلاثة مواضع وآخر من زجاج و آخر من عيدان بفتح العين، والعيدانة النخلة السحوق (ریان، مغیث اور ایک ایسا پیالہ بھی جس پر تین جگہ چاندی کے پترے یا تار وغیرہ لگے ہوئے تھے اور ایک پیالہ شیشے کا بھی ایک اور کھجور سے لفظ عیدان (عین کے فتح کیساتھ) یہ عیدانة کی جمع ہے اور اس کا معنی کھجور کا لمبا درخت)۔ (اتحافات ص ۲۴۲) اس باب میں مصنفؒ نے دو احادیث ذکر کی ہیں۔

(۱۸۸/۱) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ طَهْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ اَخْرَجَ اِلَيْنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيْظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيْدٍ فَقَالَ يَا ثَابِتُ هٰذَا قَدَحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت حسین بن اسود بغدادی نے بیان کی۔ وہ

کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عمرو بن محمد نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عیسیٰ بن طہمان نے ثابت کے واسطہ سے بیان کی۔ حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے، نکال کر دکھلایا اور فرمایا کہ اے ثابت! یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

راویان حدیث (۴۳۷) الحسین بن الاسود البغدادیؒ اور (۴۳۸) عمرو بن محمدؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

قدح خشب ، یہ اضافت بیانیہ ہے یا بمعنی من کے ہے، ای قدح من خشب لکڑی کا پیالہ (مواھب ص۱۴۲) مضبباً کہتے ہیں باب مضبب جب وہ ضببات (لوہے یا پتیل کی چوڑی پتریوں) کے ساتھ باندھ لیا جائے۔ ضبۃ! لوہے کی چوڑی پتری کو کہتے ہیں، جو دروازہ بند کرنے کے لئے اندر کی طرف سے لگائی جاتی ہے۔ اس کی جمع ضبات آتی ہے۔ کحبۃ وحبات (مناوی ص۲۹۴) مضبب کا معنی ہے کہ لوہے کی پتری لگی ہوئی ہو، تضبیب سے اسم مفعول ہے، اگر یہ پتری لکڑی کی ہو، تو اسے اصاد کہتے ہیں' اسی سے مؤصدۃ بمعنی بند شدہ کے آیا ہے ظاہر ہے کہ آپؐ کا پیالہ مبارک پھٹ گیا ہوگا، جسے بعد میں پتری لگادی گئی ہوگی۔ حدیث سے متبادر یہی ہے یہ تضبیب (پتری لگانے کا عمل خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا ہوگا۔ اور یہ کہنا کہ تضبیب کا عمل پیالے کی حفاظت کے لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے، غیرُ مرضی ناپسندیدہ قول ہے۔ (مواھب ص ۱۴۲) لیکن علامہ ملا علی قاریؒ نے دونوں قول احتمالی طور پر نقل کر کے تطبیق کی صورت بھی بیان کردی۔ فرماتے ہیں، فیحتمل ان الواصل هو النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم او انس وکلام العسقلانی یمیل الیٰ الاول حیث قال هو الظاهر .... ثم قال و یحتمل ان یکون الواصل انسا ویؤیده ماروٰه البیهقی عن انس و لفظه فجعلت.... الخ، والظاهر ان یحمل قوله فاتخذ علی انه امر بالاتخاذ علی الاسناد المجازی و یحمل قوله فجعلت علی الاسناد الحقیقی فاتفق الروایتان ۔ (الجمع ص۲۹۴) پس یہ احتمال بھی ہے کہ اس کو جوڑنے

Marfat.com

اور ٹانکا لگانے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا انسؓ اور علامہ عسقلانیؒ کا رجحان پہلے قول کی طرف ہے کیونکہ اس نے کہا کہ یہی بات ظاہر اور واضح ہے۔۔۔۔ پھر کہا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ جوڑنے والا حضرت انسؓ ہو اور اس کی تائید بیہقی کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت انسؓ سے ہے کہ فجعلت مکان الشعب سلسلة (کہ میں نے اس کے پھٹن کی جگہ پتری لگائی) لیکن زیادہ واضح تو یہ ہے کہ فاتخذ مکان الشعب الخ کو اسناد مجازی پر حمل کیا جائے (یعنی آپؐ نے اس ٹوٹے پن (چیر) کے بنانے کا حکم فرمایا) اور حضرت انسؓ کے قول فجعلت الخ کو اسناد حقیقی (کہ میں نے جوڑا) پر محمول کیا جائے تو دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جائیگی۔

کمال تواضع اور ترکِ تکلف :

فقال یا ثابت هذا قدح رسول الله صلی الله علیه وسلم : دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پتریوں لگا پیالہ دکھایا جارہا ہے، جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور رغبت کے ساتھ استعمال فرمایا تھا، وفیه دلیل علی کمال تواضعه وترک تکلفه وجاء فی روایة عن انس انه قال لقد سقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم من هذا القدح اکثر من کذا و کذا۔ (جمع ص ۲۹۴) اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک تکلف اور کمال تواضع کی دلیل ہے اور ایک روایت میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ آپؓ فرمایا کرتے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالے سے اتنے اتنے بار سے بھی زیادہ پلایا ہے۔

نافع اشیاء کی حفاظت واصلاح مستحب ہے :

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نافع چیز کی حفاظت اور ممکن اصلاح واستعمال مستحب ہے اور اس کو ضائع کرنا مکروہ ہے۔ واشتری هذا القدح من میراث النضر بن انس بثمانمائة الف درهم اور نضر بن انسؓ کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم پر خریدا گیا۔ امام بخاریؒ سے روایت ہے کہ میں نے یہ پیالہ بصرہ میں دیکھا ہے اور اس سے پانی

Marfat.com

بھی پیا ہے کان مضبباً بفضة یعنی اس پر چاندی کی پتریاں لگی ہوئی تھیں، جبکہ اس روایت میں مضبباً بحدید کی تصریح ہے ویمکن الجمع بانه کان مضبباً بکل من الفضة والحدید۔ اوران کی تطبیق بایں صورت بھی ممکن ہے کہ چاندی اورلوہے ہر دونوں کی پتریاں لگائی گئی ہوں۔

(۱۸۹/۲) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحمٰنِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ الْمَاءَ وَالنَّبِيْذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عاصم بن عاصم نے بیان کی۔ اُن کو یہ روایت حماد بن سلمہ سے ملی۔ انہوں نے یہ روایت حمید اور ثابت دونوں کے واسطہ سے حضرت انس بن مالکؓ سے سنی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ سے پینے کی سب انواع پانی، نبیذ، شہد، دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی والہیت :

لقد سقیت رسول الله صلی الله علیه وسلم بهذا القدح......الخ، مضمونِ حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ سے واضح ہوگیا ہے بھذا القدح میں کتنا پیار، کتنی محبت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہیت ظاہر ہو رہی ہے۔

حضرت انسؓ کو اس بات پر کتنا فخر و امتیاز اور ناز ہے کہ یہ وہ پیالہ ہے جس میں آپؐ کو ہر چیز پلایا کرتا تھا، اپنے نصیب وسعادت پر انہیں مسرت ہے کہ مجھے آپؐ کی خدمت کا نادر سے نادر موقع نصیب ہوتا رہا۔

پیالے کی ساخت :

القدح سے مراد وہی پیالہ ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے۔ هو قدح الخشب الغلیظ المضبب

Marfat.com

بالحدید موٹی لکڑی کا ایسا پیالہ جس پر لوہے کی پتریاں لگائی گئی ہوں۔(مواھب ص ۱۴۳)
و قد ثبت فی الصحیح ان قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی کان عند انس قدح جید عریض ای طولہ اکثر من عرضہ اتخذ من النضار و ھو العود الخالص ، وقیل انہ کان من النبع وقیل انہ کان من الاثل اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پیالہ جو حضرت انسؓ کے پاس تھا ایک اچھا مضبوط چوڑا پیالہ تھا یعنی اس کی لمبائی چوڑائی سے زیادہ تھی اور وہ خالص عمدہ لکڑی سے بنا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نبع (ایک قسم کی لکڑی جس سے تیر و کمان بنائے جاتے تھے) سے بنایا گیا تھا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ جھاؤ (کھگل) کی لکڑی کا تھا۔(اتحافات ص ۲۴۳)

الشراب کلہ : پیئے جانے والی تمام اشیاء، چار اشیاء کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ الماء والنبیذ، و العسل، واللبن پانی۔ نبیذ۔ شہد اور دودھ کا یہ اشیاء اربعہ، بدل مفصل من مجمل ہے یا بدل بعض من الکل ہے۔ اھتماماً بشأنھا لکونھا أشھر الانواع ان چار چیزوں کی اہتمام شان کے لئے کیونکہ یہ پئے جانے والی اشیاء میں مشہور ترین قسمیں ہیں۔(مواھب ص ۱۴۳) نبیذ: کا معنیٰ کھجور، کشمش یا خوبانی کو پانی میں بھگو دیا جائے۔ جب اس کا اثر اچھی طرح پانی میں آجائے، تو وہ پانی نبیذ کہلاتا ہے۔ ھو ماء یجعل فیہ تمرات لیحلو (اتحافات ص ۲۴۳) آپؐ کے لئے بھی رات کے وقت کھجوریں بھگو دی جاتی تھیں، جسے آپؐ صبح کے وقت نوشِ جان فرمالیا کرتے تھے۔ اور آنے والی رات کو بھی اور کل آئندہ عصر تک پھر اگر اس میں سے کچھ بچ جاتی تو اپنے خادم کو پلا دیتے اگر اس سے نشہ ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تھا ورنہ اس کے بہا دینے کا حکم فرما دیتے اور آپؐ کو اس کے پینے سے زیادتی قوت کا عظیم نفع ہوتا تھا علامہ بیجوریؒ اس کو اس عبارت میں بیان کرتے ہیں۔ وکان ینبذلہ صلی اللہ علیہ وسلم اول اللیل ویشرب منہ اذا اصبح یومہ ذلک ولیلۃ التی تجئی والغدالی العصر فان بقی منہ شئی سقاہ الخادم ان لم یخف منہ اسکار اوالا امر بصبہ، وھو لہ نفع عظیم فی زیادۃ القوۃ۔(مواھب ص ۱۴۳)

Marfat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ صِفَةِ فَاكِهَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضور اقدس ﷺ کے پھل تناول فرمانے کے بیان میں

فاکھة، میوہ اور پھل کو کہتے ہیں۔ تر ہو یا خشک ہر قسم کا پھل جس کو کھا کر لذت حاصل کی جائے اور اس سے غذا و دوا مقصود نہ ہو، خواہ روٹی کے بعد ہو یا کسی بھی وقت، اور چاہے وہ تر (میوہ) ہو یا خشک جیسے انجیر، خربوزہ، کشمش، انگور یا اس جیسے دوسرے میوہ جات، صاحب اتحافات لکھتے ہیں: ما یتفکہ بہ بعد الطعام او فی ای وقت رطبًا کان او یا بسا کتین و بطیخ و زبیب و عنب و ما اشبہ ذلک . (اتحافات ص ۲۴۴) اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قسم کے پھل کھانے کا بیان ہے۔ حضرات صحابہؓ کرامؓ جب سب سے پہلا پھل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تو آپؐ ان کے لئے دعائے برکت فرماتے۔

''نخل'' اور ''رمان'' کا حکم:

بعض حضرات نے یہاں یہ بحث بھی چھیڑ دی ہے کہ نخل اور رمان، فواکہ میں داخل ہیں یا نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ دونوں فواکہ میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ امام اعظمؒ کے زمانہ میں یہ دونوں غذا اور دوا کے طور پر استعمال ہوتے تھے قرآن مجید میں بھی فیھما فاکھة ونخل ورمان آیا ہے، عطف تغایر کا متقاضی ہے۔

لہٰذا ان دونوں کو فواکہ سے متغایر ہونا چاہیے۔ جیسے صاحب اتحافات یہی لکھتے ہیں۔ وقیل ان التمر والرمان لیسا من الفاکھة لقولہ تعالیٰ فیھما فاکھة و نخل ورمان والاصل فی العطف المغایرة۔ (اتحافات ص ۲۴۴)

Marfat.com

حضرات صاحبینؒ نے جب دیکھا کہ اب لوگ انہیں تغذّی اور تداوی کے طور پر نہیں بلکہ تـفـکـہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اس لئے انہوں نے اسے فواکہ قرار دیا، وذهب الراغب الى ان الفاكهة هى الثمار كلها اور امام راغبؒ کا رجحان اسطرف ہے کہ فـاكـهة سب میوہ جات کو شامل ہے (اتحافات ص ۲۴۴) شارحینِ حدیثؒ نے قطعی فیصلہ یہ کیا ہے کہ تفکہ یا تغذی کا دار ومدار عرف پر ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں سات روایات نقل کی ہیں۔

(۱/۱۹۰) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُوْسٰی الْفَزَارِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ۔

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت اسمٰعیل بن موسیٰ فزاری نے بیان کی۔ اُن کے پاس یہ روایت ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبداللہ بن جعفرؓ سے سنی۔ عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

راوی حدیث (۴۳۹) اسماعیل بن موسیٰ الغزالیؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

ککڑی اور کھجور کا یکجا استعمال :

یاکل القثاء بالرطب ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ ککڑی ٹھنڈی (بارد) سبزی ہے اور کھجور (حار) گرم میوہ ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے دونوں کو ملا کر کھانا اعتدال ہے۔ جس کی وجہ سے نقصان نہیں ہوتا۔ نیز ککڑی پھیکی اور کھجور میٹھی ہوتی ہے، دونوں کو یکجا کھانے سے ذائقہ میں اعتدال پیدا ہوتا ہے اور ککڑی میں بھی مٹھاس آجاتا ہے۔

و فی الصحیح انه کان یاکل الرطب بالقثاء والفرق بینهما ان المقدم اصل

Marfat.com

فی الماکول کالخبز والمؤخر کالادام ، وقد اخرج الطبرانی بسند ضعیف ان عبدالله بن جعفر قال رأیت فی یمین النبی صلی الله علیه وسلم قثاء وفی شماله رطبا وهو یاکل من ذامرة ومن ذامرة وهو محمول علی تبدیل ما فی یدیه لئلا یلزم الاکل بالشمال اور صحیح میں ہے کہ آپ تر کھجور کو ککڑی کے ساتھ کھایا کرتے تھے یعنی مندرجہ بالا روایت کے عکس اور دراصل انکے درمیان فرق یہی ہے کہ جس کا ذکر پہلے ہو تو وہی ماکول ہونے میں اصل ہوتی ہے جیسے روٹی اور جو مؤخر ہو وہ بمنزلہ ادام اور سالن کے ہے امام طبرانیؒ نے ایک سند ضعیف سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں ککڑی اور بائیں ہاتھ میں تر کھجور دیکھی اور آپ کبھی اس سے کھاتے اور کبھی اس سے اور اس کا محمل یہی ہوگا کہ آپ کے ہاتھوں میں جو چیزیں تھی اسے تبدیل فرما کر کھا رہے تھے اور یہ اس لئے تاکہ آپ کا بائیں ہاتھ سے کھانا لازم نہ آجائے۔ (جمع ص ۲۹۶) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہ یک وقت متعدد اشیاء کا کھانا زہد وتقوی کے خلاف نہیں ہے...... قال النوویؒ فیه جواز اکل الطعامین معا والتوسع فی الاطعمةولا خلاف بین العلماء فی جوازه۔ (جمع ص ۲۹۶)

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مختلف کھانوں، اطعمہ اثمار اور ماکولات کی صفات اور طبائع کو ملحوظ رکھ کر استعمال کرنا جائز ہے، جو طبی قواعد میں چلتا ہے۔ لان فی الرطب حرارة وفی القثاء برودة فاذا اکلا معاً اعتدلا وهذا اصل کبیر فی المرکبات من الادویة (جمع ص ۲۹۶) اس لئے کہ تر کھجور گرم ہے اور ککڑی ٹھنڈی اور جب دونوں اکٹھے کھائے جائیں تو پھر دونوں میں اعتدالی کیفیت ہو جائیگی۔ اور یہی مرکب دوائیوں کے بنانے کا بنیادی قانون اور اصل ہے۔

(۲/ ۱۹۱) حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِیُّ الْبَصْرِیُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبدۃ بن عبداللہ خزاعی بصری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے معاویہ بن ہشام نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت سفیان سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت ہشام بن عروۃ سے ان کے باپ کے حوالہ سے نقل کی اور وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجوروں کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

تربوز اور کھجور کا یکجا استعمال :

کان یاکل البطیخ بالرطب ،حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجور کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ بطیخ کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے خربوزہ اور بعض نے تربوز قرار دیا ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا صحیح معنیٰ تربوز ہے، کیونکہ تربوز سرد ہے اور کھجور کی گرمی کو معتدل کر دیتا ہے چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی کی روایت میں تصریح ہے کہ جب آپؐ تربوز کے ساتھ تازہ کھجوریں تناول فرماتے تو ارشاد فرماتے ،ویقول یدفع حرھذا برد ھذا و برد ھذا حر ھذا ۔(جمع ص۲۹۶) کہ اس کی (کھجور کی) گرمی اس (تربوز کی) ٹھنڈک کو دور کر دیتی ہے اور اس (تربوز کی) ٹھنڈک اس کی (کھجور کی) گرمی کو دور کر دیتی ہے۔

(۱۹۲/۳) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدًا يَقُوْلُ اَوْ قَالَ حَدَّثَنِىْ حُمَيْدًا قَالَ وَهْبٌ وَكَانَ صَدِيْقاً لَهُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخِرْبِزِ وَالرُّطَبِ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابراہیم بن یعقوب نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے وہب بن جریر نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں میرے باپ نے

Marfat.com

بیان کیا' وہ کہتے ہیں کہ میں نے حمید کو یہ کہتے ہوئے سنایا اس نے کہا کہ روایت حمید نے میرے سامنے بیان کی' کہتے ہیں کہ وہب حمید کا دوست تھا۔ انہوں نے یہ روایت حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور کھجورا کھٹے کھاتے ہوئے دیکھا۔

خربوزہ اور کھجور :

یجمع بین الخربز والرطب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خربوزہ اور تازہ کھجوریں یکجا تناول فرماتے تھے۔ دونوں کو ملا کر کھانے میں ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خربوزہ پھیکا ہو، کھجور سے اس کے مزے میں مٹھاس اور اعتدال پیدا کر دیا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ برودت خربوزہ میں بھی من وجہٍ ہوتی ہے۔ اگرچہ پائیدار نہ ہو، فان فیه برودة یعدلها الرطب کہ خربوزہ میں ٹھنڈک ہے اس کو کھجور معتدل بنا دیتی ہے (جمع ص ۲۹۷) لفظِ خربز (بکسرتین) اور خربز (بفتحتین) فارسی سے معرب ہے۔

فارسی میں اسے خرپزہ اور خربزہ کہتے ہیں، ای کان الرسول صلی الله علیه وسلم یأکل الخربز ویأتدم بالرطب۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خربوزہ کھاتے اور اس کا ادام کھجور کو بنا لیتے۔ (اتحافات ص ۲۴۶)

(۴/ ۱۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِالْعَزِیْزِ الرَّمْلِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یَزِیْدَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکَلَ الْبِطِّیْخَ بِالرُّطَبِ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت محمد بن یحییٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے محمد بن عبدالعزیز رملی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عبداللہ بن یزید بن صلت نے محمد بن اسحٰق کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت یزید بن رومان سے انہوں نے عروۃ سے روایت کی۔ عروۃ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

راویان حدیث (۴۴۰) محمد بن عبدالعزیز (۴۴۱) عبداللہ بن یزید بن الصلت اور (۴۴۲) یزید بن رومان کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں

غذا میں اعتدال اور اصلاحِ ضرر کا اہتمام :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل البطیخ بالرطب. اس حدیث کی تشریح وہی ہے، جو اس سے قبل کی حدیث میں عرض کر دی ہے۔ شیخ عبدالرؤف، علامہ ابن قیم کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں، وقد علم من ھذا الخبر وما قبله من احادیث الباب والذی قبله انه صلی اللہ علیه وسلم کان یعدل الغذاء ویدبره فکان لا یجمع بین حارین ولا باردین ولا لزجین ولا قابضین ولا مسهلین ولا غلیظین ولا بین لبن وسمک ولا بین لبن وحامض ولا بین مستحیلین الی خلط واحد ولا بین مختلفین کقابض ومسهل وسریع الهضم و بطینه ولا بین شوی وبطیخ ولا بین طری وقدید ولا بین لبن وبیض ولا بین لحم و لبن ولم یأکل طعاماً قط فی وقت شدة حرارته ولا طبیخا بائتاً یسخن له بالغدو لا شیأ من الاطعمة العفنة والمالحه فان ذلک کله ضار مولد للخروج عن الصحة و کان یصلح ضرر بعض الاغذیة ببعض اذا وجد الیه سبیلا ولم یشرب علی طعامه لئلا یفسد ذکره ابن القیم. (مناوی ص ۲۹۸)

اس حدیث اور اس باب کی دوسری احادیث جو اس سے پہلے گذر چکی ہیں بلکہ اس باب سے پہلے باب کی احادیث سے یہی کچھ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غذاء کو ہر طرح معتدل بنانے پر توجہ دیا کرتے تھے چنانچہ آپ نہ تو دو گرم چیزوں کو اکٹھا کھاتے اور نہ دو ٹھنڈی کو اسی طرح نہ دو لیسدار چیزوں کو اور نہ ہی دو قابض اور نہ ہی دو مسہل چیزوں کو یکجا استعمال کرتے اور نیز نہ دو گاڑھی چیزوں کے درمیان اجتماع کرتے نہ ہی دودھ اور مچھلی کو اکٹھا کھاتے اور نہ دودھ اور کسی کھٹی اشیاء کو اکٹھے استعمال میں لاتے اور نہ ایسی دو چیزیں جنکی تحلیل اخلاط میں سے کسی ایک خلط کی طرف ہو اور نہ دو مختلف چیزیں کہ ایک قابض اور

Marfat.com

دوسری مسہل ہو زود ہضم اور دوسری دیر ہضم ہو کو بیک وقت استعمال میں لاتے اور نہ بھنے ہوئے گوشت اور خربوزہ کے درمیان یا تازہ اور باسی کا اجتماع فرماتے اسی طرح دودھ اور انڈے اور گوشت اور دودھ بھی اکٹھے نہ کھاتے آپؐ نے کبھی سخت گرم کھانا نہیں کھایا اور نہ رات کا پکا ہوا دن کو گرم کیا جاتا اور نہ کوئی متعفن اور کھٹی غذائیں استعمال میں لاتے حاصل یہ کہ کھانے کی مذکورہ اشیاء انسانی صحت کے لئے مضر اور نقصان کا باعث بنتے ہیں آپؐ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ بعض غذاؤں کے ضرر اور نقصان کو بعض دوسری غذائی اشیاء کو ملا کر اصلاح کر دیا کرتے اگر کوئی ایسا طریقہ ممکن ہوا کرتا نیز کھانے کے بعد فوری پانی نہیں پیا کرتے تاکہ غذا کی خرابی پیدا نہ ہو جائے۔ ابن قیمؒ نے یہ تفصیل ذکر کی ہے۔

(۱۹۴/۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِى صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّاسُ اِذَا رَاَوْا اَوَّلَ الثَّمَرِ جَآءُوْا بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِىْ صَاعِنَا وَفِىْ مُدِّنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَاِنِّىْ عَبْدُكَ وَ نَبِيُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهٖ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهٖ مَعَهٗ قَالَ ثُمَّ يَدْعُوْ اَصْغَرَ وَلِيْدٍ يَرَاهُ فَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ.

ترجمہ: "امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے مالک بن انس نے بیان کیا۔ (تحویل) ہمیں یہ روایت اسحٰق بن موسیٰ نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت معن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے مالک بن سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ کے واسطہ سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ حدیث صحابی رسول حضرت ابو ہریرہؓ سے سنی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو حضورؐ کی خدمت میں لا کر پیش کرتے، تو حضورؐ یہ دعا پڑھتے، اللھم بارک لنا فی ثمارنا وبارک لنا فی مدینتنا وبارک لنا فی صاعنا وفی مدنا، اللھم ان ابراھیم

Marfat.com

عبدک وخلیلک و نبیک وانی عبدک ونبیک وانه دعاک لمکة وانی ادعوک للمدینة بمثل ما دعاک به لمکة ومثله معه ،(اے اللہ ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت نازل فرما دے اور ہمارے مدینہ شہر میں برکت عنایت کر دے اور ہمارے صاع او رمد میں برکت عطا فرما دے (یہ ماپنے کے پیمانے ہیں) اے اللہ بیشک ابراہیمؑ تیرا بندہ خلیل اور نبی تھا اور میں بھی تیرا ہی بندہ اور نبی ہوں اور بیشک ابراہیمؑ نے تجھ سے مکہ کے لئے برکت کی دعا کی تھی اور میں تجھ سے مدینہ کے لئے وہی دعا جو اس نے مکہ کے لئے کی تھی اس سے دگنی۔اس کے بعد جس چھوٹے بچے کو دیکھتے اس کو مرحمت فرما دیتے۔

پہلا پھل حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جاتا :

مضمون حدیث تو تحت اللفظ ترجمہ میں وضاحت کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے، کان الناس اذا رأوا اول الثمر. الخ' اس کو الباکورۃ کہتے ہیں۔حضورؐ کے پاس لاتے، اپنے سے حضورؐ کو ترجیح دیتے اپنی اولاد، خاندان سے بھی آپؐ کو ترجیح دیتے،لانه اولی الناس بما سیق الیهم من الرزق ۔اسلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں میں سے ان ہی کو عطا کردہ رزق کے زیادہ مستحق ہیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلا پھل قوم کے اکابر علماء او رصلحاء کے پاس لانا مستحب ہے۔علامہ بیجوریؒ بھی یہی نقل کرتے ہیں :ویؤخذ منه انه لیندب الاتیان بالباکورة لاکبر القوم علماًوعملاً۔(مواھب ص ۱۴۵)

جب باغ لگتا اور میوہ پکتا تو صحابہ کرامؓ سب سے پہلا پھل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش فرماتے تاکہ آپؐ سب سے پہلے اسے تناول فرما دیں اور اس کے لئے برکت وسعت کی دعا فرما دیں اور اس لئے بھی کہ آپؐ کو اس ثمر جدید سے فرحت وانبساط حاصل ہو۔ فلاشک ان له فرحة تملأ القلب ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ کو قلبی مسرت اور خوشی ہو جایا کرتی۔(اتحافات ص ۲۴۷)

پہلے پھل کی دعا :

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اول پھل دیکھ کر دعا فرماتے ، اللھم

Marfat.com

بارک لنا فی ثمارنا ...... الخ ۔ برکت سے مراد آفات و بلیات اور نقصان و مضرت سے حفاظت اور اثمار میں اضافہ اور زیادتی اور مخلوق کا ان سے ظاہری و باطنی منفعت اٹھانا مقصود ہے۔

مدینہ منورہ کے لئے دعا :

وبارک لنا فی مدینتنا یعنی اس کے رہنے والوں کو رزق میں وسعت عطا فرما، ان کی دشمنوں سے حفاظت فرما، بکثرۃ الا رزاق فیھا و باقامۃ الشعائر الاسلام فیھا کہ اس میں لوگوں کے رزق میں فراوانی اور اسلامی شعائر کے قیام کی توفیق ارزانی ہو۔ (مواھب ص ۱۴۵) اس لئے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے سکانِ مدینہ کا اجر دوگنا کردیا ہے و فتح علیھم کنوز کسری و قیصر وخاقان مما لا یحصی اور فتوحات اسلامیہ میں انکو قیصر وکسریٰ اور خاقان کے بیشمار خزانے ہاتھ آئے۔ (اتحافات ص ۲۴۷) اور ایمان بھی ہمیشہ مدینہ منورہ میں اپنی تمام کیفیات اور جلوہ آرائیوں کے ساتھ موجود ہوتا ہے، والایمان دائما یارز الی المدینۃ کما تأرز الحیۃ الی جحرھا (اور ہمیشہ ایمان سمٹ کر مدینہ شریف کی طرف آئیگا جیسے گھوم پھر کر سانپ بھی اپنی غار کی طرف آتا ہے) ہر سال ہر وقت زائرین کے وفود مدینہ منورہ میں بارگاہ نبوی میں زیارت اور صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ وفی ذلک تکثیر للخیر ونشر للبر اور اس میں خیر و بھلائی کی کثرت اور نیکی کا پھیلاؤ اور پہنچانا ہوتا ہے۔ (اتحافات ص ۲۴۷)

صاع اور مد میں برکت کا معنی :

وبارک لنا فی صاعنا ومدنا : مد کی جمع مداد، اَمداد اور مِد اد آتی ہے۔ صاع بالاتفاق چار مد کا ہوتا ہے لیکن مد میں اختلاف ہے۔ امام صاحب کے ہاں مد دو (۲) رطل کا ہوتا ہے۔ شوافع حضراتؒ کے ہاں مد ایک رطل اور ثلثِ رطل کا ہوتا ہے۔ صاع اور مد کے لئے دعا کرنا، دراصل فصل ہی میں خیر و برکت کی دعا کرنا ہے کہ یہ اسی زمانے میں جنس کو ناپنے کے پیمانے تھے، یعنی جب ہم ان پیمانوں کے ساتھ نئی پیدا ہونیوالی فصل کو ناپیں، تو یہ

Marfat.com

فصل زیادہ سے زیادہ نافع ثابت ہو، والمراد بالبرکة فی الصاع والمد، البرکة فی الشئی الذی یکال بھما. (صاع اور مد میں برکت کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز ان سے ناپی جاتی ہے اس میں برکت عطا فرمادے)۔(اتحافات ص ۲۷۸)

اللھم ان ابراھیم ......الخ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا تیسرا حصہ اپنے شہر مدینہ منورہ کے لئے خصوصیت اور اہتمام سے اس میں خیر و برکت کی طلب ہے۔ دعا کے آغاز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر خیر سے غرض اپنے باپ ابراہیم کی عبودیت اور نبوت اور خلیل ہونے کو اپنی دعا کی قبولیت کیلئے وسیلہ بنانا تھا۔ علامہ بیجوریؒ لکھتے ہیں کہ :
والغرض من ذلک التوسل فی قبول دعائہ بعبودیة ابیہ ابراھیم وخلتہ و نبوتہ . (مواھب ص ۱۴۵) الخلة: وھی المحبة التی تمکنت فی القلب وملأت خلالہ ایسی محبت جو دل کی گہرائی سے ہو۔(اتحافات ص ۲۴۷)

مقام خلت ومحبت :

انی عبدک ونبیک ، اپنے کو خلیل نہ کہا، حالانکہ آپؐ بھی خلت سے سرفراز تھے، اس لئے کہ آپؐ مقام محبت سے نوازے گئے تھے، جو مقام خلت سے ارفع ہے یا اپنے جد امجد کے سامنے تواضع اور انکساری کا اظہار ہے جیسے اسی بات کو علامہ بیجوریؒ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ لانہ خص بمقام المحبة الأرفع من مقام الخلة او ادبا مع ابیہ الخلیل فلاینا فی انہ خلیل ایضاً. (مواھب ص ۱۴۵) عبدیت کو رسالت پر مقدم کیا، لانھا اصل الرسالة کہ یہ عبدیت رسالت کی بنیاد ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا :

وانہ دعا لمکة ،(اس نے دعا کی تھی مکہ شریف کیلئے) اور وہ دعا یہ تھی جو سورۂ ابراہیم میں مذکور ہے، جب انہوں نے اپنے نومولود فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہؓ کو سرزمین عرب میں اللہ کے بھروسے پر تن تنہا چھوڑ دیا، تو بارگاہ ربوبیت میں یہ دعا کی، رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ

Marfat.com

اُلْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِىٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۔اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (وادب) والے گھر کے پاس لابسائی ہے اے پروردگار تاکہ وہ نماز پڑھیں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ انکی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل سے وہاں ایک قوم آباد ہوئی، پھر بیت اللہ کی تعمیر ہوئی، پھر لوگوں کی عبادت کا مرکز بنا، لوگ کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔ دنیا بھر کا بہترین پھل وہاں موجود اور دنیا کی ہر ضرورت کی چیز وہاں دستیاب ہے۔

مدینہ منورہ کے حق میں دعا کی قبولیت :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مقصد یہی تھا کہ مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کو بھی یہی خیر و برکت، مرکزیت، محبوبیت اور اس سے دوچند برکات وثمرات عطا ہوں، آج وہ دعا قبول ہوئی مدینہ منورہ میں بھی ہر چیز دستیاب ہے، دنیا کا ہر پھل، ہر نعمت میسر ہے بلکہ مکہ مکرمہ سے سستی بھی ہے۔ ومثله معه اى ادعوک بضعف ما دعاک له ابراهيم لمكة و قد استجيبت دعوة الخليل لمكة و الحبيب لمدينة فصار يجئى اليهما من مشارق الارض ومغاربها ثمرات كل شئى (مواهب ص ۱۴۵) (یعنی اے اللہ میں تجھ سے اس کے دوگنا کی دعا کرتا ہوں جو دعا ابراہیمؑ نے مکہ کے لئے کی تھی۔ تحقیق قبول ہوئی ابراہیمؑ کی دعا مکہ کے لئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ شریف کے لئے آج اس وقت ہر دونوں (مکہ اور مدینہ شریف) کو زمین کے گوشہ گوشہ اور مشرق و مغرب کے سب ممالک سے ہر قسم کے میوہ جات وافر طور پر آتے رہتے ہیں)

دنیا میں سب سے بہترین جگہ مکہ اور مدینہ ہیں :

اس پر اجماع واتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کی جگہ (روضہ

Marfat.com

اقدس) کے علاوہ دنیا کے تمام مقامات سے مکہ و مدینہ افضل ہیں۔علامہ بیجوریؒ نے تنبیہ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے: قد انعقد الاجماع علی ان مکة والمدینة افضل البقاع....والخلاف (فیما بینهما) غیر البقعة الشریفة والا فهو افضل من السموات والارض جمیعا . (اس پر اجماع ہے کہ دنیا کے تمام مقامات سے مکہ اور مدینہ افضل ہیں اور پھر ان دونوں کے درمیان افضلیت کا اختلاف روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ میں ہے ورنہ یہ بقعہ مبارکہ تو آسمان و زمین اور سب کائنات سے افضل ہے)

(مواهب ص ١۴۵)

چھوٹے بچوں پر شفقت :

ثم یدعو اصغر ولید......الخ، دعا سے فراغت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیتِ مکرم کے کم عمر اور صحابہ کرامؓ کے کم عمر بچوں کو بلا کر اس پھل سے ان کو عنایت فرماتے شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں: کان اذا اتی النبی صلی الله علیه وسلم بباکورة الثمر وضعها علی عینیه ثم علی شفتیه وقال اللهم کما اریتنا أوله فأرنا آخره ثم یعطیه من یکون عنده من الصبیان. (اتحافات ص ٢۴٨) (کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نیا پھل لایا جاتا تو اس کو پہلے اپنی آنکھوں مبارک پر اور پھر ہونٹوں پر رکھ لیا کرتے اور یہ دعا فرماتے کہ اے اللہ جیسے کہ اسکا شروع نیا پھل دکھایا ہے تو ہمیں اسکا آخر بھی دکھلا دیں) پھر جو چھوٹے بچے آپؐ کے پاس ہوتے انہیں دے دیا کرتے۔نئے پھلوں میں بچوں کو ترجیح دینا اس لئے بھی تھا کہ وہ اس پر خوش ہوتے ہیں، بلکہ اس کے پکنے، اترنے اور اتارنے کے لئے منتظر رہتے ہیں، او لتکون هناک مناسبة بین الباکورة فی الرطب والصغار فهم اقرب العهد بالخلق والایجاد (اور یا اس لئے کہ نئے پھل (کھجور وغیرہ) اور چھوٹے بچوں میں ایک قسم کی مناسبت بھی ہے۔کہ ان کے خلق و ایجاد کا زمانہ قریب ہے)۔(اتحافات ص ٢۴٨) وفیه بیان حسن عشرته و کمال شفقته ومرحمته وملاطفته مع الکبیر والصغیر وتنزیل کل احد فی مقامه ومرتبته للائقة به . (جمع ص ٣٠٠) اور آپؐ کے اس معاملہ میں اچھے برتاؤ کمال شفقت و مہربانی و نرم دلی ہر چھوٹے اور بڑے کیساتھ نیز

Marfat.com

ہرایک کواس کے مرتبہ میں رکھنا جس کا وہ لائق ہے کا بیان واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے)۔

ولید مفرد ہے جمع کے معنیٰ میں ہے' بچوں میں پھل تقسیم کرنے کے عمل میں ترحم علی الصغار ہے دوسرا یہ کہ آپؐ خود تناول نہ فرماتے تھے، کیونکہ ایسے پھل جب عام لوگوں کو میسر نہ ہوں اور وہ نہ کھا سکیں، تو آپؐ بھی کھانا پسند نہیں فرماتے تھے، جب فراوانی ہو جاتی اور پھل ہر ایک کو دستیاب ہوتا، تب آپؐ بھی پسند فرماتے تھے۔

والنفوس الذکیة لا تتشوق الی تناول شیٔ من انواع الباکورة الابعد عموم الوجود ، فیقدر کل احد علی تحصیله. (نیک اور پاکباز لوگ نئے پھل کے انواع تناول میں ابتداءً ہرگز شوق نہیں رکھا کرتے البتہ جب عام طور پر کثرت سے موجود ہو اور ہرایک اس کے حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو پھر ان میں سے تناول کرنے میں حرج محسوس نہیں کرتے)(اتحافات ص ۲۴۸)

(۱۹۵/۶)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدِ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ بَعَثَنِيْ مُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُطَبٍ وَعَلَيْهِ اَجْرٌ مِّنْ قِثَّاءِ زُغْبٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِثَّاءَ فَاَتَيْتُهُ بِهٖ وَعِنْدَهٗ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَمَلَاَ يَدَهٗ مِنْهَا فَاَعْطَانِيْهِ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن حمید رازی نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا ابراہیم بن مختار نے، انہوں نے یہ روایت محمد بن اسحٰق سے ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر کی وساطت سے روایت کی۔ انہوں نے یہ روایت ربیع بنت معوذ بن عفراء سے حاصل کی۔ ربیع رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفراءؓ نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی مرغوب تھی۔ میں جس وقت ککڑیاں لے کر حاضر ہوئی ہوں۔ حضور والاؐ کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے

Marfat.com

تھے۔ حضورؐ نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔

راویان حدیث (۴۴۳) ابراھیم بن المختارؒ (۴۴۴) ابوعبیدۃ بن محمد بن عمار بن یاسرؒ اور (۴۴۵) الربیّع بنت معوذ الانصاریۃؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض الفاظِ حدیث کی تشریح :

قالت بعثنی ..... الخ ، قصہ تو سارا ترجمہ میں بیان ہو چکا ہے۔ معاذ بن عفراء! ھو عمھا وھو المشارک لاخیہ فی قتل ابی جھل ببدر، وحز رأسہ وھو مجروح مطروح (اتحافات ص ۲۴۹) (یہ معاذ بن عفراء حضرت معوذ بن عفراء کا چچا تھا اور یہی اپنے بھائی کے ساتھ ابوجہل کے قتل میں شریک تھا اور ابوجہل کا سر جدا کیا اور وہ زخمی شدہ زمین پر گرا ہوا تھا) القناع: مراد طبق ہے، یھدی علیہ (جو آپؐ کو ہدیہ میں پیش کیا گیا) (مواھب ص ۱۴۶) الطبق الذی یؤکل فیہ. (طبق وہ برتن جس میں کھانا کھایا جاتا ہے) (اتحافات ص ۲۴۹) اجرٍ ، اصل میں اجرو تھا، افلس کے وزن پر ہے ''واو'' ''کو'' ''ی'' سے بدل دیا گیا، لو قوعھا رابعۃ ضمہ کوی کی مناسبت سے کسرہ سے بدل دیا گیا، پھر اس میں قاضٍ کا اعلال جاری ہوا اس کا مفرد ''جرو'' ہے، وھو الصغیر من کل شیء حیوانا کان اوغیرہ (مواھب ص ۱۴۶) جرو کا معنی ہر چیز میں سے چھوٹا چاہئے حیوان ہو یا غیر حیوان۔ غیر عام ہے اناء ہو یا خربوزہ یا ککڑی، مراد چھوٹا پھل ہے۔

زغب : ازغب کی جمع ہے جو الزغب سے ہے، وھو صغار الریش اول طلوعہ وشبہ بہ القثاء الصغیر یعنی روئیں جو چوزے کے بدن میں شروع میں نکلتی ہیں، الزغب پرندوں کے بچوں کے لئے بولا جاتا ہے، جب نوزائیدہ بچے کے جسم پر ابھی پورے بال نہ اُگے ہوں، بلکہ روئیں روئیں سے ہوں۔ اسی طرح ککڑی کے لئے بول کر اس طرف اشارہ ہے کہ ابھی بالکل ککڑی کے پکنے کا آغاز تھا۔ وہ نہایت ہی نرم ونازک تھی اور اس پر ابھی بالکل روئی روئی سی آئی ہوئی تھی۔

Marfat.com

ککڑی اور کھجور کے تحفہ پر حضورؐ کا معاملہ :

وکان ...الخ ' یہ تو پہلی روایات میں آچکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی مع رطب کے محبوب تھی، وعندہ حلیۃ.... الخ ، ای لباس یتزین بہ ایسا لباس جس سے زینت اور خوبصورتی کی جائے۔ (اتحافات ص ۲۴۹) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے، ای من خراج البحرین وھو اقلیم بین البصرۃ و عمان یعنی بحرین کے خراج میں وصول ہوئے تھے بحرین بصرہ اور عمان کے درمیان ایک ملک ہے۔ (مواھب ص ۱۴۶) فملأ یدہ ، ای احدیٰ یدیہ لا کلتا یدیہ (مواھب ص ۱۴۶) فاعطانیہ راویہ کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بھر کر مجھے زیورات دیئے۔ لعظیم سخائہٖ صلی اللہ علیہ و سلم و فیہ کمال المناسبۃ فان الانثیٰ یلیق بھا الحلیۃ۔ (مواھب ص ۱۴۶) سخاوت میں ایک عظیم شخصیت ہونے کی بنا پر اور اس میں کمال مناسبت کو بھی ملحوظ رکھا گیا کیونکہ عورتوں کیساتھ زیورات زیادہ لائق اور مناسب ہوتے ہیں۔

(ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، وفیہ دلیل کمال کرمہ و مروّتہ (اور اس میں آپ ﷺ کے کمالِ مروّت اور انتہائی سخی ہونے کی بھی دلیل ہے) (جمع ص ۳۰۲) شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں، فیہ عظیم سخائہ ، اس میں آپؐ کی کثرتِ سخاوت وجود معلوم ہوتی ہے ۔(اتحافات ص ۲۴۹)

ککڑی اور کھجور ملا کر کھانے میں فربہی کا فائدہ :

ککڑی کھجور کیساتھ ملا کر کھانے میں بہت سے فائدے ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ اس سے بدن فربہ ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ کو خیال ہوا کہ اس کا بدن کچھ فربہ ہو، تاکہ اُٹھان کچھ ہو جائے تو مجھے ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ کھلائی، جس سے میرے بدن میں اچھی فربہی آ گئی۔ ایک ضعیف حدیث میں حضرت عائشہؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی نمک کے ساتھ

Marfat.com

تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس میں بھی کوئی مانع نہیں ہے کہ کبھی نمک کے ساتھ فرماتے ہوں، کبھی کھجور کے ساتھ، کہ رغبت کسی وقت میٹھے کی ہوتی ہے، کسی وقت نمکین کی۔ (خصائل)

(۱۹۶/۷) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ اَخْبَرَنَا شَرِیْکٌ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عُقَیْلٍ عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِّنْ رُطَبٍ وَاَجْرٍ زُغْبٍ فَاَعْطَانِیْ مِلْأَ کَفِّہٖ حُلِیًّا اَوْقَالَتْ ذَھَبًا.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت علی بن حجر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں شریک نے خبر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر عبداللہ بن محمد بن عقیل نے دی۔ وہ اسے ربیع بنت معوذؓ بن عفراء سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت ربیعؓ کہتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک طبق کھجوروں اور چھوٹی روئیں دار ککڑیوں کو لے کر گئی، تو حضورؐ نے مجھ کو ایک ہاتھ بھر کر سونا یا زیور مرحمت فرمایا۔

راوی کو تردد :

قالت اتیت .... الخ' یہ روایت بھی گذشتہ روایت کے ہم معنیٰ ہے اور ربیع بنت معوذ سے ہے، البتہ اس کی نچلی سند میں کچھ اختلاف ہے۔ راوی عبداللہ کو تردد ہے کہ حضرت ربیع نے واقعہ بیان کرتے ہوئے، فاعطانی ملأ کفه حلیًا کہا تھا یا ذھبًا کہا تھا۔ بہر حال مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے اسی وقت بطور اکرام وانعام کے سونے یا اس سے بنائے ہوئے زیور سے اسے ہاتھ بھر کر نوازا تھا۔

خلاصۂ باب :

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ خلاصۂ باب میں بیان فرماتے ہیں، وفی الباب سبعة احادیث و منها نعلم ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یبرز فی کل ما یأکل وما یختار و انه کان یکافئی علی الهدایا باعظم منها ویعطی عطاء من لا یخشی الفقر

Marfat.com

ابدا . اوراس باب میں سات حدیثیں ہیں اوران سے یہی معلوم ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے وغیرہ بلکہ ہر پسندیدہ اشیاء کے دینے میں دوسروں سے فوقیت لے جاتے تھے اور آپؐ کسی شخص کے تحائف دینے پر اس کا بدلہ کہیں اس سے بڑا عنایت فرمادیتے بلکہ آپؐ کے عطایا تواتنے زیادہ ہوا کرتے اور ایسے شخص کی مانند خرچ کیا کرتے جسکو کبھی فقرو فاقہ کا خوف اور فکر نہ ہو۔ (اتحافات ص ۲۵)

==============================

Marfat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِی صِفَةِ شَرَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضور اقدس ﷺ کے پینے کے اشیاء کے بیان میں

شراب: پی جانے والی چیز کو کہتے ہیں، ما یشرب والمصدر من شرب اور شراب کا لفظ شرب یشرب کے باب کا مصدر ہے۔ (اتحافات ص ۲۵۱)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی اور ٹھنڈی چیزیں نوشِ جان فرمایا کرتے تھے۔ اس باب میں آپؐ کے مشروبات، پانی، دودھ، شہد، نبیذ وغیرہ کے پینے کا بیان ہے۔ اس سے مراد وہ شراب نہیں، جو قطعاً حرام ہے، جسے قرآن میں ''الخمر'' کہا گیا ہے بلکہ شراب سے مراد آپؐ کے پاکیزہ مشروبات ہیں کہ آپؐ نے اپنی مبارک زندگی میں کون کونسے مشروبات استعمال فرمائے۔

نیز پینے کے آداب میں یہ بھی ہے کہ دائیں سے شروع کیا جائے اور اگر بائیں جانب اکابر ہوں اور دائیں میں اصاغر ہوں، تو پھر اصاغر پر اکابر کا ادب واحترام، ترجیح واکرام ضروری ہے۔ انہیں اپنے بزرگوں کو ترجیح دینی چاہیے۔

(۱۹۷/۱) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ اَحَبُّ الشَّرَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحُلْوَ الْبَارِدَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سفیان نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت معمر سے زہری کے واسطہ سے روایت کی انہوں نے یہ روایت عروۃ سے اور انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے

Marfat.com

سماعت کی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا اور میٹھا پانی مرغوب تھا :

کان احب الشراب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلو البارد ،عرب کی پتھریلی اور ریگستانی زمین بالخصوص مدینہ منورہ میں اکثر کنویں کھاری تھے۔ ٹھنڈا اور میٹھا پانی کہیں کہیں بلکہ کم دستیاب ہوتا تھا۔ بعض اوقات میٹھا پانی بھی دور دراز مقامات سے لایا جاتا تھا۔ ٹھنڈا اور میٹھا پانی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں کھجور بھگو کر نوش جان فرمایا کرتے تھے۔ شہد کا شربت جو میٹھا اور خوب ٹھنڈا ہوتا نوشِ جان فرماتے۔ آپؐ کی بارگاہ میں کھانے کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا، جو میسر ہوتا کھالیا کرتے تھے، مگر ٹھنڈے پانی کا اہتمام ہوتا تھا۔ مقام ''سقیا'' جو مدینہ منورہ سے کافی مسافت پر ہے، وہاں سے آپؐ کے لئے پینے کا پانی لایا جاتا تھا کیونکہ وہاں کا پانی میٹھا اور ٹھنڈا ہوتا تھا۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں، المراد بالماء الحلو: العذب ، أو المنقوح فيه تمر أو زبيب أو الممزوج بالعسل. (اتحافات ص ۲۵۱) (الماء الحلو سے مراد خوشگوار میٹھا پانی وہ پانی جس میں کھجور یا کشمش ڈال دی گئی ہو اور یا شہد کے ساتھ ملایا ہوا پانی)

ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے برکات :

ابن القیمؒ فرماتے ہیں، جب پانی میں وصفین مذکورین یعنی الحلاوۃ والبرودۃ (مٹھاس اور ٹھنڈک) جمع ہو جائیں تو یہ حفظِ صحت کی ضمانت ہے۔ حرارت کی رافع ہیں، و حفظ علی البدن رطوباته الاصلية اور بدن کی رطوباتِ اصلیہ (یعنی نرم و نازک ہونے کی کیفیت) کی حفاظت کرتا ہے (اتحافات ص ۲۵۱) جبکہ نمکین پانی اس کی ضد ہے۔ اس لئے بعض اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحابہ کرامؓ کے گھروں سے میٹھا پانی

Marfat.com

طلب کیا جاتا تھا۔ شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں، واذا شربت الحلو البارد احمد ربی من وسط قلبی، ای من الاعماق. (اور جب میں میٹھا اور ٹھنڈا پانی پی لیتا ہوں تو پھر دل کی گہرائی سے اپنے رب کی حمد وثناء کرتا ہوں)۔ (اتحافات ص۲۵۲) حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ حضرت تھانویؒ سے فرمایا کرتے، اشرف علی! ٹھنڈا پانی پیو، ٹھنڈا پانی، کہ زبان کے ساتھ دل بھی کہے، الحمد للہ۔

(۱۹۸/۲) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیعٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عُمَرَ هُوَ ابْنُ اَبِی حَرْمَلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ عَلٰی مَیْمُوْنَةَ فَجَاءَتْنَا بِاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عَلٰی یَمِیْنِهٖ وَخَالِدٌ عَنْ شِمَالِهٖ فَقَالَ لِیَ الشُّرْبَةُ لَکَ فَاِنْ شِئْتَ اٰثَرْتَ بِهَا خَالِدًا فَقُلْتُ مَا کُنْتُ لِاُوْثِرَ عَلٰی سُؤْرِکَ اَحَدًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْیَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِّنْهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْیَقُلِ اللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ یُجْزِیْءُ مَکَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَیْرَ اللَّبَنِ.

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی هٰکَذَا رَوٰی سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ هٰذَا الْحَدِیْثَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُبَارَکٍ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ وَغَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَلَمْ یَذْکُرُوْا فِیْهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَهٰکَذَا رَوٰی یُوْنُسُ وَغَیْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا.

قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی اِنَّمَا اَسْنَدَهُ ابْنُ عُیَیْنَةَ مِنْ بَیْنِ النَّاسِ وَمَیْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ زَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هِیَ خَالَةُ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَخَالَةُ یَزِیْدَ بْنِ الْاَصَمِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

Marfat.com

وَاخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْ رِوَایَةِ هٰذَا الْحَدِیْثِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ فَرَوٰی بَعْضُهُمْ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ حَرْمَلَةَ وَرَوٰی شُعْبَةُ عَنْ عَلِیِّ بْنُ زَیْدٍ فَقَالَ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَرْمَلَةَ وَالصَّحِیْحُ عَنْ عُمَرَ ابْنُ اَبِیْ حَرْمَلَةَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن منیع نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے اسمٰعیل بن ابراہیم نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس روایت کی خبر علی بن زید نے عمر کے واسطہ سے دی جو کہ ابن ابی حرملہ ہیں۔ انہوں نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنی۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں اور خالد بن الولید دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے (ام المؤمنین حضرت میمونہؓ ان دونوں حضرات کی خالہ تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں۔ حضورؐ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ میں دائیں جانب تھا اور خالد بن الولید بائیں جانب۔ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اب پینے کا حق تیرا ہے (کہ تو دائیں جانب ہے) اگر تو اپنی خوشی سے چاہے، تو خالد کو ترجیح دیدے۔ میں نے عرض کیا کہ آپؐ کے جھوٹے (پس خوردہ) پر میں کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کوئی چیز کھلائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِنْهُ (اے اللہ تو اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر چیز عطا فرما) اور جب کسی کو حق تعالیٰ شانہٗ دودھ عطا فرمائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیے اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (اے اللہ اس میں برکت عطا فرما اور زیادتی نصیب فرما) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کے بعد اُس سے بہتر کی دعا اور دودھ کے بعد اسمیں زیادتی کی دعا اس لئے تعلیم فرمائی کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتی ہو۔

راویان حدیث (۴۴۶) علی بن زیدؒ اور (۴۴۷) عمر ھو ابن ابی حرملةؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

تشریح حدیث :

قال دخلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.....الخ' تفصیلی قصہ تو تحت اللفظ ترجمہ میں واضح ہے۔ ذیل میں متن حدیث کی تشریح لکھی جارہی ہے۔ دخلت کے بعد انا کی ضمیر، ضمیر تاکید ہے۔ "تصحیحاً للعطف" عطف کو صحیح کرنے کے لئے (کیونکہ قانون نحوی کی رو سے جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی چیز کا عطف کیا جائے تو تاکید منفصل کیساتھ لانی ضروری ہے) حضرت میمونہؓ سے مراد ام المؤمنینؓ ہیں۔ ان کا نام برۃ تھا۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے میمونہ رکھ دیا۔ آپؐ نے ان کے ساتھ ذی قعدہ ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکۃ المکرمہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام سرف میں نکاح کیا اور ان کے وفات بھی ہجرت کے ۲۴ویں سال ۵۱ ویں یا ۶۱ ویں سال میں ہوئی۔ یہیں پر ان کا مرقد بنا۔ یہ آپؐ کی سب سے آخری زوجہ ہیں۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پڑھائی یہ عباس کی بیوی ام الفضل کی بہن تھیں۔ باناء من لبن، الخ، ای باناء مملوء من لبن (یعنی ایسا برتن جو دودھ سے بھرا ہوا تھا) و انا علیٰ یمینہ و خالد عن شمالہ! انا کے بعد لفظ علی اور خالد کے بعد لفظ عن سے تعبیر جبکہ دونوں کا معنیٰ ایک ہے۔ للتفنن فیھما اذھما بمعنی وھو مجرد الحضور (صرف عبارت میں تفنن اور تنوع پیدا کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے یعنی محض انکا وہاں موجود ہونا)۔ (جمع ص ۳۰۳)

تقدیم الایمن مستحب ہے :

الشربۃ لک، یعنی میرے بعد دودھ پینے کی باری تمہاری ہے، اگر چاہو تو خالد کو اپنے اوپر ترجیح دے سکتے ہو، لانک صاحب الیمین وقد ورد الایمن فالا یمن. (اس لئے کہ آپ دائیں جانب والے ہوں اور الایمن فالا یمن کا حکم بھی وارد ہوا ہے) اس سے یہی مستفاد ہوا تقدیم الایمن ندبا ولو صغیراً مفضولاً و لذا قال فان شئت اثرت بھا خالداً (کہ دائیں طرف والے کو مقدم رکھنا اگرچہ وہ چھوٹا اور مفضول بھی ہو مستحب ہے اسی

Marfat.com

لئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو اپنی خوشی سے چاہے تو خالد کو ترجیح دیدے) کہ اکبر وافضل کا لحاظ اور مراعات بھی ضروری ہے، پھر اختیار ومشیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کو دیدی۔ مقصود ان کی تطییبِ خاطر تھی اور اس امر پر تنبیہ مقصود تھی کہ ان کے لئے ایثار اور اکبر وافضل کو ترجیح دینا اولیٰ ہے۔

حضرت ابن عباس کی محبت وعشق رسول ﷺ :

فقلت ...... الخ ' حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں، میں نے کہا حضور! میں تو آپ کے بچے ہوئے دودھ پر کسی کو ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ پر آپ کے پس خوردہ کی اہمیت اور اس کا شغف ومحبت غالب ہوا، جو آپ ﷺ کے ساتھ غایت تعلقِ خاطر اور غایتِ عشق ومحبت کا ثمرہ تھا۔

قربات میں ایثار کا مسئلہ :

یہاں پر ایک اہم مسئلہ یہ بھی زیر بحث لایا گیا ہے کہ قربانی میں ایثار جائز ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ شوافع حضراتؒ کہتے ہیں کہ قربات میں اپنے اوپر دوسرے کو ہرگز ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ حدیث باب بظاہر شوافع کا مستدل ہے، لیکن احنافؒ کہتے ہیں کہ جب قربات نافلہ ہوں تو ایثار؛ بلا کراہت جائز ہے۔ احنافؒ کا مستدل بھی یہی حدیث ہے کیونکہ اگر اس میں کراہت ہوتی تو آپ ﷺ ان شئت آثرت بھا خالداً، (کہ آپ خوشی سے چاہیں تو خالد کو ترجیح دیدیں) ارشاد نہ فرماتے، تو اس سے ثابت ہوا کہ قربات نافلہ میں ایثار بلا کراہت جائز ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ جہاں عبادتِ محضہ ہو یا جہتِ عبادت راجح ہو وہاں ایثار مکروہ ہے، جہاں عبادت مرجوح ہو وہاں ایثار جائز ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار اور ابن عباسؓ کے جواب پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم اصرار سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اپنا حق خوشی خاطر سے دے تو دے سکتا ہے۔ مگر اس کو ایثار و ترجیح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ جنگِ احد میں باپ اور بیٹے دونوں کا جذبہ تھا کہ وہ دونوں جہاد میں شریک ہوں، قرعہ اندازی ہوئی تو نام بیٹے کا نکلا۔

Marfat.com

باپ نے خواہش ظاہر کی بیٹا اگر تم چاہو تو اپنے اوپر مجھے ترجیح دے کر جہاد میں بھیج سکتے ہو، مگر بیٹے نے کہا: یا ابت لا یوثر بالجنة احد احداً أبدا (اے میرے پیارے والد جنت ملنے میں کوئی بھی کسی کو کبھی ترجیح نہیں دے سکتا)۔ (مواھب ص ۱۴۸)

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹے کو اپنے قرعہ اور ارادے پر قائم رکھتے ہوئے جہاد میں شرکت کی اجازت دے دی۔

ایک فائدہ :

الشیخ ابراہیم البیجوریؒ فرماتے ہیں، ویؤخذ من هذا الحديث ان من سبق الى مجلس عالم او كبير وجلس بمحل عالٍ لا ينقل منه لمجئى من هو افضل منه فيجلس ذلك الجائى حيث ينتهى به المجلس ولو دون مجلس من هو دونه (مواھب ص ۱۴۹) (اس حدیث سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جو شخص کسی عالم یا بزرگ کی مجلس کو سبقت کرتے ہو پہلے پہنچ کر اونچے اور معزز مقام پر بیٹھ گیا تو کسی ایسے شخص کے آجانے سے جو اس سے افضل بھی ہے اسکو وہاں سے اٹھایا نہیں جائیگا اور چاہئے کہ وہ بعد میں آنے والا مجلس کے آخر میں کہیں بیٹھ جائے اگرچہ اسکی یہ نشست کا مقام اس سے کم مرتبہ والے شخص کی نشست سے نیچے اور کمزور کیوں نہ ہو)۔

جب مطعومات مل جائیں تو یہ دعا پڑھیں :

ثم قال رسول الله عليه وسلم ، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کو اللہ پاک کوئی چیز کھلائیں، تو اسے یہ دعا پڑھنی چاہیے، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَاَطْعِمْنَا خَیْرًا مِنْہُ ۔ (اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت نازل فرمایئے اور ہمیں اس سے بھی اچھا کھلایئے) دعا میں لفظ "خیر" استعمال ہوا ہے جبکہ افضل اور احسن وغیرہ صیغوں میں نفس فعل میں اشتراک ہوتا ہے جبکہ لفظ "خیر" عام ہے کہ نفسِ فعل میں بھی اشتراک نہیں ہوتا اور پھر اسی کی خیریت کے مراتب کی تحدید بھی نہیں ہے۔ لہٰذا لفظ "خیر" جامع اور حاوی ہوا اس جگہ بھی خیریت ظاہر وخیریت باطن سب مراد ہیں۔

Marfat.com

جب دودھ ملے :

اور کسی کو حق تعالیٰ شانہ دودھ عنایت فرماویں، تو یہ دعا پڑھنی چاہیے، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَ زِدْنَامِنْہُ ' یہاں دودھ کی دعا میں اس سے بہتر کے بجائے زِدْنَا مِنْہُ یعنی اس کے اضافے کی دعا کی تلقین فرمائی ہے کیونکہ دودھ میں تو خیر ہی خیر ہے۔ اس سے بہتر کوئی چیز ہی نہیں کیونکہ دودھ میں کھانے اور پینے کے تمام ضروری اجزاء پائے جاتے ہیں۔ وکانّ اللبن طعاماً وشرابا لعظیم فائدته وقدايد الطب الحديث ماذكره رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ دودھ سے بہتر خورد ونوش کی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے بہتر کے حصول کے بجائے اسی میں اضافہ کی دعا تلقین کی گئی ہے۔ چنانچہ حکیم اور ڈاکٹر سب یہی کہتے ہیں کہ دودھ میں ہر قسم کے روغنیات، چربی، نشاستہ، پروٹین، نمکیات، معدنیات پائے جاتے ہیں، جو انسانی جسم کی نشو ونما کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ یہ اجزاء اس طرح یکجا کسی بھی دوسرے غذا میں نہیں پائے جاتے یہی وجہ ہے کہ ابتدائی دو سال تک بچہ صرف دودھ پر گذارہ کرتا ہے۔

قال ابو عیسیٰ......الخ ' امام ترمذیؒ اس سے سند کی غرابت کیطرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور غرابتِ سند' صحت اور حسن کے منافی نہیں ہے۔

Marfat.com

بَابُ مَا جَاءَ فِيْ صِفَةِ شُرْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: حضورِ اقدس ﷺ کے پینے کے طریقِ کار کے بیان میں

تمہید و تلخیص :

شرب کا لغوی، لفظی اور حقیقی معنی "المص" ہے۔ان الشرب وھو مصدر بمعنی التشرب وھو المراد ھنا (مواھب ص ۱۵۰) بیشک شُرب مصدر بمعنی تشرب (تفعل) کے ہے اور یہاں یہی مراد ہے) البتہ علامہ بیجوریؒ سابقہ باب میں لکھ چکے ہیں کہ شرب، شین کے تینوں حرکات کے ساتھ مصدر ہے۔ ہاں بفتح الشین مصدر قیاسی ہے اور باقی دونوں صورتوں میں مصدر سماعی ہے۔ (مواھب ص ۱۴۷) امام ترمذیؒ نے اس باب میں دس احادیث درج فرمائی ہیں، جن سے آپؐ کے مشروبات کے استعمال یعنی پینے کے طریقے معلوم ہوتے ہیں۔آپؐ نے بیٹھ کر بھی پانی نوش فرمایا۔ بعض حالات میں کھڑے ہو کر بھی پیا، دو سانس میں پیا اور تین سانس میں بھی نوش فرمایا۔ نیز اس باب میں بعض صحابیات کی محبت و عشقِ رسول کی والہانہ کیفیات بھی بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً حضرت کبشہؓ اور حضرت ام سلیمؓ نے تبرکاً و ادباً جس مقام پر آپؐ نے (مشکیزہ کے) منہ لگا کر پانی پیا تھا۔ وہ انہوں نے کتر کر رکھ لیا، تاکہ کسی اور کا منہ اس جگہ نہ لگے۔

(۱/۱۹۹) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ نِ الْاَحْوَلُ وَمُغِيْرَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ.

Marfat.com

ترجمہ : ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث احمد بن منیع نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے ھشیم نے بیان کیا۔ ان کو اس حدیث کی خبر عاصم احول اور مغیرۃ نے شعبی کے واسطہ سے دی اور انھوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔

بیٹھ کر کھانا پینا مسنون ہے :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شرب زمزم وھو قائم ۔ زمزم: اس کنویں کو کہتے ہیں جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے کے مقام پر معجزانہ طور پر ظہور پذیر ہوا، وھی بئر معروفۃ بمکۃ سمیت بذالک لان ھاجرۃ قالت لھا عند کثرۃ مائھا زمی زمی (مواھب ص ۱۵۱) (یہ مکہ شریف میں ایک مشہور کنواں ہے اس کو زمزم اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب اس کا پانی بہت ہوا تو حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا کہ زمی، زمی) عام اور معمول کے حالات میں کھانا پینا بیٹھ کر مسنون ہے۔ کھڑے ہو کر کھانا خلاف سنت اور خلاف ادب ہے۔

بعض استثنائی حالات :

تاہم بوجہ عذر شرعی کے کھڑے ہو کر ممنوع نہیں بلکہ اجازت ہے۔ البتہ بعض قسم کے پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ آپؐ کے عمل میں واضح ہے کہ آبِ زم زم کھڑے ہو کر قبلہ رو پیٹ بھر کر پینا سنت ہے۔ بعض حضرات نے زمزم کے پانی کو بھی کھڑے ہو کر پینے کے ذیل میں لا کر اس کی بھی ممانعت کر دی ہے۔ جس طرح کہ عام پانی کے بارے میں نہی وارد ہے۔ لا یشربن احدکم قائمًا من نسی فلیستقی ضرور بضرور تم میں سے کوئی کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے جس نے بھول کر پیا وہ قئی کر دے۔ (مسلم) حدیث میں فلیستقی کا امر استحباب پر محمول ہے، فان الامر اذا تعذر حملہ علی الوجوب حمل علی الاستحباب (اس لئے کہ جب امر کو وجوب پر حمل کرنا مشکل ہو جائے تو پھر استحباب پر حمل

Marfat.com

کیا جائیگا)۔(جمع ص ۳۰۸)اوران لوگوں نے آپؐ کے زمزم کے کھڑے ہوکر پینے کی توجیہ کی ہے کہ یہ بوجہ ازدحام کے عذر پر مبنی تھا یا بیان جواز کے لئے ہے،مگر علماء کرام کا مشہور قول ہے کہ زمزم اسی نہی میں داخل نہیں۔اس کا کھڑے ہوکر پینا افضل ہے۔

آبِ زمزم پیتے وقت یہ دعا مسنون ہے، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَ شِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ (اے اللہ میں تجھ سے علم نافع اور فراخی رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں)اسی طرح وضو کے بعد جو پانی برتن میں بچ جائے،اس سے کھڑے ہوکر قبلہ رو ہوکر دو تین گھونٹ پینا مستحب ہے۔پھر ایک موقع ایسا بھی آیا کہ مشکیزہ اونچی جگہ لٹکا ہوا تھا اور گلاس نہیں تھا،تو آپؐ نے مشکیزہ کے منہ کے ساتھ اپنا منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی نوش جان فرمایا۔ایسی استثنائی صورت میں کھڑا ہوکر پانی پینا جائز ہے۔

روایات میں تطبیق :

شارحینِ حدیث دونوں قسم کی روایات کھڑے ہوکر پینے سے نہی اور کھڑے ہوکر پینے کے ثبوت کی صورت میں تعارض سے جواب میں کہتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پینے سے نہی ، نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں اور بیٹھ کر پینے کا امر استحبابی ہے،وجوبی نہیں اور کھڑے ہوکر پینا بیان جواز کے لئے ہے۔

ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں،والتوفیق بینھما ان النھی محمول علی التنزیہ وشربہ قائما لبیان الجواز .(جمع ص ۳۰۷)

نوٹ: یہ تطبیق کی ضرورت شاید مطلق پانی پینے کے متعلق ہو حالانکہ یہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوکر پینا زمزم کے متعلق ہے،جس کو اکثر حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھڑے ہوکر پینا مستحب گردانتے ہیں۔جیسے ملاعلی قاریؒ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ : ویمکن ان یکون القیام مختصا بماء زمزم وبفضل ماء الوضوء علی ما وقع فی صحیح البخاری عن علی کرم اللہ وجھہ انہ شرب قائما وقال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعل کما رأیتمونی ونکتۃ التخصیص فی ماء زمزم ھی الاشارۃ الی استحباب التضلع من مائہ فی فضل الوضوء ھی الایماء الی وصول

Marfat.com

برکتہ الی جمیع الاعضاء......الخ. (جمع ص ۳۰۷)(اور یہ بھی ممکن ہے کہ کھڑے ہوکر پینا ماءِ زمزم اور وضوء سے بچے ہوئے پانی کیساتھ خاص ہو جیسے کہ صحیح بخاری میں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آپؓ نے کھڑے ہوکر پانی پیا اور پھر کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتا ہوا دیکھا جیسے کہ تم لوگوں نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا اور کھڑے ہوکر پینے کا نکتہ زمزم کے پانی میں تو یہ ہے کہ اس سے خوب سیر ہوکر پینا مستحب ہے (اور پوری سیرابی کی صورت کھڑے ہونے میں ہے)اور وضوء کے بقایا پانی کو کھڑے ہوکر پینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ وضوء کی برکت سارے اعضاء تک پہنچ جائے)

کھڑے ہوکر پینے کے نقصانات :

شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ، علامہ ابن القیمؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں، وللشرب قائماً آفات منها انه لا يحصل به الريّ الدائم (اتحافات ص ۲۵۶) ولا يستقر في المعدة حتى يقسمه الكبد على الاعضاء ويلاقي المعدة فربما يردحرار تها ويسرع النفوذ الى السافل البدن بغير تدريج فيضر ضررا بينا (مناوی ص ۳۰۸) اور کھڑے ہوکر پینے میں کئی خرابیاں ہیں ایک تو یہ کہ اس میں دائمی خوشگوار سیرابی نہیں ہوتی نیز ایسی صورت میں وہ معدہ میں قرار نہیں پکڑتا ہے تاکہ جگر اس کو دوسرے اعضاء کی طرف منتقل اور تقسیم کرتے اور وہ پانی صرف معدہ تک ہی پہنچا ہے تو بعض اوقات معدہ کی حرارت اس کو دفع کرتی ہے تو وہ نچلے بدن میں جلدی سرایت کرتا ہے نہ کہ بتدریج جس سے بدن کو واضح نقصان پہنچ جاتا ہے۔

(۲۰۰/۲)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرِبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث قتیبہ بن سعید نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے محمد بن جعفر نے بیان کیا۔ انہوں نے یہ روایت حسین معلم سے روایت کی۔

Marfat.com

انہوں نے عمرو بن شعیب سے ان کے باپ اور دادا کی وساطت سے حاصل کی۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا۔

راویان حدیث (۴۴۸) الحسین المعلم ؒ (۴۴۹) عمرو بن شعیب ؒ (۴۵۰) ابیہ اور (۴۵۱) عن جدہ کے حالات "تذکرہ راویان شمائل ترمذی" میں ملاحظہ فرمائیں۔

شرب قائماً وقاعداً کی توضیح :

قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یشرب قائما . حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ای نادراً لبیان الجواز وحمل النھی عنه علی التنزیه او لضرورة اولخصوصیة ۔یعنی کبھی کبھار بیان جواز کے لئے اور جس روایت میں آپؐ نے اس سے منع فرمایا وہ یا تو نہی تنزیہی ہے یا کسی خاص ضرورت کے تحت ایسا کیا اور یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی (جمع ص ۳۰۸) تقدیم قیام، قاعدا پر (یعنی حدیث کے الفاظ میں قائماً کے لفظ کی تقدیم قاعداً پر) کثرت قیام پر دال نہیں بلکہ لانه احق بالاھتمام لمافیه من الرد علی المنکر چونکہ (قیام کے منکر کی تردید مقصود تھی اس لئے بطور اہتمام کے قیام کو مقدم کیا) (مناوی ص ۳۰۸) و قاعدا ۔ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، ای مرارا لبیان الافضل والوجه الاکمل وعادته الاجمل ۔یعنی بیٹھ کر آپؐ نے کئی دفعہ اس لئے پیا ہے کہ اس کی افضلیت، اکملیت اور آپؐ کی ایک عادت جمیلہ کا بیان ہو جاوے (جمع ص ۳۰۸)

ابن العربی کا ارشاد :

وقال ابن العربی للمرء ثمانیة احوال قائم، ماش، مستند، راکع، ساجد، متکی، قاعد، مضطجع وکلھا یمکن الشرب فیھا واھناھا واکثر استعمالا القعود والقیام ففعله قاعدا غالبا لانه اسلم وقائماً نادراً لعدم الحرج.

ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ ہر انسان کی آٹھ حالتیں ہیں :

Marfat.com

(۱) کھڑا ہونا (۲) چلنے والا (۳) ٹیک لگا کر کھڑا ہونے والا (۴) رکوع کرنے والا (۵) سجدہ کرنے والا (۶) تکیہ لگانے والا (۷) بیٹھنے والا (۸) لیٹنے والا اور ان سب حالتوں میں پینا ممکن ہے۔ البتہ ان میں خوشگوار اور زیادہ استعمال ہونے والا طریقہ بیٹھنا یا پھر کھڑا ہونا ہے اس لئے آپؐ نے اکثر تو بیٹھ کر پیا کہ یہ سلامتی والا طریقہ ہے اور کبھی کبھار کھڑے ہو کر بھی پیا تا کہ امت کے لئے حرج نہ ہو (مناوی ص ۳۰۸) قائماً وقاعداً میں ایجاز ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے، رأیته یشرب قائما ورأیته یشرب قاعدا لیفید شربه مرة قاعداً ومرة قائماً ۔ (مناوی ص ۳۰۸) کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہوئے پیتے بھی دیکھا ہے اور بیٹھے ہوئے بھی تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی بیٹھ کر پانی پیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی توجیہات :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کھڑے ہو کر ممانعت اور آپؐ کے بیٹھ کر پینے میں فعل کے تعارض کے سلسلہ میں حضرات محدثین کی توجیہات لکھتے ہیں کہ: بعض علماء کی رائے ہے کہ ممانعت بعد میں وارد ہوئی۔ اس لئے یہ ناسخ ہے۔ بعض اس کا عکس فرماتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینے کی روایت ناسخ ہیں ممانعت کے لئے، لیکن مشہور قول یہ ہے کہ ممانعت حکم شرعی اور تحریمی نہیں بلکہ آداب کے طریقہ سے ہے۔ نیز شفقت اور رحمت کے باب سے بھی ہے کہ کھڑے ہو کر پینے میں مضرتیں ہیں الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر نوش فرمانا بیان جواز کے لئے ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ممانعت کی وجہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا حرام نہیں، البتہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔

شیخ احمد الجواد الدومیؒ کا ارشاد :

شیخ احمد عبد الجواد الدومیؒ فرماتے ہیں:

وفی الحدیث دلیل علی جواز الشرب من قیام وقعود و لکن الغالب انه کان صلی اللہ علیه وسلم یشرب قاعداً، اور اس حدیث میں کھڑے اور بیٹھ کر پینے کے جواز کی دلیل ہے

Marfat.com

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب معمول بیٹھ کر پینے کا تھا۔ (اتحافات)

(۲۰۱/۳) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارِکِ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَقَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَ هُوَ قَائِمٌ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث علی بن حجر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں ہمیں یہ روایت عبداللہ بن مبارک نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عاصم احول سے شعبی کے واسطہ سے اخذ کی اور انہوں نے اسے عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔

قال سقیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من زمزم فشرب وھو قائم، یہی مضمون باب ھذا کی حدیث اول میں گذر چکا ہے۔ آب زمزم کھڑے ہو کر قبلہ رو ہو کر پینا افضل اور مستحب ہے اور خوب سیر ہو کر پینا چاہیے۔ شیخ ابراہیم البیجوریؒ لکھتے ہیں کہ کھڑے ہو کر زمزم کا پانی پینے والے کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ پانی پئے اور یہ کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ۣالَّذِیْ شَرِبَ الْمَاءَ قَائِمًا وَقَاعِدًا. اے اللہ تو رحمت نازل فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے پانی کھڑے اور بیٹھے ہو کر پیا ہے اس دعا کی تلقین کے بعد لکھتے ہیں، فانہ بسبب ذلک یندفع عنہ الضرر اس دعا کے سبب اس پینے والے کی تکلیف دور ہو جائے گی (یعنی جس تکلیف کے دور کرنے کی نیت سے پیا) (مواھب ص ۱۵۱)

(۲۰۲/۴) حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِیْفِ الْکُوْفِیُّ قَالَا اَنْبَاَنَا ابْنُ الْفُضَیْلِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِالْمَلِکِ بْنِ مَیْسَرَةَ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ قَالَ اُتِیَ عَلِیٌّ بِکُوْزٍ مِنْ مَآءٍ وَهُوَ فِی الرَّحْبَةِ فَاَخَذَ مِنْهُ کَفًّا فَغَسَلَ یَدَیْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَمَسَحَ وَجْهَهٗ وَذِرَاعَیْهِ وَرَاْسَهٗ ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوْءُ مَنْ لَّمْ

Marfat.com

يُحدِثُ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت ابو کریب محمد بن علاء اور محمد بن طریف کوفی نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ اس روایت کی خبر ہمیں ابن فضیل نے اعمش کے واسطہ سے دی۔ انہوں نے یہ روایت عبدالملک بن میسرۃ سے نزال بن سبرہ کے واسطہ سے روایت کی۔ نزال بن سبرۃ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جبکہ وہ مسجد کوفہ کے میدان میں (جوان کا دار القضا تھا) تشریف فرما تھے۔ ایک کوزہ پانی لایا گیا، انہوں نے ایک چلّو پانی لے کر دونوں ہاتھ دھوئے مضمضہ کیا اور ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے منہ پر اور ہاتھوں پر اور سر پر مسح کیا۔ پھر کھڑے ہو کر پانی پیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کا وضو ہے، جو پہلے سے باوضو ہے۔ ایسے ہی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا۔
راویان حدیث (۴۵۲) محمد بن طریف الکوفیؒ (۴۵۳) الاعمشؒ (۴۵۴) عبدالملک بن میسرۃؒ اور (۴۵۵) النزال بن سبرۃؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

''رحبۃ'' کا معنیٰ، تشریح اور تعیین:

وھو فی الرحبۃ، مضمون حدیث کی توضیح تحت اللفظ ترجمہ میں کر دی گئی ہے۔
اس روایت میں حضرت علیؓ کے عمل کا ذکر ہے جبکہ وہ رحبۃ میں تھے رحبۃ: صحنِ مسجد کو کہتے ہیں۔ وسط مسجد کو بھی کہتے ہیں اور کوفہ میں ایک محلے کا نام بھی رحبہ ہے، مگر اس جگہ یہ مراد نہیں بلکہ جامع کوفہ کے وسط میں ایک چبوترہ تھا، جس پر امیر المؤمنین وعظ فرمایا کرتے تھے۔
والمراد بالرحبۃ رحبۃ الکوفۃ او رحبۃ المسجد وھی المکان المتسع (اتحافات ص ۲۵۸) حضرت علیؓ کا قیام کوفہ میں کافی عرصہ رہا۔ انہوں نے ایک چبوترہ جامع مسجد کوفہ میں بنوایا تھا، اگر کوئی دنیاوی باتیں کرنا چاہے تو رحبہ کے نام سے موسوم تھا، جس کو حضرت عمرؓ نے بنوایا تھا، اگر کوئی دنیاوی باتیں کرنا چاہے تو رحبہ میں چلا جائے یہ مسجد سے خارج تھا، نماز جنازہ بھی یہاں پڑھی جاتی تھی۔ مؤطا امام محمد میں ہے، من کان منشدا شعرا او متکلماً بکلام الدنیا فلیذھب الی الرحبۃ. جو کوئی شعر گوئی کرنا چاہے یا کوئی

Marfat.com

دنیاوی بات کرنی ہو تو وہ چبوترہ کی طرف چلا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہلکا سا وضو :

حضرت علیؓ کا یہ وضو فرمانا تجدید، تنظیف اور نشاط کے لئے تھا۔ ترجمۃ الباب سے اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لیا، ثم شرب منه وهو قائم، اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل۔ کہ ایسا ہی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ شیخ عبدالروفؒ فرماتے ہیں، وفيه دليل على ان افعاله صلى الله عليه وسلم كاقواله (اور اس میں دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کا حکم اقوال جیسے ہے) (مناوی ص ۳۱۰) علامہ الیجوریؒ فرماتے ہیں، ويؤخذ من الحديث ان الشرب من فضل وضوئه مستحب (اور یہ بھی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو پینا مستحب ہے) (مواھب ص ۱۵۲) اور یہ بھی لکھا ہے کہ...... وان كان الشرب قائما لبيان الجواز (اگرچہ اس پانی کا کھڑے ہو کر پینا بیان جواز کے لئے ہے) (مواھب ص ۱۵۳)

وضو کا بقیہ پانی کھڑے ہو کر پینا :

فقہ کی کتابوں میں وضو کے بقیہ پانی اور آب زمزم کے کھڑے ہو کر پینے کے جواز کی تصریح ہے، علامہ شامیؒ نے وضو کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کو شفاء امراض کے لئے مجرب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ اسے مستحب کہتے ہیں۔

شارحینِ حدیث کی بعض توجیہات :

یہاں پر حدیث مختصر نقل ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بخاری کے حوالے سے مفصل منقول ہے۔ حدیث میں یہ احتمال ہے کہ ہاتھ منہ وغیرہ پر حقیقۃً مسح کیا ہو، مقصد نشاط، تنظیف اور تازگی ہو، تو اس صورت میں اس کو وضو کہنا مجازاً ہے۔ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے بھی اس کو وضو کہنا درست ہے۔ اس لئے کہ اس میں پاؤں کا ذکر نہیں ہے۔ یہ اسی بات کا

Marfat.com

قرینہ ہے کہ یہاں وضوءلغوی مراد لیا جائے اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ اس حدیث میں ملنے سے دھونے کو مجازاً مسح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اس میں تو پاؤں کا ذکر نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ پاؤں کا ذکر دیگر روایات میں صراحۃً موجود ہے۔ یہ توجیہ اس لئے بھی راجح ہے کہ بعض روایات میں مسح کی جگہ ہاتھ منہ دھونے کا ذکر آیا ہے۔ جب یہ توجیہ تسلیم کرلی جائے، تو پھر اس حدیث سے تجدید وضو مراد ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں کہ یہی توجیہ بندۂ ناچیز کے نزدیک اولیٰ ہے۔

(۲۰۳/۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ قَالاَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ اَبِي عِصَامٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلاَثًا اِذَا شَرِبَ وَيَقُولُ هُوَ اَمْرَأُ وَ اَرْوٰى .

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث قتیبہ بن سعید اور یوسف بن حماد نے بیان کی۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبدالوارث بن سعید نے ابی عصام کے واسطہ سے بیان کی۔ ابوعصام نے اسے صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار ہے اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔

راویان حدیث (۴۵۶) یوسف بن حمادؒ (۴۵۷) عبدالوارث بن سعیدؒ اور (۴۵۸) ابی عاصمؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

تین سانس میں پانی پینا :

كان يتنفس فی الاناء ثلاثاً اذا شرب. صحیحین میں ابوقتادہؓ سے روایت ہے، نهى ان يتنفس فی الاناء، لہٰذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ انه كان يشرب ثلاث مرات اور ہر مرتبہ برتن کو اپنے منہ سے جدا کرتے، سانس لیتے اور پھر برتن منہ کو لے جاتے، منهى عنه تو تنفس فی الاناء ہے۔ یعنی برتن میں سانس لینا، اس طرح پانی آسانی سے پیا جاتا ہے۔ معدہ پر

Marfat.com

بوجھ نہیں پڑتا بلکہ اسے فرحت وانبساط حاصل ہوتا ہے۔ پیاس رفع ہوتی ہے۔ طبیعت پر خوش گوار اثر مرتب ہوتا ہے اور انسان خوب سیراب ہوتا ہے۔ و ورد انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یشرب فی ثلاثۃ انفاس واذا أدنیٰ الاناء الی فیہ سمی اللّٰہ واذا أخرہ حمد اللّٰہ یفعل ذلک ثلاثاً (مواھب ص ۱۵۳) اور حدیث شریف میں یہ وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیتے تھے اور جب برتن کو منہ مبارک کے قریب کرتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب منہ سے دور کرتے تو الحمدللہ پڑھتے اور آپؐ ایسا تین مرتبہ ہی فرمایا کرتے تھے)

برتن میں سانس لینے کی مضرتیں :

اگر منہ برتن کے ساتھ لگائے رکھے اور برتن میں سانس لیتا رہے، تو ناک کی آلائش اور رشاش کا پانی کے برتن میں گرنے کا امکان ہے، جس سے طبعی تنفر پیدا ہوتا ہے۔ ویسے بھی جو سانس نکالی جاتی ہے، وہ اندر کے ہر قسم کے جراثیم سے ملوث ہوتی ہے' اس لئے برتن کے اندر سانس لینے سے اجتناب کیا جائے۔ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں، وقدورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن العبّ نفسا واحدا وقال ذلک شرب الشیطن رواہ البیھقی عن ابن شھاب مرسلاً۔ (جمع ص ۳۱۱)

اور حدیث میں وارد ہوا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سانس سے (جانوروں جیسے) پینے کو منع فرمایا اور کہا کہ یہ شیطان کا پینا ہے امام بیہقیؒ نے یہ روایت ابن شہاب زھریؒ سے مرسل نقل فرمائی ہے۔

علماء واطباء نے ایک ہی سانس میں پینے کی بہت سی مضرتیں لکھی ہیں۔ بالخصوص ضعف اعصاب کا سبب بتایا ہے۔ نیز معدہ اور جگر کے لئے بھی مضرت کا سبب ہے۔ وفی مسند الفردوس عن علی مرفوعاً اذا شربتم الماء فاشربوہ مصا، ولا تشربوہ عبا فان العب یورث الکبار (وجع الکبد) اور (مسند الفردوس میں حضرت علیؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جب تم پانی پیو تو چوس کر اور سانس نکال کر پیو اور ایک ہی سانس میں نہ پیا کرو کیونکہ یہ (بعض اوقات) درد جگر پیدا کرتا ہے)۔ (اتحافات ص ۲۵۹)

Marfat.com

ھو امرأ: افعل من مرأ الطعام او الشراب فی جسده اذا لم یثقل علی المعدة وانحدر عنها طیباً بلذة و نفع و منه فکلوه هنیئًا مریئًاواروی ! من الری ای اشدریا و ابلغه وانفعه بمعنیٰ اقمح للظمأ واقویٰ علی الھضم. حدیث شریف میں لفظ امرأ یہ اسم تفضیل ہے ازمقوله مرأ الطعام اوالشراب فی جسده سے ہے یعنی جس وقت کھانا پینا معدہ پر بوجھل نہ ہو اور اس سے خوشگواری لذت اور نفع کی صورت میں منتقل ہو جائے۔ قرآن مجید کی آیت فکلوه هنیئا مریئاً بھی اسی مادہ سے ہے اروی کا معنی بھی زیادہ خوشگوار نافع پیاس کو ختم کرنے اور ہضم ہونے میں قوی اور مفید ہو۔ (مناوی ص ۳۱۱)

(۲۰۴/۶) حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ عَنْ رِشْدِیْنِ بْنُ کُرَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَیْنِ.

ترجمہ: امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت علی بن خشرم نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عیسیٰ بن یونس نے انہوں نے یہ حدیث رشدین بن کرب سے ان کے باپ کے حوالہ سے روایت کی اور انہوں نے اُسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی نوش فرماتے، دو دفعہ سانس لیتے تھے۔

راویان حدیث (۴۵۹) رشدین بن کریبؒ اور (۴۶۰) عن ابیہ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

پانی پینے میں دوبار سانس لینا :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا شرب تنفس مرتین. مراد بعض اوقات ہیں۔ اس توجیہ سے روایات کے درمیان جمع اور تطبیق ہو جاتی ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ مارواه المصنف فی جامعه عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تشربو ا واحدا کشرب البعیر ولکن اشربوا مثنٰی وثلاث وسمّوا اذا انتم شربتم واحمدوا اذا انتم رفعتم. (جمع ص ۳۱۲)

Marfat.com

جس کو امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اونٹ جیسے ایک سانس سے نہ پیا کرو لیکن دو یا تین سانس نکال کر اور جس وقت تم پیو تو بسم اللہ پڑھو اور جب برتن کو منہ سے جدا کرو تو پھر الحمد للہ پڑھو۔ اصلاً سارا مشروب یکبارگی پینا ممنوع ہے بلکہ دو یا تین سانس یعنی وقفے ضرور لینا چاہئیں تاکہ مشروب سے بھرپور استفادہ کیا جاسکے اور اگر مشروب میں دو وقفے یا دو سانس لیئے جائیں، پھر بھی تین دفعہ پیا جاتا ہے۔ شیخ احمد عبدالجواد الدومیؒ فرماتے ہیں:
التنفس مرتين كان حالا من احوال النبى صلى الله عليه و سلم و اما التنفس ثلاثاً فهو الغالب. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دو مرتبہ سانس نکالنا یہ تو کبھی بطور عارضی حالت کے ہوتا تھا اکثر آپؐ تین مرتبہ سانس نکال کر پیا کرتے تھے۔ (اتحافات ص ۲۶۰)

(۷/ ۲۰۵) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِی عُمْرَةَ عَنْ جَدَّتِهٖ كَبْشَةَ دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَآئِمًا فَقُمْتُ اِلٰى فِيْهَا فَقَطَعْتُهٗ.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث ابن ابی عمر نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے سفیان نے یزید بن یزید بن جابر کے واسطہ سے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عبدالرحمٰن بن ابی عمرۃ سے ان کی دادی کبشہؓ کی وساطت سے اخذ کی۔ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے، وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ حضورؐ نے کھڑے ہوئے اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا۔ میں نے اٹھ کر مشکیزہ کے منہ کو کتر لیا۔

راویان حدیث (۴۶۱) یزید بن یزیدؒ اور (۴۶۲) کبشہؓ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم:

قالت دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم ...الخ' عربوں میں پانی کی

Marfat.com

قلت کے پیش نظر وہ لوگ مشکیزے بھر کر اس کے منہ کس لیتے اور کسی اونچی جگہ پر لٹکا لیتے، جہاں اس پر ہوا لگتی پانی ٹھنڈا بھی رہتا اور محفوظ بھی۔ حسب ضرورت منہ کھول کر برتن میں پانی انڈیل کر پی لیا جاتا۔ حضرت کبشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر آئے تو لٹکے ہوئے مشکیزے کے ساتھ منہ لگا کر کھڑے کھڑے پانی پی لیا (وجہ ظاہر ہے کہ کوئی چھوٹا برتن یا گلاس وغیرہ میسر نہ ہوگا) یہاں ایراد حدیث کا مقصد بھی یہی ہے کہ بتایا جائے کہ حسبِ ضرورت اور بوجہ عذر کے کھڑے ہو کر بھی پانی پینا جائز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس اباحت کی وضاحت فرما دی ہے۔ وفعله صلى الله عليه وسلم لبيان الجواز اولمكان الضرورة. (جمع ص ۳۱۲) اور نبی علیہ السلام کا یہ عمل یا تو بیان جواز کے لئے یا کسی ضرورت کی وجہ سے ہوگا۔

حضرت کبشہؓ کی ایک محبانہ ادا :

فقمت الى فيها فقطعته ، حضرت کبشہؓ نے اپنا عمل بتایا کہ جب آپؐ نے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی نوش فرمایا تو میں نے مشکیزے کے منہ کا وہ حصہ کاٹ لیا، جسے آپؐ نے منہ لگا کر پانی نوش فرمایا تھا۔ امام نوویؒ نے امام ترمذیؒ سے اس کی دو وجہ نقل کی ہیں۔

(۱) ایک تو تبرکاً۔ (۲) یہ کہ دوسرا کوئی استعمال نہ کرے اور بے ادبی نہ ہو' اى قطعته لصيانته عن الابتذال بشرب كل احد منه وللتبرك وللاستشفاء به قطعها فم القربة للوجهين المذكورين كما قاله النووى فى شرح مسلم . (مواھب ص ۱۵۵ جمع ص ۳۱۳)

تعارض سے جواب :

یہاں ایک بحث یہ بھی ہے کہ آپؐ کا یہ عمل بخاری میں حضرت انس کی روایت کے خلاف ہے، جس میں تصریح ہے، نهى صلى الله عليه وسلم عن الشرب من فى السقاء. (جمع ص ۳۱۲) یعنی آپؐ نے مشکیزے کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت فرمائی ہے۔

علماء محدثینؒ جواب میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے یا ممانعت کی روایت خلاف اولیٰ پر محمول ہے۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شرب قائماً ضرورت کی

Marfat.com

وجہ سے تھا کہ کوئی برتن موجود نہ تھا۔ ﴿ نیز یہ نہی تشریعی نہیں بلکہ شفقت کی بنا پر ہے۔ فانہ نھی تنزیھی لبیان الافضل والاکمل (جمع ص ۳۱۲) ﴾ (کہ یہی نہی تنزیہی ہے افضل اور اکمل صورت کا بیان ہے) کہ شاید کوئی زہریلی چیز ہو، کیڑا ہو یا بچھو ہو، جو اندر چلا گیا ہو تا کہ اس کی مضرت سے بچا جا سکے۔ جیسا کہ حدیث میں ایک شخص کا واقعہ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ ایک شخص مشکیزہ کو منہ لگا کر پانی پی رہے تھے کہ اس میں سے ایک سانپ نکل آیا تو آپ ﷺ نے اس سے پانی پینے کی ممانعت فرما دی۔

محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ممسوس مبارک :

اور ایک وجہ ممانعت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہر شخص کا منہ بھی ایسا نہیں ہوتا کہ اس کے مشکیزہ کیساتھ لگنے سے دوسروں کو گھن نہ آئے یا وہ اس کے مس کردہ مقام سے محبت کریں تاہم بعض منہ ایسے ضرور ہوتے ہیں، جن کا لعاب دھن، قند و شکر سے زیادہ شیریں، بیماریوں کے لئے راحت جان و ذریعہ شفا اور دنیا و مافیھا کی ہر چیز سے زیادہ لذیذ اور باعث فرحت و انبساط اور ذریعہ سرور قلب بنتا ہے ....

عناب لب، لعابِ دہن، شرب وصال
یہ نسخہ چاہئے تیرے بیمار کے لئے

حضرت تھانویؒ نے بھی کسی جگہ یہ شعر نقل کیا ہے کہ محبوب کی گالیاں بھی محبوب ہوتی ہیں ......

لگتی ہیں گالیاں بھی تیرے منہ سے کیا بھلی
قربان تیرے پھر مجھے کہہ دے اسی طرح

لٰہذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب دو عالم ہیں کے مشکیزے سے پانی پینے کو دوسروں کے پینے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(۲۰۶/۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيُّ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ كَانَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ ثَلَا

Marfat.com

ثًا وَزَعَمُ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَنَفَّسُ فِی الْاِنَآءِ ثَلاَثًا.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث محمد بن بشار نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسے عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت عزرہ بن ثابت انصاری نے بیان کی۔ وہ یہ روایت صحابی رسول حضرت ثمامہ بن عبداللہؓ سے نقل کرتے ہیں ثمامہؓ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ پانی تین سانس میں پیتے تھے اور کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کیا کرتے تھے۔

قال کان انس بن مالک ...... الخ 'اس حدیث کی تشریح باب ھذا کی پانچویں حدیث کے ضمن میں ملاحظہ فرمادیں۔ الزعم: اضداد سے ہے، جس طرح جھوٹی بات کہنے کو زعم کہتے ہیں۔ اسی طرح سچی بات کو بھی زعم کہتے ہیں۔ جیسے کہ صاحب اتحافات نے یہی معنیٰ نقل کیا ہے۔ الزعم ھنا محقق وفعل انس اقتداء برسول الله صلی الله علیه وسلم (اتحافات ص ۲۶۱) (کہ زعم بمعنی حقق کے ہے یعنی حضرت انس کا یہ فعل (تین بار سانس نکالنا) حضورؐ کی اتباع کیلئے تھا) یتنفس فی الاناء ای خارجه لا فی جوفه۔ (مواھب ص ۱۵۵) کہ سانس نکالتا تھا برتن میں یعنی برتن کے باہر نہ کہ اس کے اندر۔

(۹/۲۰۷) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ عَبْدُالْکَرِیْمِ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ زَیْدِ ابْنِ اِبْنَةَ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی اُمِّ سُلَیْمٍ وَقِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ فَقَامَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ اِلٰی رَاْسِ الْقِرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا.

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس کی خبر ابو عاصم نے ابن جریج کے واسطہ سے دی۔ انہوں نے یہ روایت عبدالکریم سے اور انہوں براء بن زید سے روایت کی (جو حضرت انس کے نواسے تھے) اور انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ ام سلیم کے پاس گھر تشریف لے

Marfat.com

گئے ۔ وہاں ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا، حضورؐ نے کھڑے ہوئے اس میں سے پانی نوش فرمایا۔ ام سلیم کھڑی ہوئیں اور اس مشکیزہ کے منہ کو کتر کر رکھ لیا۔

راوی حدیث (۴۶۳) عبدالکریم الجزریؒ کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ام سلیمؓ کا قصہ :

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام سلیمؓ ...... الخ' اس حدیث کی تشریح اسی باب کی ساتویں حدیث میں گذر چکی ہے۔ وہاں حضرت کبشہؓ نے خود اپنا قصہ بیان کیا تھا۔ یہاں حضرت انسؓ اپنی والدہ حضرت ام سلیمؓ کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ابوشیخ ابن حبانؒ نے کتاب اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ حدیث یوں نقل کی ہے :

عن انس قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ام سلیم فرأی قربة معلقة فیها ماء فشرب منها وھو قائم فقامت ام سلیم الیھا فقطعتھا بعد شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھا وقالت لا یشرب منھا احد بعد شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے پاس انکے گھر گئے آپؐ نے ایک لٹکا ہوا مشکیزہ جس میں پانی تھا جب دیکھا تو اس سے کھڑے ہوئے پی لیا ام سلیمؓ اٹھی اور حضورؐ کے پینے کے بعد منہ لگی جگہ کو کاٹ کر کہا کہ حضورؐ کے پینے کے بعد کوئی اس سے نہیں پئیے گا۔ (جمع ص ۳۱۳) حضرات صحابیاتؓ کے دلوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور والہیت کے کس قدر جذبات تھے۔ یہ بھی گوارا نہ تھا کہ جس مشکیزے پر آپؐ کا دہن مبارک لگا ہو، وہاں کوئی دوسرا منہ لگائے۔

(۲۰۸/۱۰) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ النَّیْسَابُوْرِیُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْفَرْوِیُّ حَدَّثَنَا عُبَیْدَةُ بِنْتُ نَائِلٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِیْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَشْرَبُ قَائِمًا وَ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی وَقَالَ بَعْضُهُمْ عُبَیْدَةُ بِنْتُ نَابِلٍ.

Marfat.com

ترجمہ: ''امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت احمد بن نصر نیشا پوری نے بیان کی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا اسحٰق بن محمد فروی نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث عبیدہ بنتِ نائل نے بیان کی۔ انہوں نے یہ روایت عائشہ بنتِ سعد بن ابی وقاص سے ان کے باپ کے واسطہ سے اخذ کی۔ سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پانی نوش فرمالیتے تھے''۔

راویان حدیث (۴۶۴) احمد بن نصر النیسا پوریؒ (۴۶۵) اسحٰق بن محمدؒ (۴۶۶) عبیدۃ بنت نائلؒ (۴۶۷) عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص اور (۴۶۷) ابیھا کے حالات ''تذکرہ راویان شمائل ترمذی'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

شُرب قائماً کی توجیہات :

ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یشرب قائما. ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں، ای احیانا او بعد فراغ الوضوء اوماء زمزم یعنی کبھی کبھار یا وضوء سے فارغ ہونے کے بعد اور یا زمزم کا پانی (کھڑے ہو کر پینا مراد ہے) (جمع ص ۳۱۳) کان اگرچہ دوام کے لئے آتا ہے۔ مگر حضرات محدثین اس پر متفق ہیں کہ فن حدیث میں استمرار کے لئے نہیں آتا۔ بعض اوقات تو اتفاقی فعل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ وکان لا تفید التکرار علی التحقیق فتصدق بمرۃ. لفظ کان تحقیقی قول کے مطابق تکرار اور دوام کا فائدہ نہیں دیتا اس لئے ایک بار کام ہونے کی صورت میں بھی صادق آتا ہے۔ (مواھب ص ۱۵۶) یہاں بھی وہی توجیہات کی جاسکتی ہیں، جو اس سے قبل کی جا چکی ہیں کہ شرب قائما یا تو بیان جواز کے لئے تھے، یا پھر بیٹھنے کی جگہ نہ تھی یا کوئی شدید ضرورت تھی یا بیٹھنے کی صورت میں نیچے کیچڑ تھا اور کپڑوں کی تلویث کا خطرہ تھا۔ قال بعضھم: ای بعض المحدثین او بعض اصحاب اسماء الرجال وفی نسخة قال الترمذی وفی اخری قال ابو عیسیٰ و قوله عبیدة بنت نابل ای بالباء الموحدة من نابل والمذکور اولا نائل بالھمز کما مر۔ قال بعضھم یعنی بعض محدثین یا مصنفین اسماء رجال نے کہا اور ایک نسخہ میں قال الترمذی ہے (یعنی امام ترمذیؒ نے کہا) اور دوسرے نسخے میں قال ابو عیسیٰ منقول ہے اور اسکا قول عبیدۃ بنت نابل (یعنی باء) کے ساتھ

Marfat.com

ہے اور جو قول پہلے مذکور ہے وہ نائل همزہ کیساتھ ہے۔ (مواھب ص ۱۵۶)

خلاصہ باب :

وفی الباب عشرة احادیث ومنها علمنا ان الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یشرب قائما وقاعدا توسعة لامته وکان یشرب فی ثلاثة انفاس لما فی ذلک من فوائد صحية جمة. اور اس باب میں دس احادیث ہیں اور ان سے ہم نے یہی معلوم کیا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت پر توسع اور آسانی کے لئے کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں پیا کرتے تھے اور آپؐ تین سانس نکال کر اس لئے پیا کرتے کہ اس میں بدن کی صحت وسلامتی کے لئے بہت سے فوائد ہیں۔ (اتحافات ص ۲۶۲)

تم الجزء الاول ویلیه الجزء الثانی اوله باب ما جاء فی تعطر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ، وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد واله وصحبه اجمعین.

==========================

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ، عظیم اور شاہکار علمی پیش کش

شرح شمائل ترمذی

(تین جلد مکمل)

ایک نادر تحفہ | تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی | ایک عظیم خوشخبری

حدیث کی جلیل القدر کتاب شمائل ترمذی کی سہل و دلنشین تشریح، سلجھی ہوئی سلیس تحریر، اکابر علماءِ دیوبند کے طرز پر تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق اور مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃِ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق اور قولِ فیصل، معرکۃ الآراء مباحث پر جامع کلام، علماءِ دیوبند کے مسلک و مزاج کے عین مطابق، جمالِ محمد ﷺ کا محدثانہ منظر، نہایت تحقیقی تعلیقات اور اضافے، اردو زبان میں پہلی بار منصۂ شہود پر ...... جدید ایڈیشن میں تمام حوالہ جات اور عربی عبارات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

صفحات : 1608 .... ریگزین ...... قیمت : 750 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین عظیم علمی اور فقہی پیش کش

اِسلامی آدابِ زندگی

تحریر ! محمد منصور الزمان صدیقی

پیشِ لفظ ! مولانا عبدالقیوم حقانی

قرآنی تعلیمات، احادیثِ نبوی، عبادات، معاملات، اعمال کے فضائل، بلندیٔ اخلاق وخصائل، محبت واطاعتِ رسول، محرمات سے اجتناب، منہیات کی نشان دہی، فرقِ باطلہ کا تعاقب، ردِّ بدعات، دعوتِ سنت واتحادِ امت، خدمتِ انسانیت ...... الغرض زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کے ہدایات سے معمور، مہد سے لحد تک اہم ضروری مسائل واحکام سلیس اور بامحاورہ زبان میں ایک مطالعاتی معلّم اور محسن کتاب، اپنے موضوعات کے تنوع، تفہیم وتسہیل، افادیت اور تعلیم وتربیت کے حوالے سے ایک لاجواب کتاب۔

صفحات : 938 .... ریگزین .... قیمت : 350

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد، نوشہرہ

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی ایک اور عظیم تاریخی پیشکش

معروف سکالر، عظیم داعی، مفسّرِ قرآن، شارحِ حدیث

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ کے علمی و دینی مکتوبات کا مجموعہ

کشکولِ معرفت

(مکمل)

تالیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

علم و عمل، دین و دنیا، مسنون وظائف، مفید کتابوں کا تعارف، مغربی سیاست کی مضرت، دینی سیاست کی ضرورت، تصوف و سلوک اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا دلچسپ مرقّع

صفحات : 458 .... قیمت : -/180 روپے

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

توضیح السنن

شرح

آثار السنن للامام النیموی رح

(دو جلد مکمل)

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

آثار السنن سے متعلق مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی تدریسی، تحقیقی، درسی افادات اور نادر تحقیقات کا عظیم الشان علمی سرمایہ، علم حدیث اور فقہ سے متعلق مباحث کا شاہکار، مسلک احناف کے قطعی دلائل اور دلنشین تشریح، معرکۃ الآراء مباحث پر مدلل اور مفصل مقدمہ اور تحقیقی تعلیقات اس پر مستزاد۔

کاغذ، کتابت، طباعت، جلد بندی اور اب نئے کمپیوٹرائزڈ چار رنگہ ٹائٹل، ہر لحاظ سے معیاری اور شاندار، اساتذہ، طلباء اور مدارس کے لئے خاص رعایت۔

صفحات : 1376 ......ریگزین...... قیمت : 600 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس' خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد، پاکستان

Marfat.com

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیش کش

اماں جی مرحومہ ومغفورہ

تحریر!

مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی کی سحر انگیز قلم سے ایک حیرت انگیز، روح پرور اور ایمان افروز داستانِ عبرت جسے پڑھ کر پتھر دل نرم اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایک ایسی داستان، جو سبق آموزی میں سب کے لئے یکساں ہے۔ چار رنگہ کمپیوٹرائزڈ خوبصورت ٹائٹل، شاندار طباعت، مضبوط جلد بندی اور نفیس کاغذ میں چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ خواہشمند حضرات القاسم اکیڈمی سے طلب کر سکتے ہیں۔

صفحات : 135 .... قیمت : 75 روپے

القاسم اکیڈمی ' جامعہ ابوہریرہ

برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

Marfat.com

خصائل اور شمائل نبوی ﷺ

پر

مولانا عبدالقیوم حقانی

کی علمی اور عظیم تاریخی کاوشیں

	نام کتاب	صفحات
۱	شرح شمائل ترمذی (۳ جلد مکمل)	۱۶۰۸
۲	جمالِ محمد ﷺ کا دلربا منظر	۲۰۶
۳	روئے زیبا ﷺ کی تابانیاں	۱۵۶
۴	ماہتابِ نبوت ﷺ کی ضو افشانیاں	۲۱۰
۵	آفتابِ نبوت ﷺ کی ضیاء پاشیاں	۲۰۲
۶	محبوبِ خدا ﷺ کی دلربا ادائیں	۱۹۷
۷	محبوبِ خدا ﷺ کی عبادت واعتدال	۱۸۷
۸	خصائل نبوی ﷺ کا دلآویز منظر	۱۶۶
۹	شمائل نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقع	۱۵۳

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

فون وفیکس ! (0923)630237---630094

Marfat.com

Marfat.com

مولانا عبدالقیوم حقانی کی تصنیفات

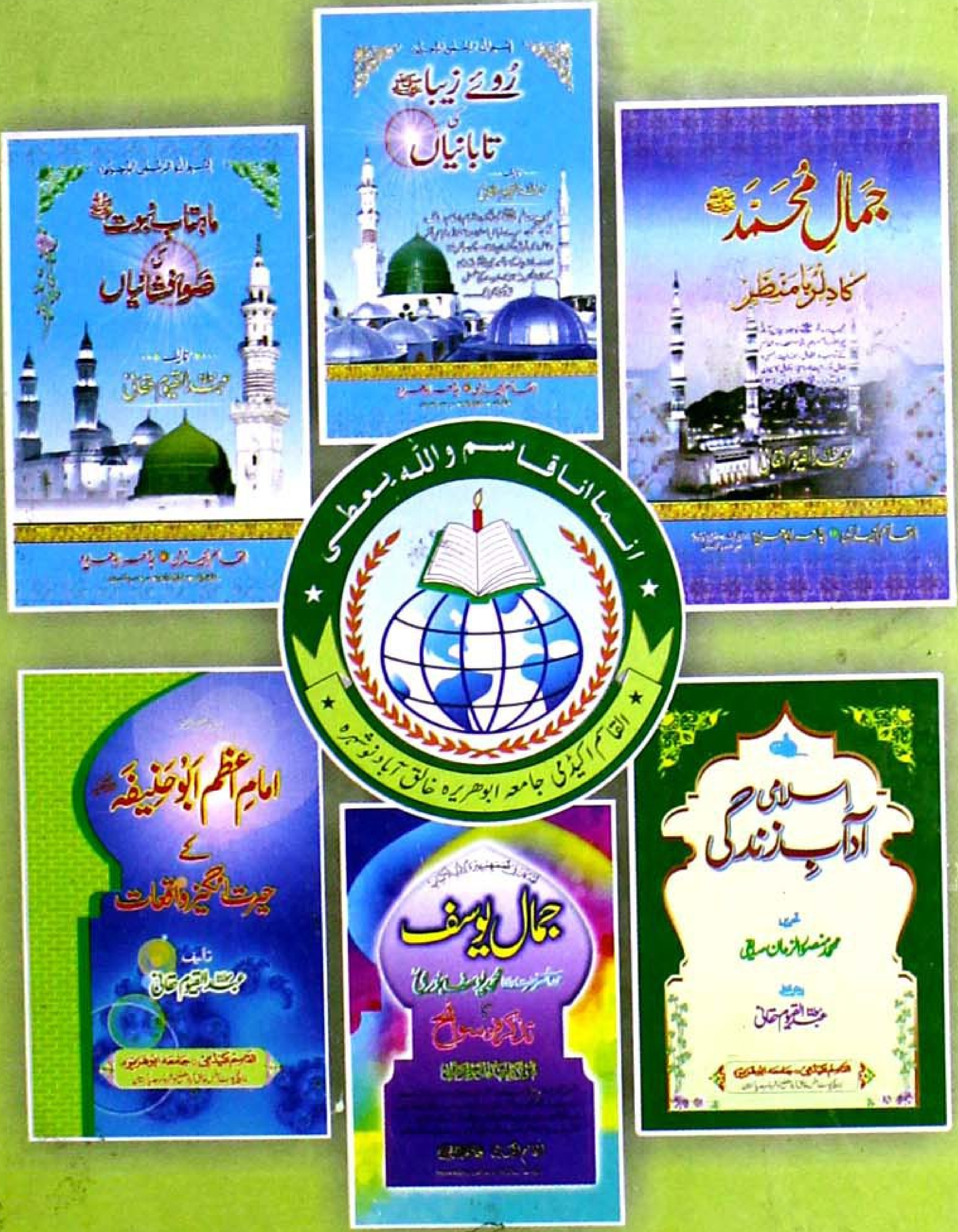

Marfat.com